# افادات محمد علیؒ

رئیس احمد جعفری

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

# افاداتِ محمد علیؒ

مرتبہ

رئیس احمد جعفری

ادارۂ اشاعتِ اردو

حیدرآباد (دکن)

قیمت تین روپیہ چار آنہ سکہ عثمانیہ

قیمت دو روپیہ بارہ آنہ کلدار

Marfat.com

طبع اول ——— ایک ہزار

مارچ ۱۹۴۵ء

13 0097

سید عبدالرزاق

پرو پرائٹر

اِدارہِ اِشاعتِ اُردو

مطبوعہ

اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد

(دکن)

Marfat.com

# فہرس


معروضہ — اقبال سلیم گاہندری — ۹

علی اور محمد علی — رئیس احمد جعفری — ۱۱

## خانہ جنگی — ۱۷

پس منظر — ۲۱

ایک درد انگیز مقالہ — ۲۴

خلافت کانفرنس لکھنؤ — ۶۰

## سائمن کمیشن — ۱۲۱

سائمن کمیشن — ۱۲۳

سائمن کمیشن اور ہندوستان — ۱۴۲

## کتاب راجپال — ۱۵۱

رنگیلا رسول — ۱۵۳


Marfat.com

| | |
|---|---|
| توہین انبیاء و بزرگان دین | ۱۸۲ |
| تقریر دلپذیر | ۱۹۳ |
| آمدن با جازت | ۲۰۱ |
| وائسرائے کے نام خط | ۲۱۴ |
| سوامی شردھانند کا قتل | ۲۲۷ |
| کدھر جا رہے ہو | ۲۲۹ |
| اے راہ رو پشت بمنزل ہشدار | ۲۴۴ |
| روزنامہ ہمدرد | ۲۶۵ |
| بعض نا آشنا آشنائے درد | ۲۶۷ |
| کشکول گدائی | ۲۷۶ |
| ہمدرد کی عیدی | ۲۸۹ |
| ہمدرد | ۳۰۶ |

Marfat.com

درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر میرا نہ دلی، نہ صفاہاں نہ سمرقند

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے ابلۂ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

مشکل ہے کہ اک بندۂ حق بین و حق اندیش
خاشاک کے تودے کو کہے سیل دماوند

ہوں آتش نمرود کے شعلوں میں بھی خاموش
میں بندۂ مومن ہوں نہیں دانۂ اسپند

پرسوز و نظر باز و نکو بین و کم آزار
آزاد و گرفتار و تہی کیسہ و خرسند

ہر حال میں میرا دل بے قید ہے خرم
کیا چھینے گا غنچے سے کوئی ذوق شکر خند

(اقبال)

Marfat.com

Marfat.com

# معروضہ

مقالات محمد علی کے دو حصے اور نگارشات محمد علی پیش کیے جا چکے ہیں آج افادات محمد علی کے پیش کرنے کی سعادت ہم حاصل کر رہے ہیں

محمد علی کے مقالات، اسلامی ہند کی وہ مستند اور مکمل تاریخ ہے جو خود اسی شخص کی لکھی ہوئی ہے۔ جس کا اس تاریخ کی تعمیر میں بہت بڑا حصہ ہے۔

امید ہے کہ مکتوبات محمد علی بھی ہم جلد پیش کر سکیں گے جو نادر کمیاب اور معرکہ آرا خطوط پر مشتمل ہے

محمد اقبال سلیم گاہندری

Marfat.com

Marfat.com

# علیؓ اور محمدؐ علی

## عجیب و غریب تاریخی مطابقت

آج سے تقریباً سولہ سال پہلے محمد علی کے ایک چہیتے دوست عبدالماجد دریابادی نے اپنے مکتوب میں انھیں تحریر فرمایا تھا:۔

"جی میں آتا ہے کہ ایک مضمون" علی اور محمد علی" کے عنوان سے لکھوں جس میں یہ دکھاؤں کہ وہی ابتلا، وہی خانہ جنگیاں، وہی اندرونی شورشیں، وہی قدم قدم پر ناکامیاں جو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے دور خلافت میں پیش آئیں۔ ٹھیک انھیں کا اعادہ ایک چھوٹے پیمانہ پر آج محمد علی کے لئے ہو رہا ہے۔ علی مرتضیٰؓ کے فضائل و کمالات سے فرداً فرداً کسی صاحب کو بھی انکار نہ تھا۔ امیر معاویہ اور عمرو بن عاص تک اپنے کو ان سے بہتر نہیں کہتے تھے۔ ان کے فضائل کا برابر اعتراف کرتے تھے پھر بھی عملاً ان کی ہر رائے، ہر تحریک ہر ارادہ کی مخالفت ہی ہوتی رہتی تھی۔ ٹھیک یہی صورت آج محمد علی کے لئے بھی ہے۔"

کون کہہ سکتا ہے کہ مولٰنا عبدالماجد کی پیدا کی ہوئی یہ عجیب و غریب تاریخی مطابقت غلط ہے؟

محمد علی کی زندگی سے جو لوگ واقف ہیں وہ اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ محمد علی کی زندگی تمام تر علی مرتضیٰ کی حیات گرامی کا پرتو تھی!

محمد علی کے بدترین دشمن بھی اس کے معترف تھے کہ اس کا مرنا اور جینا۔ مذہب کے لئے تھا۔ مذہب اس کی رگ رگ میں رچا ہوا تھا۔ وہ آکسفورڈ کا گریجویٹ تھا

Marfat.com

علی گڑھ کا کھلنڈرہ تھا۔ کامریڈ کا باوقار ایڈیٹر تھا۔ اسکا ہمدرد اردو صحافت کا مایۂ ناز شاہکار تھا۔ لیکن یونین ہال کی تقریریں ہوں، یا کامریڈ کے بلند پایہ مقالات۔ علی گڑھ کی اولڈ بوائز لاج ہو۔ یا ہمدرد کے کالم۔ محمد علی کی زبان۔ اور زبانِ قلم سے جو کچھ نکلتا تھا وہ مذہبی رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کی مذہبیت پر نہ لندن کی رنگین فضائیں اثر انداز ہوسکیں نہ شملہ کے ملاء اعلیٰ کے حکام والا مقام کی دوستی اور نیازمندی۔

پھر اس کارنامہ سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ہندوستان میں علماء اکرام کے اقتدار کا ایک دور تو وہ تھا جب ان کے منھ سے نکلا ہوا ہر بول

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

سمجھا جاتا تھا۔ مگر غدر کے بعد جب روشن خیالی کا عروج ہوا۔ انگریزی تعلیم پھیلی اور تہذیب فرنگ کے نقوش اجاگر ہوئے تو کم از کم انگریزی داں اور تفریح مآب طبقہ کا جہانتک تعلق تھا علماء کرام کا وجود باوجود ایک عضو معطل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ اس صورت حال کی ذمہ داری جہاں خود علماء کی قناعت، زمانہ کے رجحانات سے بے نیازی اور علوم عصری سے ناواقفیت پر تھی۔ وہاں انگریزی داں طبقہ کی غیر مناسب رعونت اس کی مذہب بیزاری اور اس کی حد سے بڑھی ہوئی غفلت پر بھی تھی غرض تعلیم یافتہ طبقہ علما کے اقتدار سے یکسر آزاد ہوچکا تھا۔

وہ محمد علی تھا جس نے علماء کو مسجد کے حجروں اور خانقاہوں کے زاویوں سے باہر نکالا۔ اور مرد میدان بنا دیا۔ یقیناً اس کارنامہ میں محمد علی "لا شریک لہ" نہیں ہیں۔ شیخ الہند مولٰنا محمود الحسن، مولانا عبد الباری فرنگی محلی، اور مولانا ابوالکلام آزاد کے مساعی جمیلہ کو بھی اس میں بہت بڑا دخل ہے۔ لیکن انگریزی خواں طبقہ کو علماء کرام کا حلقہ بگوش

Marfat.com

بنانے میں محمد علی کا ہی حصہ ہے۔

لیکن کیا اس حقیقت سے کوئی انکار کر سکتا ہے کہ محمد علی پر جب تیروں اور پتھروں کی بارش ہو رہی تھی تو ان میں بہت سے زہر میں بجھے ہوئے تیر، اور بہت سے سنگ ہائے گراں وہ تھے جو علمائے کرام کے مقدس ہاتھوں سے پھینکے گئے تھے، اور یہ وہ علما تھے جن کی سیاسی زندگی محمد علی کی رہین منت تھی۔ اور جو خلوت وجلوت میں بارہا محمد علی کی اہلیت، اس کی ذہانت، اس کے شغف مذہبی کا اعلان واعتراف کر چکے تھے۔

اب آئیے خالص سیاسی رہنماؤں کے مرقع پر ایک نظر ڈالیے۔ اسلامی ہند کی قیادت کرنے والے ہر زمانے میں حشرات الارض کی طرح پیدا ہوتے رہے اور شاید یہ سلسلہ ایک عرصہ دراز تک جاری رہے گا۔ لیکن محمد علی کی یگانہ قیادت اپنے اندر ایک دوسری شان امتیاز رکھتی تھی۔

وہ محمد علی تھا جو مسلمانوں کا خادم بھی تھا اور مخدوم بھی جو ان کے دکھ سکھ میں برابر کا شریک تھا۔ عالم اسلام پر کوئی مصیبت آئے تو محمد علی کا دل دو نیم، مسلمانان ہند کسی مصیبت میں گرفتار ہوں تو وہ سینہ سپر، ہندوستان پر سامراج کی طرف سے ظلم و تعدی کا بازار گرم ہو تو وہ کفن سر سے لپیٹ کر سینے پر گولیاں اور برچھیاں کھانے کو موجود۔

اس کے اس ملک، قیادت، شجاعت اور تہور کا اعتراف ہر زبان پر تھا لیکن کیا اس دلدوز حقیقت کو فراموش کیا جا سکتا ہے کہ وہی محمد علی زندگی بھر رفیقان راہ اور نیازمندان خصوصی کے سب و شتم، طعن و تعریض اور تیر آزمائی و مشق ستم کا ہدف بنا رہا؟

ہندوستان پر جب کوئی مصیبت نازل ہوئی مسلمانان ہند جب کسی حادثہ سے دوچار ہوئے۔ عالم اسلام جب کسی ابتلا کا شکار ہوا۔ دوست اور دشمن

Marfat.com

سب محمد علی کے دامنِ تدبر میں پناہ گزیں ہوتے تھے۔ اس کی قیادت کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے تھے، سب اس کی رہنمائی اور رہبری پر "مکمل اعتماد" کا اظہار کرتے تھے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد ان ہی قصیدہ خوانوں کی زبان پر ہجویہ ترانے ہوتے تھے، وہی دوست دشمن بن جاتے تھے۔ وہی عقیدت کیش خون کے پیاسے ہو جاتے تھے

سب جانتے تھے محمد علی انمول ہے۔ لیکن یہ جاننے والے اسے سرکار کا زر خرید بھی کہتے تھے، سب جانتے تھے محمد علی نڈر، حق جو بیباک، اور صاف گو ہے۔ لیکن یہ جاننے والے اسے بزدل، موقعہ شناس اور خود غرض بھی کہتے تھے، سب جانتے تھے محمد علی ملک کا سچا دوست ہے۔ لیکن یہ جاننے والے اسے ملک کا غدار بھی کہتے تھے، سب جانتے تھے محمد علی مسلمانوں کا پاسبان ہے۔ لیکن یہ جاننے والے اسے مسلم مفاد کا دشمن بھی سمجھتے تھے سب جانتے تھے محمد علی بے لوث ہے اور بے لاگ، لیکن یہی جاننے والے یہ بھی کہتے تھے کہ وہ بندۂ اغراض ہے۔ سب جانتے تھے وہ ذاتی سربلندی سے نفور ہے۔ لیکن اس پر ان جاننے والوں کی طرف سے ایک الزام یہ بھی تھا کہ وہ خود کہنی مار کر آگے بڑھتا ہے اور دوسروں کو پیچھے ڈھکیل دیتا ہے۔ سب جانتے تھے، ملک، ملت اور مذہب کی راہ میں اس نے اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ اس کا پریس برباد ہوگیا۔ اس کا اخبار بند ہوگیا۔ اس کا وطن رام پور "رقبۂ ممنوعہ" قرار دیا گیا۔ اس کا قیمتی فرنیچر اور ساز و سامان تہس نہس ہو گیا لیکن وہ لوگ جو ان حقائق سے خوب باخبر تھے اس پر طعن کرتے تھے کہ وہ زر پرست ہے، جاہ طلب ہے۔ حبِ دنیا سے مالامال ہے، فکرِ آخرت سے بے نیاز ہے۔

محمد علی نے جمعیتہ علماء کی تعمیر و تاسیس میں حصہ لیا۔ لیکن وہ علماء کا محبوب نہ بن سکا۔ معتوب ہی رہا۔

Marfat.com

محمد علی نے کانگریس کو کانگریس بنا دیا۔ گاندھی جی کو "مہاتما گاندھی" بنا دیا۔

سنم کردہ ام رستم داستان
دگرنہ یلے بود در سیستان

اس نے ملک میں آزادی اور حریت کا بیج بویا۔ اپنے خون آرزو سے اسے سینچا۔ پروان چڑھایا۔ اس راہ کے شدائد و مصائب خندہ جبینی سے برداشت کئے۔ حکومت سے ٹکر لی جیل کی تنگ و تاریک کوٹھریاں آباد کیں۔ عیش و تنعم کی زندگی تج دی۔ فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کر لی۔ لیکن اسی کانگریس کا دروازہ اس پر بند کر دیا۔ انہی گاندھی جی کا وہ مقہور و مغضوب ہو گیا۔ انہی نیشنلسٹوں، ملک پرستوں اور حریت خواہوں نے اسے گالیاں دینی شروع کر دیں۔

محمد علی کے جوش عمل نے "مجلس خلافت" کو تخلیق کیا۔ خلافت کی تعمیر و تاسیس میں اس نے جو حصہ لیا اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اگر محمد علی شوکت علی نہ ہوتے تو نہ مسلمانوں میں احیاء خلافت کا جذبہ پیدا ہوتا۔ نہ ان کی تنظیم ملی ہوتی۔ نہ وہ قومی طور پر اپنا جداگانہ وجود تشخص کرا سکتے۔ وہ خلافت ہی کی تحریک تھی جس کے لئے ہندستان بھر کو محمد علی نے چھان ڈالا۔ اس تحریک کو آگے بڑھانے۔ کامیاب بنانے اور فروغ دینے کے لئے محمد علی نے ہر شخص کی حوصلہ افزائی کی۔ ہر شخص کو آگے بڑھایا۔ ہر ذرہ کو قتاب بنا دیا۔ لیکن انہی ذروں نے طوفان صحرا بن کر محمد علی کو اس کے تابناک چہرہ کو۔ اس کی شاندار خدمات کو۔ اس کے زندہ جاوید کارناموں کو ڈھانک دینا چاہا۔ اپنے آغوش میں لے کر ہمیشہ کے لئے ختم کر دینا چاہا۔ یہ ایک لرزہ خیز حقیقت ہے لیکن حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

اسی خدمتِ ملک و قوم کی راہ میں اس نے اپنی صحت بگاڑلی۔ امراض گوناگوں کا شکار ہوگیا۔ پاؤں متورم ہوگئے۔ آنکھوں کی بصارت زائل ہوگئی۔ دماغ ماؤف ہوگیا۔ اعضاء رئیسہ نے جواب دیدیا۔ اس حالت میں بھی وہ آرام سے آشنا نہ ہوا۔ وہ سکھ کا جویانہ ہوا۔ گوشۂ اعتکاف میں جلوس فرمانہ ہوا۔ اس نے حکیموں اور ڈاکٹروں کے ہر مشورہ، ہر ہدایت، ہر حکم کو ٹھکرایا۔ اس کی صحت گرتی رہی۔ مزاج نادرست ہوتا رہا طاقت جواب دیتی رہی۔ وہ ناکارہ اور مفلوج ہوتا رہا۔ سب آنکھیں یہ دل فگار مناظر دیکھ رہی تھیں لیکن اس حالت میں بھی اس پر طعن و طنز کے تیر چلتے رہے۔ اس کی علالت کا مذاق اُڑایا جاتا رہا۔ اس کی بیماری کو ڈھونگ کہہ کر مشہور کیا جاتا رہا اس کے جان لیوا امراض کو منفعت بخش کہہ کر یاد کیا گیا۔ اور یہ سب کچھ ان کی طرف سے ہوا۔ جو اسے۔ اُس کی تکلیفوں اور اسکی مجبوریوں کو روزِ روشن کی طرح جانتے تھے۔

محمد علی کے سوا کوئی اور شخص ہوتا تو ان پیہم ناکامیوں سے تنگ آکر ان مسلسل مخالفتوں سے عاجز آکر ان غیر منقطع دشواریوں سے حوصلہ ہار کر پاگل ہوجاتا۔ یا گوشہ نشین ہوجاتا۔

لیکن محمد علی نے یہ نہیں کیا وہ جب تک زندہ رہا۔ بلکہ جب تک اس کی سانس چلتی رہی۔ اس ہجوم مخالفت میں بھی اپنے فرائض سے غافل نہ ہوا۔

اس کتاب میں اسی محمد علی کے مقالات ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔ اور تسلیم کیجئے کہ اسے کیوں اور کن دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ داستان محمد علی کی زبان سے مزا دے گی

رئیس احمد جعفری ندوی

Marfat.com

# خانہ جنگی

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

(اقبال)

Marfat.com

Marfat.com

# خانہ جنگی

(۱) پس منظر

(۲) ایک درد انگیز مقالہ

Marfat.com

Marfat.com

# پس منظر!

محمد علی کی زندگی کا بڑا حصہ خانہ جنگیوں میں بھی بسر ہوا۔ بالخصوص ان کی زندگی کا آخری دور تو تمام تر اسی حرب لاحاصل میں صرف ہوا۔

جب شدھی اور سنگھٹن کا زور بڑھا، تو مسلمانوں میں بھی قدرتہً تبلیغ اور تنظیم کی لہریں اٹھنے لگیں۔ تنظیم کا کام ڈاکٹر کچلو کی سرکردگی میں شروع ہوا۔ اس کے نمایاں کارکنوں میں، خلافت کمیٹی کے معزز اور ممتاز ارکان بھی شریک تھے

Marfat.com

لیکن محمد علی اس تحریک سے نہ صرف غیر متعلق تھے، بلکہ بڑی حد تک اس کے مخالف تھے۔ اس لئے کہ

(۱) وہ اس انداز میں ہندوؤں کی سرگرمیوں کا جواب دینا نہیں چاہتے تھے، جن کا مظاہرہ سوامی شردھانند اور اور اسی قبیل کے دوسرے حضرات نے کیا تھا۔

ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو یقیناً تنظیم اور تبلیغ کی ضرورت ہے، لیکن جوابی طور پر نہیں فرض کے طور پر، اور فرض اس طرح نہیں ادا کیا جاتا کہ کام کم کیا جائے اور ڈھنڈورا زیادہ پیٹا جائے۔

پھر ان کی یہ رائے بھی تھی کہ جب تک ہم آزادی نہ حاصل کرلیں، اس وقت تک آپس کی لڑائیاں، خطرناک ہیں، یہی توقع وہ کانگریسی ہندوؤں سے بھی کرتے تھے کہ وہ بھی ان کی طرح مہاسبھائیوں سے جنگ کریں گے، لیکن ان کی یہ توقع ناکام ہوئی، اور بڑے بڑے کانگریسیوں نے درپردہ مہاسبھائیوں کی حوصلہ افزائی شروع کردی اور بعض تو علی الاعلان بھی مہاسبھا کے کیمپ میں پہونچ گئے۔

(۲) محمد علی کی یہ رائے بھی تھی کہ مسلمانوں کی کمزوری، ہوا خیزی اور ابتری کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ انجمنیں بہت بناتے ہیں۔ حالانکہ ضرورت اس کی ہے کہ ایک انجمن ہو، ایک پلیٹ فارم ہو، ایک مرکز ہو۔ مرکز کی وحدت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائینگے۔

130097

Marfat.com

انھیں کوئی شکست نہیں دے سکے گا' ان کی آواز اب نہ ایوان حکومت میں سنی جاتی ہے نہ کانگریس کے پنڈال میں' پھر ان کی آواز نقارخانہ میں طوطی کی صدا نہیں رہے گی' بلکہ شیر کی گرج بن جائے گی' جسے سن کر دشمنوں کے دل دہل جائیں گے۔

مجلس تنظیم' چونکہ مجلس خلافت کے طرز پر قائم ہوئی تھی' اور محمد علی جمعیتہ خلافت کی مرکزیت کو بہر حال باقی رکھنا چاہتے تھے' اس لئے انھوں نے اس موضوع پر' شرح وبسط سے اپنے خیالات ظاہر کئے ہیں۔

ممکن ہے کسی کو ان خیالات سے اختلاف ہو' اسلوب بیان سے بھی اختلاف ہوسکتا ہے' لیکن تاریخ ساز کی تاریخ نگاری اگر آپ کو دیکھنی ہے' تو اس اختلاف کے باوجود' یہ کڑوے کسیلے گھونٹ آپ کو پینے ہی پڑیں گے!

(مؤلف)

Marfat.com

# ایک دردانگیز مقالہ!

(ہمدرد، فروری ۱۹۲۷ء)

(محمد علی ان حضرات کا تذکرہ کرتے ہوئے، جنھیں وہ غلط رو سمجھ رہے ہیں، اور جن کے مسلک کو وہ مجلس خلافت کے لئے ضرر رساں سمجھ رہے ہیں، فرماتے ہیں):-

Marfat.com

ان حضرات نے کارکنان خلافت کو بدنام کرنے کی جدوجہد جاری رکھی تھی۔ ایسی حالت میں ایک نئے نام کے ساتھ ایک نئی انجمن کا قیام خواہ اس کے کارکنان سب خلافت کمیٹی والے ہی کیوں نہ ہوں دشمنوں کے ہاتھ میں ایک آلہ دے دیتا، اور وہ بلاشک علی الاعلان یہ کہتے کہ اب جمعیت خلافت ٹوٹ گئی۔

اسی زمانہ میں انقرہ کی ترکی حکومت نے خلیفہ ہی کو معزول کر کے خلافت کو بھی منسوخ کر دیا حالانکہ موخر الذکر فعل کا یقیناً انہیں حق نہیں حاصل تھا۔ اس لئے ہندوستان میں ایک جمعیت خلافت کا قیام اور بھی زیادہ ضروری ہو گیا۔

اب مناسب وقت وہی تھا کہ بجائے عثمانی یا ترکی خلافت کی حمایت وحفاظت کرنے والی ایک جماعت ہونے کے خلافت کمیٹی مسلمانان ہند کی وہی خدمت انجام دے جو خود خلافت اسلامیہ کے ذمے خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہر ملک میں جہاں مسلمان رہتے ہوں عاید ہیں۔ اگر ہندوؤں کی طرح مسلمانوں کی تمام آبادی ہندوستان ہی میں رہتی ہوتی اور آج کل کی طرح ایک غیر مسلم قوم ان پر حکمران بھی ہوتی تو ایسی حالت میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ و صحابۂ کبار رضی اللہ عنہم کی ایک کمیٹی کیا طرز عمل اختیار کرتی؟ بے شک وشبہ وہ ایک غیر مسلم حکومت کی قائم کردہ حدود کے اندر رہ کر بھی تمام ایسے کام اپنے ہاتھ میں لے لیتے جن میں مسلمانان ہند کا ذرا بھی مفاد نظر آتا۔ بس یہی سب کام کرنے کے لئے خلافت کمیٹی بھی آمادہ اور مستعد ہو گئی۔ خلافت کمیٹی جس کام کے لئے اٹھی تھی اس کا نصف تو اُس وقت سرانجام پا چکا تھا جب ایشیائے کوچک اور جناق میں خلافت کو تباہی سے بچا لیا گیا۔ اگرچہ بقیہ نصف

Marfat.com

یعنی مغربی تسلط سے آزادی حاصل کرنا جیوں کا تیوں باقی تھا۔ لیکن خود محافظین خلافت کے ہاتھوں نے معاملات کو پیچیدہ کر دیا تھا۔ خلافت اور جزیرۃ العرب ـــــ اِن دونوں مسئلوں کے حل کے لئے یہ ضروری ہو گیا کہ ہندوستان سے وفود روانہ کئے جائیں اور اس لئے اس کی کوشش کی جانے لگی۔ لیکن ہندوستانی مسلمانوں کو اس مرتبہ اتنی فرصت نہیں ملی تھی کہ وہ اپنے معمولی روزمرہ کے مشاغل کی طرف توجہ کر سکتے جن میں ترکی اور دیگر ممالک اسلامی پر پے در پے زلزلہ فگن حملوں سے جن کی ابتدا جنگ طرابلس سے ہوئی تھی اور جن کی وجہ سے خلافت اسلام کی قوتِ بازو کا تحفظ لازمی ہو گیا تھا برابر خلل پڑتا رہا۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اس سخت آزمائش نے کہ جس میں مسلمانان ہندوستان کی تمام جماعتیں مبتلا ہو گئی تھیں یہ ثابت کر دیا کہ اسلامی جماعتوں کی از سرِ نو تنظیم کی ضرورت ہے۔ جمعیتہائے ملی کے تمام کارکن بجز کارکنان خلافت کے اپنے کاموں میں کلاً وجزاً ناکام ثابت ہوئے اس لئے کہ ان جمعیتہائے ملی کے لئے انہوں نے اپنے ذاتی اغراض کے حصول کے لئے نقائص سے لبریز اور جمہوری دستور العمل بنائے تھے، یا پہلے کے بنے ہوئے دستور العمل کی خرابیاں معلوم ہو جانے کے، یا اُن کی ضرورت باقی نہ رہنے کے بعد بھی انہیں عرصہ دراز تک قائم رکھا۔ صرف ایک جمعیت خلافت ہی ایسی تھی جس کی بنیادیں جمہور قوم کی مرضی پر قائم تھیں اور جس کا دستور العمل بھی کافی وسعت رکھتا تھا۔

خلافت کمیٹی میں صرف چار آنے چندہ دے کر ہر مسلمان کو اس کا موقع حاصل تھا کہ ہندوستان کی مرکزی خلافت کمیٹی کے صدر کے درجے تک ترقی کر جائے۔

Marfat.com

کہیں کوئی رکاوٹ ہی نہ تھی، انتخاب بالکل آزادانہ تھا۔ اور کسی قسم کی بندشیں عاید نہ تھیں لہٰذا جمعیت خلافت اور صرف جمعیت خلافت ہی اس بات کی اہل تھی کہ وہ ان تمام کاموں کو اپنے ہاتھ میں لے کہ جنہیں حضرت عمرؓ یا حضرت علیؓ اگر موجودہ حالات میں آج ہمارے درمیان ہوتے تو اپنے ہاتھ میں لے لیتے۔

۱۹۲۵ء میں جمعیت خلافت کی مجلس عاملہ نے مولانا ابوالکلام آزاد اور راقم الحروف کے بیانات سن کر بمبئی میں بالآخر یہ طے کر دیا کہ خلافت کمیٹی اپنے دائرۂ عمل کو وسیع کرے اور مسلمانان ہند کے تمام داخلی امور کو بھی اپنے ہاتھ میں لے لے ان کی تنظیم کرے اور زندگی کے تمام شعبوں میں خواہ وہ مذہبی ہوں یا اقتصادی، سیاسی ہوں یا تعلیمی جو کام بھی مسلمانوں کے مفاد کا ہو اس کے لئے حتی الوسع جدوجہد کرے

اس فیصلہ کے بعد دو ہی ہفتہ کے اندر راقم الحروف نے مولنا شوکت علی صاحب صدر مرکزی خلافت کمیٹی کی طرف سے جو اپنی علالت کے بعد ماتھران میں زمانۂ فرصت گزار رہے تھے ایک مفصل بیان تیار کیا جسے انہوں نے اخبارات میں بھیج دیا۔ عین اسی زمانہ میں ڈاکٹر کچلو نے جو دہلی اور بمبئی میں تمام مشوروں میں شریک ہو چکے تھے تنظیم کا ایک پروگرام بھی شائع کر دیا۔

یہ ارادہ تو کبھی بھی نہ تھا کہ خلافت کمیٹیاں ان کاموں کو بھی جنہیں دوسری جماعتیں اطمینان بخش طریقے پر انجام دے رہی تھیں بند کرا کے خود ہی کرنے لگیں ان کا انجام دینا صرف یہی نہیں کہ خلافت کمیٹیوں کی استطاعت و وسائل سے باہر ہوتا بلکہ سراسر محنت اور قوت عمل کی تضیع ہوتا۔ اس لئے طے پایا کہ جون ۲۵ء کے آخری ہفتہ میں دہلی میں مرکزی خلافت کمیٹی کا جلسہ کیا جائے تاکہ تنظیم ملی کے مسئلہ پر غور کیا جا سکے اور اس جلسہ میں جمعیتہ العلما اور مسلم لیگ کو بھی دعوت شرکت دی جائے

Marfat.com

جائے تاکہ مشورۂ باہمی سے یہ تحقیق اور طے ہوسکے کہ منادملی کے کاموں کی اس طویل فہرست میں سے جس کی انجام دہی کے لئے اب جمعیت خلافت خود کو ذمہ دار سمجھتی تھی۔ اور جنہیں اس صورت میں کہ کوئی اور جماعت انہیں انجام دینا قبول نہ کرے۔ روپیہ اور کارکنوں کی فراہمی پر خود جمعیت خلافت انہیں انجام دینا اپنا فرض سمجھتی تھی کون کون سے کام دوسری جماعتیں اپنے ذمہ لینا چاہتی ہیں۔

## جمعیۃ خلافت

لیکن اس مجوزہ تقسیم عمل کے متعلق دو باتیں ہر وقت پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ اول یہ کہ ان تمام کاموں کے لئے جو منادملی سے متعلق ہوں لیکن جنہیں دوسری جماعتیں اپنے ذمہ لینا گوارا نہ کریں جمعیت خلافت وہ جماعت تھی جو مجبور تھی کہ انہیں سرانجام دے۔ گو یہ تو ظاہر ہے کہ جمعیت خلافت ان کاموں کو اسی حد تک سرانجام دے سکتی تھی جس حد تک کہ قوم ان کے لئے روپیہ اور کارکن فراہم کرتی۔ دوسرے یہ کہ خلافت کمیٹی کسی دوسری جمعیت کی طرف سے کسی کام کی انجام دہی سے مطمئن نہیں ہوسکتی تھی۔ خواہ اس کے کرنے میں کتنی ہی کامیابی کیوں نہ حاصل ہو۔ اگر وہ احکام اسلامی کے خلاف طریقہ پر کیا گیا ہو۔ اور حکومت کے ساتھ تعاون کو خلافت کمیٹی احکام اسلامی کے خلاف طریقہ قرار دے چکی تھی۔ اور اسکی تصدیق بعد میں جمعیت العلماء نے بھی کر دی تھی۔

حامیان تعاون کے کسی کام کرنے پر خلافت کمیٹی کو اعتراض نہ تھا اور وہ ان کے کام سے مطمئن ہو سکتی تھی۔ لیکن اسیوقت جبکہ کام کی انجام دہی کے لئے وہ حکومت کے ساتھ تعاون نہ کرتے یا بالفاظ دیگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جمعیت خلافت کے تارکین تعاون۔ حامیان تعاون کے ساتھ تو اشتراک عمل کر سکتے تھے۔ اگرچہ اسکے

Marfat.com

بہت سے ارکان حامیان تعاون ہیں۔ بشرطیکہ انجمن ان یتیم خانوں کے کام میں حکومت کی امداد لینے اور حکومت کو اختیارات دینے سے باز رہے۔ اسی طرح وہ ان لوگوں سے بھی اشتراک عمل کر سکتے تھے۔ جو کوئی ٹکنکل مدرسہ یا صنعتی یا حرفتی کارخانہ قایم کریں۔ خواہ یہ لوگ حامیان تعاون ہی کیوں نہ ہوں۔ بشرطیکہ اس مدرسہ یا کارخانہ کے لئے وہ نہ تو حکومت کی اعانت حاصل کریں اور نہ حکومت کو اس مدرسہ یا کارخانے میں دخل دینے دیں۔ لیکن جبھی کہ یہ لوگ ایسے یتیم خانوں مدرسوں اور کارخانوں میں حکومت کی مدد لینا اور اسے دخل اندازی کے اختیارات دینا گوارا کر لیتے تو جمعیت خلافت کے لئے اسی وقت لازمی ہو جاتا کہ اپنے یتیم خانے اور اپنے صنعتی اور حرفتی مدارس علیحدہ قایم کرے گو نہ ان میں اتنا اچھا ساز و سامان ہوتا اور نہ ان کی اتنی آمدنی ہوتی۔ اسی مطلب کو دوسرے الفاظ میں یوں ادا کیا جا سکتا ہے کہ ہم حامیان تعاون کے پلاؤ اور زردے میں شریک ہو سکتے تھے۔ مگر اسیوقت تک جب تک کہ اسکے تمام اجزا حلال ہوں۔ اور اس سے بحث نہ رکھتے کہ پکانے والے اور جنس مہیا کرنے والے حامیان تعاون ہیں یا تارک تعاون۔ لیکن جونہی پلاؤ کی یخنی میں مردار گوشت، یا زردہ میں سؤر کی چربی استعمال کی جاتی تو ہم کو مجبوراً فوراً ہاتھ کھینچ لینا پڑتا۔ اور اگر پلاؤ زردے کی استطاعت نہ ہوتی تو باتو اپنا دال بھات تیار کرتے۔ یا اس سے بھی درگزر کر کے جو کچھ بھی جو کی بھوسی بطور اکل حلال کے میسر آجاتی۔ کھا کر اپنا پیٹ پال لیتے۔

سال گزشتہ میں یہ معلوم کرنے کے لئے کہ مسلمانوں کی دوسری جماعتیں کیا کیا کام کر رہی ہیں۔ یا کیا کام آیندہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ نیز یہ معلوم کرنے کے لئے کہ دوسری جماعتیں حکومت کے ساتھ تعاون کرینگی۔ یا بلا تعاون کے ان

کاموں کو سرانجام دیگی۔ مرکزی خلافت کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ دوسری اسلامی جماعتوں کو دلی میں مدعو کیا جائے۔ یہ حقیقتاً پارٹیز کانفرنس کی بنا تھی کہ جو سال گزشتہ میں منعقد نہ ہوسکی۔ مسلم لیگ تو ہمیشہ کی ناغہ کرنے والوں میں تھی اور باوجود اس مضمون کا ایک ریزولیوشن پاس کرنے کے بھی کہ جمعیت خلافت اور دیگر جماعتوں سے مشاورت کی جائے۔ وہ خلافت کمیٹی کے جلسے میں شریک نہیں ہوئی۔

گزشتہ ڈسمبر کے بڑے دن کی تعطیلوں میں جب مولانا شوکت علی صاحب نے بمشکل مسلم لیگ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اگر وہ خلافت کمیٹی کی مدعوہ کردہ کانفرنس میں شرکت کرنے سے گریز کرتی ہے تو خود ایک ایسی کانفرنس مدعو کرے۔ لیگ نے اس مضمون کا ریزولیوشن پاس تو کردیا کہ ایک آل مسلم پارٹیز کانفرنس مدعو کی جائے مگر عمل سے اس مرتبہ پھر قاصر رہی۔

کنور عبدالوہاب خاں صاحب جو کہ راقم الحروف پر برابر زور دیتے رہے تھے کہ ایک ایسی کانفرنس منعقد کی جائے۔ بالآخر اس سال امرتسر میں کانفرنس منعقد کرانے میں میر غلام بھیک صاحب نیرنگ کے سرگرم اشتراک عمل، اور ڈاکٹر کچلو کی میزبانی پر آمادگی سے کامیاب ہو گئے۔

یہ شرط کر لینے کے بعد کہ جس طرح بعض پنجابی احباب نے پچھلے سال مرکزی خلافت کمیٹی کے اجلاس کے موقعہ پر تارکین تعاون سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ حکومت کے ساتھ تعاون کرلیں۔ اس مرتبہ ایسا مطالبہ نہ کیا جائیگا۔ بلکہ مفاد مسلمانان کیلئے جو کارروائیاں کی جارہی ہوں۔ انکی تنظیم مسلمانوں کی تمام موجودہ جماعتوں کے باہمی مشاورت سے کی جائیگی۔ اور یہ بھی تحقیق کیا جائیگا کہ کونسی جماعت کیا کیا کرنا چاہتی ہے۔ اور کن کاموں میں ہماری شرکت ممکن ہے۔ اور کون سے کام ہر ایک جماعت کو بطور خود کرنا پڑینگے

Marfat.com

راقم الحروف بھی نہایت خوشی سے کانفرنس کے داعیوں میں شامل ہو گیا اور مولانا شوکت علی بھی شامل ہو گئے۔ لیکن ہمیں یہ خیال کبھی کاہے کو آیا تھا کہ بعض عہدہ داران خلافت اس بات پر زور دیں گے کہ جمعیتہ خلافت کو اس کام کے انجام دینے یا اس کے بیشتر حصہ سے محروم کر دیا جائے۔ جس کا انجام دینا اسے ۱۱ر مئی اور پھر ۲۴ر جون کو اپنے ذمہ لیا تھا۔ اور بجائے اس کے کہ مفاد ملی کے کل کاموں کو موجودہ جماعت ہائے اسلامی کے درمیان تقسیم کر دیا جائے اس کانفرنس کے ارباب حل و عقد ایک نئی مرکزی جماعت بنائیں گے۔ پھر کسے خبر تھی کہ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ خود مرکزی خلافت کمیٹی کے صدر صاحب (ڈاکٹر کچلو) خلافت کمیٹی سے علیحدہ ہو کر اس نوزائیدہ جماعت کے سکرٹری بن جائیں گے۔

اس مسئلہ کے بعض اور پہلوؤں پر گفتگو کرنے کے بعد، جن کی تفصیل یہاں ضروری نہیں، انھوں نے ہمدرد کے قارئین سے دل و دماغ کو دعوت تفکر دی ہے۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے قارئین کرام ہی خود اس امر کا فیصلہ کیا کریں اور ایک مرتبہ جب اس نئی تحریک کی تمام تاریخ ان کے سامنے آجائیگی تو ہمیں یقین ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں گے اور صحیح فیصلہ کریں گے۔

## میرنیرنگ کے اعتراضات

Marfat.com

میر نیرنگ نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے کہ ہم اپنے اس مضمون میں جس پر انہوں نے پورے پنجابی جوش سے حملہ کیا ہے۔ صرف ان حالات کی توضیح و تشریح کر رہے تھے جو امرتسر کانفرنس سے پہلے پیش آچکے تھے، تاکہ ہمارے قارئین اس واحد فیصلہ کی حقیقت و صلیت کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ اور جبکہ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ کانفرنس کی روئداد اور اسکے فیصلے پر اظہار خیال کو ہم نے اشاعت آیندہ پر اُٹھا رکھا تھا تو کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ ذرا صبر سے کام لیتے اور ہمارے خیالات معلوم کرنے سے پہلے اپنے جذبات کی اشاعت کے لئے نہ دوڑ پڑتے ہم اپنے جلد باز کرم فرما کے ساتھ نا انصافی کرنا نہیں چاہتے اور ہمیں اس امر کا اعتراف ہے کہ ہم اینگ انہیں ایک ایسا خاموش، مرنج و مرنجان، اور ہر دلعزیز شخص سمجھتے تھے جسے اخبار کے کالموں میں دوسروں پر حملہ کرنیکا زیادہ شوق نہ ہو۔

ہم جانتے ہیں کہ اس اقبال کے بعد انہیں ہم پر یہ صریحی غلط الزام لگانے کا موقعہ ملجائیگا کہ اس صحافی جنگ زرگری میں ان کی شرکت کا باعث ہمارا غیر مصلحانہ طرز عمل ہوا۔ مگر اس کے باوجود ہم ایک امر حق کے اعتراف سے باز نہیں رہ سکتے۔

اگر صوبہ وارانہ عصبیت کو جرم کہا جا سکتا ہے تو اس عصبیت سے متاثر حضرات خواہ کتنا ہی اس حمیۃ الجاہلیۃ سے انکار کیوں نہ کریں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ آج بنگال کی طرح پنجاب بھی اس عصبیت میں مبتلا ہے۔ غریب محب وطن صوبۂ متحدہ جس پر کہ مغلوب الغیظ میر صاحب نے اس قدر زور سے حملہ کیا ہے گزشتہ زمانہ میں کسی طرح بھی صوبہ وارانہ عصبیت کے جذبہ کی پرورش نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اگر دار السلطنت دہلی کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے تو یہ خطہ مرجع خلایق بنا ہوا تھا۔ ساری دنیا کی سڑکیں اسی خطے کو جاتی تھیں اور دنیا بھر کے لوگ اسی خطہ میں آکر رہتے تھے۔ ایک دائرے کے مرکز کا تعلق دائرے کے تمام اقطاع کے ساتھ کچھ ایسا ہوا کرتا ہے کہ اس میں بجز مرکزیت کے اور

Marfat.com

حالت پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ اور ایک قطع دائرہ کی طرح وہ خود کو جدا نہیں کر سکتا۔
پنجاب کی اس قدر بغیظ آمیز وکالت کرتے وقت میر نیرنگ نے "محب وطن صوبۂ متحدہ" کو ناحق درمیان میں گھسیٹ لیا۔ کیونکہ یہ تو ہمارا کبھی بھی مقصد نہ تھا کہ ہم پنجاب پر صوبۂ متحدہ کی فوقیت کا دعویٰ کریں۔ لیکن اگر وہ ایسا نہ کرتے تو پھر یہ کیسے ثابت ہوتا کہ باوجود پنجاب کے "مشرق بعید" بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ تقریباً صوبجات متحدہ کے اضلاع متدرہ کے باشندے ہونے کے وہ پکے پنجابی ہیں۔ جن کے جذبات خواہ وہ غصہ و نفرت کے ہوں یا مودت و محبت کے جلدی سے بھڑک اُٹھتے ہیں اور جو صوبہ وارانہ عصبیت میں غرق ہیں۔

ان کے "مسلم آؤٹ لک" والے "اُپھان" میں جو چیز سب سے زیادہ عجیب ہے وہ ان کا غریب رامپور کو کانٹوں میں گھسیٹنا ہے۔ میر صاحب پنجاب کے ہندوؤں کے دعاوی سے ناواقف ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ انہیں اور زیادہ ناراض کریں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مسلمانان پنجاب کی "۵۵ بچوینجا" فیصدی کی اکثریت اور غیر مسلموں کی ۴۵ فیصدی کی اقلیت کم از کم اس معاملہ میں تو ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ گئے سال جب مہاتما جی لاہور تشریف لے گئے تھے۔ اور یہ کوشش کی جا رہی تھی کہ پنجاب کے ہندو مسلم مسئلہ پر غور کرکے ممکن ہو تو ایک بار اس کا آخری فیصلہ کر دیا جائے۔ اسوقت راقم الحروف نے عرض کیا تھا کہ فرقہ وارانہ فسادات کے بڑے سوت سرزمین پنجاب ہی سے نکلے ہیں۔ اس کا جواب ایک ہندو حامی پنجاب نے یہ دیا تھا کہ حال کے تمام فسادات واقع تو صوبہ متحدہ ہی میں ہوئے تھے اس پر جب مہاتما جی نے یہ فرمایا کہ کچھ بھی ہو گنگوتری تو لاہور ہی ہے۔ تو لالہ لاجپت رائے نے غصہ میں جامہ سے باہر ہو کر بالکل وہی الفاظ زبان سے نکالے تھے جو آج

Marfat.com

میر نیرنگ فرما رہے ہیں، "جی نہیں! ہرگز نہیں! گنگوتری لاہور نہیں بلکہ رامپور ہے"

## سخن گسترانہ بات

لالہ جی تو ایک سیاسی بزرگ ہیں شاعری سے شاید انہیں دلچسپی نہ ہو، مگر میر صاحب تو ماشاء اللہ باوجود دعوے دارانہ عصبیت کے اقبال و گرامی کی طرح خود بھی شاعر ہیں۔ اس لئے ہم انہیں غالب کی زبان سے جواب دیتے ہیں ؎

قفس میں مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

یادش بخیر رامپور کبھی ہمارا تھا مگر ع

یہ قصہ ہے جب کا جب آتش جواں تھا

خاندان میں سب سے بڑی مرحومہ بی اماں تھیں۔ ان غریب نے رامپور میں ایک ذرا سا گوشۂ زمین بڑے چاؤ سے خریدا تھا کہ مرنے کے بعد ان کی بوسیدہ ہڈیاں وطن ہی کی خاک کا پیوند ہوں۔ اور جس پہلوٹھی کے بیٹے کو دست اجل نے ان سے چھین لیا تھا اسے پھر اپنی ترسی ہوئی آغوش میں لیکر دائمی استراحت میں مصروف ہو جائیں۔ مگر قضاو قدر نے انہیں رامپور میں نہ مرنے دیا۔ مرض الموت کی حالت میں انہیں اپنا بستر مرگ اٹھوا کر دہلی لانا پڑا۔ اور یہیں برطانوی ہند کی مٹی انہیں نصیب ہوئی۔ خاندان میں سب سے چھوٹا وہ بچہ ہے جو راقم الحروف کا نواسا اور بڑے بھائی کا پوتا ہے اس بچے کو بھی رامپور میں پیدا ہونا نصیب نہ ہوا۔ پیدا ہونے سے قبل اسکا گہوارہ بھی اٹھکر دہلی آیا۔ اور اسکا نال بھی اسی برطانوی سرزمین میں گڑا۔ جہاں بی اماں دفن ہوئی تھیں۔ اور ہماری اولاد میں یہی ایک بچہ ہے جو برطانوی زمین پر پیدا ہوا ہے۔ اور برطانوی رعایا ہے۔ جس رامپور سے کہ ہمارا موت اور زیست

Marfat.com

تک کا تعلق منقطع ہو چکا افسوس ہے کہ میر صاحب کو اسی رامپور کا ذکر درمیان میں لانے سے ان کی پنجابیت نہیں، تو ان کی شاعرانہ ذکاوت حس بھی مانع نہ آئی۔ غالب کے شعر سے اگر ان کا اطمینان نہ ہوا ہو تو ممکن ہے کہ جوہر کی ہرزہ سرائی انہیں خاموش کر سکے۔ اور اس امید پر ہم ان کے مطالعہ کے لئے دو جلاوطن فرزندوں کی تاریخ حیات کا ایک مختصر باب پیش کرتے ہیں۔ ؎

گھر چھٹا یوں کہ چھوڑنے والے — تھے نہ ہم اس کے آشیانے کے
ایک اک کر کے سب کے سب تنکے — گئے برباد آشیانے کے
گومنا چند دن مقدر تھا — ساتھ ساتھ اپنے آب و دانے کے
دیکھئے اب یہ گردش تقدیر — کہیں آنے کے ہیں نہ جانے کے
پوچھتے کیا ہو بود و باش کا حال — ہم ہیں باشندے جیل خانے کے

قید میں جوہر اتنی بیباکی
سب یہ لچھن ہیں مار کھانے کے

یہاں تک تو محب وطن صوبہ متحدہ کا اور رامپور کا تذکرہ ہوا جس کی ہم [illegible] مگر یہ تمام تذکرہ فی الحقیقت غیر ضروری تھا۔ پنجاب ایک نہایت اچھا صوبہ ہے اور اس کے باشندے صحیح معنوں میں محبت کے قابل ہیں۔ ہم یہاں پر اپنا وہی فقرہ دھرانا چاہتے ہیں جو ہم نے کسی گزشتہ اشاعت میں پنجاب پر ساؤتھ ملابار کا اثر بیان کرتے وقت لکھا ہے "اہل پنجاب جوشیلے پبلک کی خدمت کرنے کے شائق سخی اور فیاض طبع لوگ ہیں۔ اور سر سید احمد خاں کے عطا کردہ خطاب "زندہ دلان پنجاب" کے مستحق ان کا وہ موثر اظہار الفت جو انہوں نے علی برادران کے ساتھ کیا تھا ہر دل سے نکال دیتا۔ اسکول ماسٹروں کی دعوت جو کہ خود اسلامیہ اسکول کے کمرے میں

Marfat.com

دی گئی تھی۔ اور جس میں کہ میر نیرنگ اور ڈاکٹر کچلو نے ان پر ایک بڑی فتح حاصل کی تھی۔ امرتسر کے رضاکاروں، اور ان کے کپتان کی محبت آمیز عنایت، اور ان سب پر طرہ، وہ خیر الدین کی مسجد کا عجیب و غریب جلسہ اہل پنجاب کی زندہ دلی کا بین ثبوت تھے۔ اگر ہم یہ کہہ دیں کہ اہل پنجاب تو اچھے ہیں مگر انکی رہنمائی صحیح طریقہ پر نہیں ہوتی تو میر نیرنگ کو مطمئن ہوجانا چاہیے۔ مگر آجکل کا ان کا آمادۂ پیکار انداز دیکھ کر ڈر لگتا ہے کہ کہیں غصہ اور زیادہ نہ آجائے۔ کیونکہ آجکل وہ عام اہل پنجاب میں سے نہیں ہیں بلکہ خود لیڈر ہیں۔

اہل پنجاب کی جانب سے مایوس ہونے کی ابھی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ خواہ وہ کیسی ہی صوبہ دارانہ عصبیت میں مبتلا کیوں نہ ہوں۔ پھر بھی بقول میر نیرنگ، انہوں نے کبھی خان بہادر برکت علی خان صاحب جیسے لیڈروں کے رستہ میں جن کا وطن گو، روہیلکھنڈ کا مرکزی شہر رامپور نہ ہو، مگر پھر بھی شاہجہاں پور تھا کوئی روڑا نہ اٹکایا۔ اسے کوئی ہمارا غرور خیال کرے یا خود غرضی۔ مگر ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہماری تمنا ہے کہ اہل پنجاب جیسے نیک لوگوں کی ہم رہنمائی کریں کیونکہ جیسا کہ خود میر نیرنگ صاحب نے راقم الحروف کو گمراہان طریقت کے متعلق اس کا فرض یاد دلانے کے لئے لکھا تھا کہ ؎

اگر بینی کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینی گناہ است

ہماری خاموش نشینی یقیناً گناہ ہوگی۔

اہل پنجاب نابینا نہیں ہیں مگر ان کے سریع الحس جذبات انہیں اندھا دھند جھپٹنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ اور بدقسمتی سے راستہ میں ایک کنواں کیسا؟ پورے

Marfat.com

پانچ دریا ہیں۔ ان حالات کو مدنظر رکھ کر آپ ہمیں معذور، خود غرض کہہ لیجئے۔ مگر آپ ہم پر یہ الزام نہیں لگا سکتے کہ ہم خاموش بیٹھے رہے۔ جبکہ مستقبل اسلام اور مستقبل ہند جیسی چیزیں خطرے میں تھیں۔ غصہ کے جوش میں میر نیرنگ یہ کہہ گئیں کہ متھرا بھی صوبہ متحدہ میں ہے۔ جہاں سوامی دیانند کی صد سالہ سالگرہ منائی گئی تھی اور مالوی جی بھی صوبہ متحدہ ہی کے ہیں جو تحریک سنگھٹن کے روح رواں ہیں۔ مگر ان کے عجائب خانے کے نئے شیر نے استقبالیہ کمیٹی کے صدر کی حیثیت میں نہایت کھلے ہوئے الفاظ میں اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں جو عین اسوقت شروع ہوئیں کہ جب تحریک آزادی کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ اور جو راہِ آزادی میں دو بڑی رکاوٹیں ہیں۔ اس سرزمین پنجاب میں پیدا ہوئی تھیں۔

## متعلق اور غیر متعلق

میر نیرنگ صاحب وکالت سے لاکھ علیحدگی اختیار کر چکے ہیں۔ مگر متعلق اور غیر متعلق،، تو نہیں پھر بھی معلوم ہوگا۔ وکلاء بالعموم اس بات کے لئے بدنام ہیں کہ انہیں غیر متعلق باتوں سے اُلجھنے اور خلط مبحث کر دینے سے بہت شغف ہوتا ہے جس میں پیشیاں بڑھتی رہیں۔ اور فیس کا سلسلہ ختم نہ ہونے پائے۔ مگر میر صاحب کے لئے تو اب زبان زد خلائق شغف کسی مالی منفعت کا باعث نہیں ہو سکتا۔ اس لئے انہیں اب کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ متعلق کو غیر متعلق کے ساتھ اور غیر متعلق کو متعلق کے ساتھ گڈ مڈ کر دیں۔ مگر بحث و مناظرہ سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے، وہ خود ہی ہر عامی کو وکیل بنا دیا کرتی ہے۔ بالخصوص پنجاب میں اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ میر نیرنگ نے ڈاکٹر کچلو کی افتتاحی تقریر پر تو کچھ اعتراض نہ کیا جس میں اس کانفرنس کے انعقاد سے پیشتر کے حالات اور وہ اسباب بیان کئے گئے تھے جو ان کے نزدیک اس

Marfat.com

کانفرنس کے انعقاد کا باعث ہوئے۔ اور اس مرض کے تمام اسباب کی تشریح کی گئی تھی جس کے لئے ڈاکٹروں، حکیموں، ویدوں سب کو سر سے سر جوڑ کر تشخیص مرض اور تجویز نسخہ کرنے کے لئے بلایا تھا۔ نہ میر صاحب نے نواب اسمٰعیل خان کی صدارتی تقریر پر کوئی نکتہ چینی کی جس میں اسی قسم کی تاریخ دھرائی گئی تھی، مگر انہیں حالات کو جب ہم بیان کرنے لگے اور مرض کی تشخیص اور اسباب کی تشریح جب ہم نے کی تو میر صاحب نے اسکا نام خلط مبحث کی تصویر رکھدیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ

"جولائی ۱۹۲۵ء کی آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے وقت اس سے کیا واسطہ کہ ۱۹۱۱ء کی طرابلس کی جنگ سے پہلے دنیائے نصرانی کی اسلام کے متعلق کیا پالیسی تھی؟ ہمیں حالات حاضرہ سے دور نہ ہونا چاہئے، ورنہ پھر ہمیں اور بھی پیشتر کے زمانے تک جانا پڑے گا اور شاید جنگ ہائے صلیبی یا ان سے بھی قبل کے زمانہ کا حال بیان کرنا پڑے تاکہ ہم یہ ثابت کرسکیں کہ کس طرح عالم نصرانی نے اسلام کی تباہی کی تجاویز سوچنا شروع کیں۔ کس طرح وقتاً فوقتاً ان تجاویز پر عمل کیا گیا۔ اور آخر کار کس طرح صورت حال ایسی ہوگئی کہ تحریک خلافت ناگزیر ہوگئی۔ اور بلا تشدد ترک تعاون ہی ایک ایسی حقیقی اسلامی اور عین مطابق مذہب پالیسی رہ گئی ہے جسے اختیار کیا جاسکے یہ سب باتیں دو یا تین فقروں میں بیان ہوسکتی تھیں"

ہمیں اس امر کا اعتراف ہے کہ ہم میں وہ اختصار نہیں ہے جسے ظرافت کی جان کہا جاسکتا ہے اور جس سے کام لیکر ہمارے میر صاحب نے پنجابی ہمعصر کے پورے پانچ کالم سیاہ کئے ہیں۔ مگر ہمارے مغلوب الغیظ کرم فرما کے دماغ میں جب دو تین کالم بھی اصل مطلب نہ بٹھا سکے تو دو تین فقرے کیسے بٹھا دیتے؟ ہم نے نہ تو قرون جاہلیت کا ذکر کیا تھا کہ جب آفتاب اسلام طلوع ہوا، اور نہ قرون

Marfat.com

وسطیٰ کا کہ جب صلیبی لڑائیاں واقع ہوئیں، بلکہ صرف ۱۹۱۱ء کے اس حملے سے اس قصے کی ابتدا کی تھی جس نے ہندوستان کے مسلمانوں کی پہلی بار آنکھیں کھولیں اور یہ بات سوجھائی کہ عالم نصرانی کی سازشیں، ترکی، ایران، طرابلس اور مراقش جیسے بیرونی ممالک کے خلاف نہ تھیں، بلکہ ہر کلمہ گو مومن کے قلب، دماغ اور روح کے خلاف تھیں،

یہی بات اب پھر تنظیم و تبلیغ کے ہزرہ سرا جنہوں نے ڈاکٹر کچلو، اور میر نیرنگ کو اپنے جال میں اس طرح پھانس لیا ہے، جس طرح مکڑی کی مکھی کو پھانس لیتی ہے، ہمارے دلوں سے محو کرنا چاہتے ہیں اور اندرونی، بیرونی، اور داخلی وخارجی کی غیر اسلامی تفریقیں اور امتیازات نکال رہے ہیں۔

ہم نے اس پر بھی زور دیا تھا کہ جن لوگوں نے ایسے وقت پر ہم سے اور اسلام سے دغا کی، اور قلب اسلام کی حفاظت سے جی چرایا کہ جب میر نیرنگ کو خود اعتراف ہے کہ تحریک خلافت ناگزیر تھی، اور بلا تشدد ترک تعاون ہی ایک "حقیقی اسلامی" اور "عین مطابق مذہب" پالیسی تھی جسے اختیار کیا جا سکے ان سے آج بھی بجز اس کے اور کیا امید ہو سکتی ہے کہ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کے حصے کے متعلق، یا مجالس حکومت میں ان کی نمایندگی کے متعلق، یا نوجوانان اسلام کی تعلیم کے متعلق، یا مسلمانوں کی ایامیٰ و یتامیٰ کے متعلق وہ ہمیں اور اسلام کو دغا دیں گے اور اسلام کے اعضاء و جوارح کی حفاظت سے بھی جی چرا یا تھا اسلام کے ساتھ غداری میں یہ لوگ کسی طرح بھی اس شریف مکہ اور اسکی ذریات سے کم نہ تھے۔ جس کے وفد کے ساتھ عام انسانی، ہندوستانی، اسلامی تواضع کرنا بھی ان حامیان تبلیغ و تنظیم کو گوارا نہ ہوا۔ حالانکہ امیر علی نے باوجود ہمارے وفد کے راستہ

Marfat.com

روڑے اٹکانے کے، اور باوجود یہ معلوم ہونے کے کہ ہم اس کے مخالف ہیں۔ اور حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب کے نظم مملکت کو اس کے وجود سے پاک کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے وفد کی خاطر و مدارات کی تھی۔ تماشہ یہ ہے کہ مسلمانان پنجاب کے اکثر لیڈر اگرچہ اس بات کے مدعی ہیں کہ وہ ہم سے بھی زیادہ شریف غدار سے نفرت کرتے ہیں۔ مگر خود ان کے درمیان جو غداران اسلام موجود ہیں ان پر اعتبار و اعتماد کرنے کے لئے اس طرح تیار ہیں گویا ان غداروں کی کبھی آزمایش ہی نہیں ہوئی ہے اور کبھی وہ اس آزمایش میں ناکارہ ثابت ہی نہیں ہوئے ہیں۔ ہمیں اور ہمارے شرکاء کار کو گو یہ حضرات خود علی الاعلان گالیاں نہ دیتے ہوں مگر اس کو خوشی سے گوارا کر لیتے ہیں کہ دوسرے ہمیں گالیاں دیا کریں اور یہ صرف اس لئے کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرنا چاہتے ہیں اور ہمیں یہ پسند نہیں ہے کہ مسلمان ایک ہی چھید سے دوبارہ کاٹا جائے۔

ہم جس طرح شریف حسین اور اسکی ذریات کو خارج از اسلام نہیں سمجھتے اسی طرح ان غداروں کو بھی مسلمان لقب دینے سے انکار نہیں کرتے نہ انہیں ہم نجات اُخروی سے محروم کرتے ہیں کیونکہ ہم خدا کے حقوق غصب نہیں کرتے اور اسی کو مالک یوم الدین مانتے ہیں۔ ہم خود اپنے اعمال سیاہ کو اپنا ذریعۂ نجات نہیں خیال کرتے، بلکہ اسی کی رحمت پر بھروسہ کئے بیٹھے ہیں جو ہر شے پر چھائی ہوئی ہے۔

لیکن اگر مسلمانان پنجاب کے لیڈر یہ چاہیں کہ ہم اپنی نجات دنیوی کے لئے ان لوگوں پر بھروسہ کریں اور ہمارے خیالات، اعتقادات اور افعال ہر ایک سے یہی ٹپکنے لگے کہ گویا گزشتہ جنگ اسلام کے ساتھ وفاداری کے متعلق

Marfat.com

ایک فیصلہ کن آزمائش نہ تھی۔ تو ہمیں اس سے قطعی انکار ہے۔ اور ہم ہرگز ایسا نہیں کرسکتے توبہ کا دروازہ تنگ ہے نہ بند۔ ان غداروں کے اس دروازہ میں داخل ہونے کی دیر ہے جوں ہی یہ تائب ہوئے ہم ان پر بھروسہ کرنے لگیں گے۔ مگر جب تک کہ وہ درِ توبہ کی بجائے آستانِ حکومت پر جبہ سائی میں مشغول ہیں، اور کمشنر کے بنگلہ کے برآمدہ میں، یا کلکٹر کی کوٹھی کے پیڑ کے سایہ میں سو کھ رہے ہیں۔ ہم پرانے بچھوؤں کے اسی سوراخ میں دوبارہ انگلی ڈالنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

## ہمارا عہد و پیمان

میر نیرنگ صاحب اگر ہمارے عہد و پیمان کا یہ مطلب سمجھے ہیں کہ ہم پھر اسی سوراخ میں اپنی انگلی رکھیں یا دوسروں کو ایسا کرنے کی ترغیب دیں تو وہ سخت غلطی پر ہیں۔ ہم ان لوگوں کو پورا موقع دیں گے۔ اور اگر ان میں اصلاح کا شائبہ بھی نظر آیا تو ہم سے زیادہ کسی کو خوشی نہ ہوگی۔

اپنے متعلق ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح میر نیرنگ سنہ ۱۹۲۰ء میں ترکِ تعاون کو "ناگزیر"، اور ایک حقیقی اسلامی، اور عین مطابق مذہب پالیسی اختیار کرتے تھے ہم آج ۱۹۲۵ء میں بھی اسے ویسا ہی ناگزیر اور حقیقی اسلامی اور عین مطابق مذہب پالیسی خیال کرتے ہیں۔ تاہم جیسا کہ ہم ہمیشہ بھی صاف صاف کہہ چکے ہیں ہم اس بات پر آمادہ ہیں کہ حامیانِ تعاون کے ساتھ اس حد تک اشتراکِ عمل کریں کہ جس حد تک اس اشتراکِ عمل کی بدولت ہمیں حکومت کے ساتھ اشتراکِ عمل نہ کرنا پڑے۔ مثلاً ایسے یتیم خانوں کے متعلق، یا ایسے صنعتی مدارس اور فنی کارخانوں کے متعلق جنہیں نہ تو حکومت سے امداد ملتی ہے، اور نہ جن پر اس کا قبضہ ہو۔ ہم ان کے ساتھ اشتراکِ عمل کے لئے تیار ہیں۔ ہم اس سے بھی آگے بڑھتے ہیں اور کہتے ہیں

Marfat.com

کہ اگر مجالس مقننہ میں، عدالتوں میں، یا کالجوں اور اسکولوں میں وہ حکومت کیساتھ اشتراک عمل کرکے کوئی ایسی چیز حاصل کرلیں کہ جو حقیقتاً مسلمانوں یا ہندوستانیوں کے لئے مفید ہو تو گو ہم اس اشتراک عمل کو برا سمجھتے ہیں، اور اس سے مفید نتائج مرتب ہونے میں ہمیں بہت کچھ شک ہے۔ تاہم اس طرح حاصل کئے ہوئے فوائد میں۔ ہم ان کے ساتھ شریک ہونے سے احتراز نہ کریں گے۔ اگر مسٹر غلام محی الدین کسی متوفی کے حلق میں عدالت کے قرق امین کی انگلی ڈالکر وقف کی جائداد اگلوالیں تو وہ ہمارے لئے بھی اسی قدر حلال ہوگی جس قدر ان کے لئے۔ اور اگر کوئی مسلمان ایسے کالجوں، اسکولوں، اور یونیورسٹیوں سے تعلیم پاکر بھی سچا مسلمان رہے کہ جنہیں حکومت کی امداد ملتی ہے اور جن پر حکومت کا قبضہ واقتدار ہو۔ تو وہ ہمارے لئے اچھوت نہ ہوگا۔ اور ہم اس میں بھی تامل نہ کریں گے کہ اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت اس کے سپرد کر دیں لیکن باوجود اس کے کہ ہمارے پاس انہیں لکھانے پڑھانے کے ذرایع اور سامان اسقدر قلیل اور ناکافی ہوں کہ جس قدر جامعہ ملیہ کے پاس ہیں ہم بچوں کی تعلیم وتربیت کی جانب سے صرف اسی امید پر غفلت نہیں کرسکتے کہ علیگڈھ یونیورسٹی کے ٹرسٹی، یا اسلامیہ کالج لاہور کی مجلس منتظمہ انہیں اب کچھ اس سے زیادہ حب مذہب کی تعلیم دیا کرے گی جیسی اس زمانہ میں دی گئی کہ جب ترک تعاون ناگزیر اور حقیقی اسلامی، اور عین مطابق مذہب پالیسی تھا۔ ہم مسجدوں۔ درگاہوں اور خانقاہوں کو ترقی دیکر اسلامی عقاید اور اسلامی تہذیب کے حقیقی مرکز بنانے میں ذرا سی بھی دیر نہ کریں گے اور ان کے متولیوں اور منتظمین کو ترغیب دینے کا بلکل الیسر کام اس فضول امید پر نہ اٹھا رکھیں گے کہ ہمارے اغراض ومقاصد کی مخالف حکومت کی عدالتیں جلد اس بات کی ڈگری دیدینگی کہ ان کا روپیہ، عمارتیں اور سامان ہمارے مقاصد کی

Marfat.com

پیروی کے لئے ہمیں ملجائے۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ (اور قول مرداں جانِ دارد) کہ ہمیں اپنے ان کرمفرماؤں کے کام میں جو کبھی ہمارے ساتھ ملکر کام کیا کرتے تھے۔ اور اب ایک مرکزی تنظیمی جمعیت کے بنانے کا کام کر رہے ہیں کسی قسم کی رخنہ اندازی نہ کریں گے۔ اس کی ترقی کے راستہ میں کوئی روڑا نہ اٹکایا جائیگا۔ یہ نہیں بلکہ ہم دعا کریں گے کہ تنظیم کے کام میں ایک مسلمان کی بھی کوشش رائیگاں نہ جانے، اور اسکا نتیجہ سوائے سود و بہبود کے اور کچھ نہ نکلے۔ ان تمام عہود و مواثیق کے باوجود ہم نے اس امر کا کبھی عہد نہیں کیا ہے کہ ہم یہ بھی اعلان کریں گے کہ تنظیم سے جو لوگ دلچسپی لے رہے ہیں ان کی نیتوں میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے، یا یہ حکومت کے ساتھ اشتراک عمل کرنیکی وجہ سے یا اس نئی تنظیمی جمعیت کے صف بن جانے سے فراخ دامن تنگ دل جماعت کی کامیابی یقینی ہے۔

ہمیں اس جمعیت کے قیام کے خلاف اپنی رائے کے اظہار کی کامل آزادی حاصل تھی لیکن ہم خود ایسا کرنے سے باز رہے اور ہم نے عہد کیا کہ اسکے قیام کی ہرگز مخالفت نہ کریں گے۔ ہماری خاموشی اس لئے نہ تھی کہ مجوزہ تنظیم کے عیوب و خرابیاں بیان کرنا اخلاقاً جرم ہوتا۔ نہیں! جرم تو ممکن ہے کہ خاموش ہی رہنے میں ہوتا۔ کیونکہ ؎

اگر بینی کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینی گناہ است

لیکن خوش قسمتی سے مسلمان اندھے نہیں ہیں حقیقت ایسی ہے کہ اگر تعصب نے نہیں تو کم از کم ان کے جذبات نے ان کی نگاہوں کو خیرہ کر دیا ہے۔ اور وہ دن دو

Marfat.com

نہیں کہ جب وہ ہر چیز کو اس کے اصلی رنگ میں دیکھ سکیں۔

پنجاب کے ہندو ہوں یا مسلمان، دونوں دیگر حصص ہند کے لوگوں کی بہ نسبت ذرا جلدی جوش میں آجاتے ہیں اور اسی لیے حادثۂ مالابار کا اثر اس صوبہ پر بہت جلد ہوا۔ اور پھر اسجگہ سے یہ وبا بدر جہائے مختلفہ تمام ہندوستان میں عام ہو گئی ہے۔ اور میعاد مقررہ سے پہلے بخار نہیں ٹوٹ سکتا جو کچھ بھی ہم کر سکتے ہیں اور جو کچھ ان حالات میں ہمیں کرنا چاہیئے، وہ اسی قدر ہے کہ مریض کی آنتوں کی صفائی کو ملحوظ رکھیں اور سمیت کو بڑھنے اور پھیلنے نہ دیں۔

## اسباب مرض

میر نیرنگ کو اعتراف ہے کہ وہ پنجابی ہیں، اور ایک پکے پنجابی کی طرح ان سے اتنا انتظار نہ ہو سکا کہ ہم اس زیر تجویز پر تنقید کر چکتے، بلکہ ہمارے ایسا کرنے سے پہلے ہی وہ اشاعت کے لیئے دوڑ پڑے جیسا کہ اس مضمون کے عنوان سے ظاہر ہے۔ ہم ابھی مرض کے اسباب ہی بیان کر رہے تھے اور نیم حکیموں کے طریقۂ علاج سے قطعاً بحث نہیں کی تھی۔ مگر جو شیلے میر صاحب نے ایک غیر مطبوعہ تنقید کے متعلق پہلے سے فیصلہ کرنے کی جلد بازی میں کچھ ایسی باتیں لکھ ماریں کہ جن کا اثر ان کے اور ان کے ساتھ کام کرنیوالوں کے کام پر ضرور پڑیگا۔ آپ فرماتے ہیں کہ

> "یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ گو ایسا ارادہ نہ ہو، مگر اس علم فصاحت کے اُبال کا اثر تو یہی ہوگا کہ آل مسلم پارٹیز کانفرنس کو گنہگار ٹھیرایا جائے اور اس تنظیم کی جماعت مرکزی کا پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ دیا جائے۔ جس کے عالم وجود میں لانیکا یہ کانفرنس فیصلہ کر چکی ہے"

ہم نے اس مضمون کے آخری حصے میں صرف یہ کہا تھا کہ آل مسلم پارٹیز

Marfat.com

کانفرنس اسم با مسمیٰ کی مصداق نہ تھی۔ کیونکہ اس میں تمام پارٹیاں، اور فی الحقیقت سر محمد شفیع، صاحبزادہ آفتاب احمد خاں، مسٹر جینا، سر فضل حسین جیسے حامیان تعاون شریک نہ تھے۔

اس کانفرنس میں فی الحقیقت کیا کیا ہوا۔ اور ہر معاملے کی شکل کس طرح گڑ ہی گئی، اسکا تو ہم نے جھوٹوں بھی ذکر نہیں کیا تھا۔ اس آخری حصۂ مضمون میں صرف اتنا کہا تھا کہ بعض خلافت ہی کے کارکنوں نے اس امر پر زور دیا کہ خلافت کمیٹی کو اس کام سے محروم کر دیا جائے۔ جسے وہ اپنے ذمہ ۱۱۔ مئی اور ۲۴ جون ۱۹۲۶ء کو لے چکی تھی۔

اس فیصلے کے حسن و قبح کے متعلق ہم نے ایک لفظ نہیں کہا۔ اور صرف اس امر پر تعجب ظاہر کیا کہ بجائے اسکے کہ تمام کام کو موجودہ جماعتہائے اسلامی کے درمیان تقسیم کر دیا جائے۔ کانفرنس کے ارباب حل و عقد نے یہ تجویز کی کہ ایک نئی مرکزی جماعت قایم کی جائے۔ اور بجائے اسکے کہ اس کانفرنس سے یہ فائدہ ہوتا کہ جو لوگ مل کر کام نہیں کرتے تھے وہ سب باہم متحد ہو جائے یہ نتیجہ نکلا کہ مرکزی خلافت کمیٹی کے صدر نے خود استعفا دیدیا اور اس نئی انجمن کے سکریٹری بن گئے۔ اسطرح تیزی سے اشاعت و طباعت کے مظاہرہ نے اس نئی تنظیم کو بلکہ مردود و ملعون ہی کر دیا ہے پیش از مرگ واویلا کی ایک عجیب مثال تھی۔

ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس کلی کو نکلتے ہی نوچ کر پھینک دیا جائے اور اگر اس تنظیم کی ذلت پر کسی شخص کے لکھے ہوئے ایک مضمون کا چہ جائیکہ ایک ایسے مضمون کا جس میں اسکا ذکر تک نہ ہو، اتنا زیادہ اثر ہو سکتا ہے تو

Marfat.com

اس کے یہی معنے ہیں کہ وہ بہت ہی کمزور ہاتھوں میں ہے۔

لیکن اب میر نیرنگ ہیں برملا عوام یہ کہنے پر مجبور کر رہے ہیں کہ ہمیں تو اس زیر تجویز تنظیم کی عمر کے بہت طویل یا کم از کم بہت قوی ہونے کی امید نہیں ہے۔ کسی اور کو اس بچہ کا گلا گہوارہ ہی میں گھونٹنے کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ غالباً خود اسکے بعض خاص منتظمین کا جوشِ عمل زبانی دعووں کے علاوہ ابتدا ہی میں سرد پڑ جانے والا ہے۔

ہمیں تقریباً بالکل ٹھیک ٹھیک معلوم ہے کہ اس کے ارباب حل و عقد میں کتنی قوت عمل ہے۔ میر غلام بھیک صاحب نیرنگ اور کنور عبدالوہاب خان صاحب ہر عزت کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مرکزی جمعیت تبلیغ الاسلام مع اپنی دس شاخوں کے جن میں سے بعض ابھی کھلی ہیں، قایم کر لی۔ اور خود جمعیت کے لئے تیرہ مہینے میں ۲۳ ہزار سے زیادہ روپیہ جمع کر لیا۔ لیکن ایک ایسی ہر دلعزیز تحریک کے لئے ایک ایسے مناسب وقت میں کہ جب مسلمانوں میں سوامی شردھانند کی تحریک شدھی کے خلاف جوش موجود ہو، اٹھارہ سو روپیہ ماہانہ کی حقیر رقم بھی کوئی چیز ہے؟ کبھی کبھی ڈاکٹر کچلو اس طرح باتیں کیا کرتے ہیں کہ گویا تنظیم ایک ایسا کام ہے کہ جو ایک دن میں ہو جائیگا۔ اور وہ بھی صرف چند زوردار تقریروں سے اور چند ریزولیوشن پاس کر دینے سے۔

ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ ان کے بارہ مہینے کے تجربہ نے جو کہ خود اپنے ہی صوبہ پنجاب میں انہیں حاصل ہوا ہے، ان کی آنکھیں نہ کھولیں۔ تنظیم کی ابتدائی دو ضرورتیں یہی نہیں ہیں کہ ایک بے ربط اور بدساخت پروگرام بنا لیا جائے بلکہ تنظیم اسلامی کا صحیح مفہوم سمجھنے کی اور تمام روحانی اور دنیاوی امور متعلقہ

Marfat.com

کا انتظام کرنے کی ضرورت ہے اور ان سب ضرورتوں پر روپے اور فراہمی اشخاص کی ضرورت مقدم ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ ڈاکٹر کچلو خود ہی اس طریقہ علاج اور پرہیزی کھانوں کا مطلب نہیں سمجھے ہیں۔ مگر خواہ کچھ بھی ہو انہوں نے اتنے بڑے کام کے لئے نہ تو آدمی فراہم کئے ہیں اور نہ روپیہ ان بدشگونیوں سے ڈاکٹر کچلو کی تنظیم کی کامیابی کے متعلق کچھ اچھی فال نہیں نکلتی۔

## مولانا شوکت علی

مولانا شوکت علی صاحب راقم الحروف کے بڑے بھائی ہیں۔ لیکن اگر بعض مہربان دوستوں کے اس خیال کو صحیح مان لیا جائے تو راقم الحروف ان چند ہستیوں میں سے ہے جو پوپ (ایک انگریزی شاعر) کے قول کے مطابق ترکوں کی طرح کسی بھائی کو تخت کے نزدیک نہیں آنے دیتیں۔

راقم الحروف اپنے بڑے بھائی مولانا شوکت علی صاحب کو کتنا ہی چھوٹا بنانا چاہے۔ مگر ان کی ہستی اس قدر بڑی ہے کہ کسی طرح وہ ایک معمولی انسان کے درجے پر نہیں آسکتے۔ اور یہ خیال جس قدر ان کے جسم کے متعلق صحیح ہے اس سے کچھ زیادہ ان کی روح کے متعلق درست ہے۔ ایک ایسا شخص جو چار من پکے کی لاش کو روزانہ چھ چھ مرتبہ دفتر خلافت کے سہ منزلہ بالاخانہ پر کھینچ کر لیجایا کرے اور روزانہ صدہا دکانوں کا چکر لگایا کرے اور دو آنے دو دو من سے لیکر دو یا تین روپے دکان تک تحصیلا کرے، یقیناً ایک متحرک پہاڑ ہے۔ اور یہ ایمان کی قوت ہے جو اس پہاڑ کو متحرک کرتی ہے جس وقت سب مایوس ہو جاتے ہیں اسوقت تنہا وہی ایک ہستی ہے جو ہم سب کی مردہ امیدوں میں از سر نو جان ڈالا کرتی ہے۔ یہ بالکل سچ ہے کہ ہم سب نے خلافت کے لئے کام کیا ہے اور اس تحریک کو

Marfat.com

اس حد تک کامیاب بنایا ہے۔ لیکن اگر ہر معاملہ کی تہہ میں سچائی کی تلاش کیجائے تو جس طرح فرانس کے خود مختار بادشاہ لوئی چہار دہم نے اپنے قانونی مجسٹریٹ سے جو قوانین سلطنت کا بار بار ذکر کرتا تھا کہدیا کہ سلطنت! وہ تو میری ذات ہے،، اسی طرح شوکت بھی کہہ سکتے ہیں کہ تحریک خلافت! وہ تو میرا نام ہے،، وہ کوریولینس کی طرح کہہ سکتے ہیں کہ یہ کام تن تنہا میں نے کیا ہے کیونکہ تنظیم خلافت کی ابتدا بھی وہی تھے اور انتہا بھی وہی ہیں فی الحقیقت انہی نے اس تحریک کو شروع کیا اور آج بھی جبکہ شدھی اور سنگٹھن کا مسلمانوں پر اثر دیکھ کر یں پردہ کام کرنے والے ہاتھ سے بیخبر لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ تحریک خلافت کا خاتمہ قریب آلگا ہے۔ شوکت نے تن تنہا گاؤ زمین کی طرح اس تمام وزن کو اپنے مضبوط اور زخم نہ کھانے والے بازوؤں پر سنبھال رکھا ہے۔ وہ خواہ اور کچھ ہوں یا نہ ہوں مگر ایک مضبوط اور ضدی فقیر ضرور ہیں اور ہنس ہنس کر اور ہنسا ہنسا کر لوگوں کو لوٹنے کا راز کچھ انہیں کو معلوم ہے تاوقتیکہ اس نئی مرکزی انجمن تنظیم میں کوئی شخص نازک اندام ڈاکٹر کچلو سے زیادہ قوی دل، اور قوی الجثہ نہ پیدا ہو۔ اور جو چل جانے والے ڈاکٹر صاحب کی نسبت مولانا شوکت علی سے زیادہ مشابہ ہو، اس وقت تک یہ تنظیم ایسی ہی رہیگی کہ جیسے کوئی بچہ مردہ پیدا ہوا ہو۔ اور ایسی حالت میں کسی کو کیا پڑی ہے کہ اسقاط حمل کرا کے مفت کا خون اپنی گردن پر لے۔

## نئی تنظیم

ہم نے گزشتہ مارچ میں جو کچھ سنا ہے اس سے نئی تنظیم کے اور پرانی انجمن تنظیم کے جو خلافت کمیٹی کے نام سے مشہور رہے کاموں کا موازنہ ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر کچلو جب

Marfat.com

اپنے تنظیم کے دورے سے واپس آئے تو وہ مولانا شوکت علی سے اپنے اخراجات سفر ادا کرنے کے لئے کچھ روپے طلب کرتے سنے گئے تھے، پنجاب جو کہ پیشتر بہت کچھ دے چکا ہے اب چند ماہ سے چندۂ خلافت میں کچھ نہ دیتا تھا۔ بلکہ اگر ہم غلطی پر نہیں ہیں تو مرکزی کمیٹی سے پنجاب کے کارکنوں کو دینے کے لئے پنجاب نے کچھ نہ کچھ قرض ہی لیا تھا۔ اور ممکن ہے کہ ہماری یادکسی قدر غلطی پر ہو، مگر ہمارا خیال ہے کہ تقریباً ۵۰۰ روپے کا چیک جو مولٰینا شوکت علی نے مرکزی خلافت کمیٹی کے کاموں کے لئے جمع کیا تھا۔ دورۂ تنظیم کے لئے ڈاکٹر کچلو کو دے گئے، یہ ایک بہت بڑی حد تک "حلوائی کی دکان پر دادا جی کی فاتحہ" کا مصداق تھا۔ مگر اب جبکہ ڈاکٹر کچلو نے اپنے آپ کو تعلقات دیرینہ سے الگ کر لیا ہے۔ اور شہرت کے بحرِ ذخار میں بسم اللہ مجریہا و مرسہا کہہ کر کشتی ڈالدی ہے تو انہیں فاتحہ بھی اپنے ہی صرف سے کرنی پڑے گی۔ جبکہ سر رحیم بخش اور سر محمد شفیع جیسے صاحبان ان کے ساتھ ہیں تو انہیں متمول دوستوں کی کمی تو محسوس نہ ہوگی مگر ہم نے ان متمول دوستوں کو کسی مفاد عامہ کے کام میں کچھ دیتے کبھی دیکھا نہیں ہے۔

اور اگر ڈاکٹر کچلو تنظیم کے پرامن کام کے لئے طبقۂ متوسط اور طبقۂ عوام میں اس سے جوش نہیں پیدا کر سکتے جو ترکی کی جنگ آزادی کے وقت ۱۹۲۱ء میں مقدمۂ کراچی کے بعد پیدا ہو گیا تھا۔ تو انہیں اس تنظیم کا اندازہ ہی نہیں ہے جسکی یتیموں اور بیواؤں کی نگہداشت، مسجدوں کی اصلاح خانقاہوں کے انتظام۔ قوم کی تعلیم، اور مسلمانوں کی تمام اقتصادی حالات کی عام ترقی کے لئے ضرورت ہے۔ تنظیم کا مطلب حکومت اندرون حکومت

Marfat.com

کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ گویا وہ مسلمانوں کی ایک متوازی حکومت ہے۔ جو مسلمانوں ہی کے لئے کی جاتے۔ اور مسلمان ہی حکمراں ہوں اور اسکا سالانہ بیزآننہ اگر اکائی دہائی کے آٹھ درجول تک نہیں تو سات تو ضرور پہنچنا چاہیے۔

ڈاکٹر کچلو جس انجمن کے اس سال خود صدر تھے۔ اسی پر انہوں نے تنظیم کے متعلق جوش نہ ہونے کا الزام لگایا ہے اور یہی الزام خصوصیت کے ساتھ راقم الحروف اور مولانا شوکت علی پر لگایا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب کام کی تقسیم ہوئی تو تمام اظہار جوش ڈاکٹر کچلو کے حصہ میں آیا۔ اور تمام فراہمی چندہ مولانا شوکت علی کے حصے میں۔

ایک ایسی انجمن سے ہمیں تنظیم کی کیا توقع ہوسکتی ہے جس کے پاس اپنے مرکزی دفتر کا کرایہ ادا کرنے کے لئے بھی کافی روپیہ نہ ہو۔ اگر بلا کافی روپیہ کی موجودگی کے تنظیم کا کوئی کام نہیں ہوسکتا تو تنظیم کا فی الحقیقت کچھ کام اگر کیا ہے تو اسی ہمیشہ کے جفاکش سکریٹری نے (مولانا شوکت علی) جسے اس کے صدر جمعیتہ (ڈاکٹر کچلو) امرتسر کی کانفرنس کے کمرے میں گستاخانہ ڈانٹ بتائی۔ ڈاکٹر کچلو کو جلد ہی معلوم ہو جائیگا کہ سکریٹری کا عہدہ کوئی احدیوں کا عہدہ نہیں ہے۔ اگرچہ وہ صدارت سے پیشتر جب خلافت کمیٹی کے سکریٹری تھے اسے ایسا ہی خیال کرتے رہے ہوں۔

ہم جانتے ہیں کہ "مخالفت شدھی" اور "مخالفت سنگھٹن" کی ہر دلعزیز صدا لگا کر روپیہ وصول کرنا تحریک خلافت کی پرانی صدا کے بالمقابل زیادہ آسان ہے۔ لیکن اگر ایک نوزائیدہ تحریک کے کل کام کی مقدار اپنے آغاز عمر ہی میں ایک ضعیف العمر تحریک کے کام سے کم ہے تو عالم پیری میں اس کی کیا

Marfat.com

حالت ہوگی؟

ہماری دعا ہے کہ اس نئی تحریک کو پوری کامیابی حاصل ہو۔ لیکن یہ یقین کر کے کہ مسلمان ایامیٰ و یتامیٰ کی مصیبتوں نے مسلمانوں کی تعلیم کی خرابی حالت نے ہماری روحانی زندگی کی بدنظمی نے، یا مسلمانوں کی عام اقتصادی حالت کی افسوسناک صورت نے ان لیڈروں کو ایک نئی مرکزی جماعت بنانے پر آمادہ کیا ہے۔ ہم نہ اپنے آپ کو دھوکا دے سکتے ہیں، نہ خود اس تحریک کے لیڈروں کو، نہ عوام کو۔ جس طرح نئے نئے مذاہب ایجاد کرنے کا انسان کو شوق ہوتا ہے۔ اسی طرح نئی انجمنوں کے قیام کا بھی ہوتا ہے۔ ان پرانی انجمنوں کو قایم رکھنے کے لئے اسی طرح صبر و استقلال نہیں ہوا کرتا جس طرح پرانے مذہبوں کے فرائض پر قایم رہنے کا۔ آج خلافت کمیٹی ہیں، نہ تو رنگینی تازہ کی دلاویزیاں ہیں۔ اور نہ اس قسم کا جوشش ہے جو مختصر جنگوں میں گھمسان کی لڑائیاں لڑنے میں ہوا کرتا ہے۔

بیماریاں اگر مزمن ہو جائیں تو ڈاکٹروں جیسے ہمدردان بنی نوع انسان کی بھی ان مریضوں کے ساتھ دلچسپی کم ہو جاتی ہے۔ جمعیت خدا کی ایک حقیقی اور پر امن تنظیم ہی کے لئے قایم ہے۔ یہ ایک فرصت طلب اور طویل جدوجہد ہے اسقدر طویل کہ اسے مدت العمر کی جدوجہد کہا جا سکتا ہے۔ جمعیت کی اس مرض کے ازالہ کی کوشش کرنا ہے جو مزمن تو ہے مگر ابھی لاعلاج نہیں ہے اور جسکی نوعیت احکام الٰہی سے روگردانی اور قوانین الٰہی کی تنقید ہے۔

ڈاکٹر کچلو اور ان کے شرکا کار ایسے معابد و شماریطبیب نہیں ہیں کہ جو اس صاحب فراش، پرانے، اور نادار مریض کی چارپائی کی پٹی پکڑے اس

Marfat.com

طرح بیٹھے رہیں کہ گویا وہ ایک نیا اور سب سے زیادہ روپیہ دینے والا مریض ہے،
انکی تنظیم کے معنے وہ آہستہ خرامی نہیں ہیں جو کہ درحقیقت تنظیم کے معنے ہونے چاہئیں
اس میں ایک مختصراً، مگر خونریز لڑائی کی تمام دلچسپیاں موجود ہیں، اور وحشیانہ
رجز خوانی کے شور و غل کا ان پر اضافہ ہے انہوں نے اپنے پنجاب کے ہندو
مد مقابل لالہ لاجپت رائے کی طرح اپنے لئے وقت موجودہ کے عارضی تعریفی نمونوں
کو تاریخی شہرتِ دوام پر ترجیح دی ہے۔ یہ سبب ہے کہ ہم اب انہیں میدان خلافت
سے کھسکتے دیکھتے ہیں۔ جبکہ خلافت کا کام کرنے سے نہ تو رفاہ عام کے لئے روپیہ
ملتا ہے اور نہ اپنی ذات کے لئے ہدیہ تحسین۔ اور جبکہ اسکے اسلامی اور قومی و
مذہبی آزادی کے رجز سنکر پنجاب کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی۔

## سچے لیڈر کا کام

ایک سچے لیڈر کا کام یہ ہے کہ وہ عوام میں راستبازانہ معاملات کے لئے
جوش پیدا کر دے۔ خواہ ان معاملات میں ناکامی ہی کیوں نہ ہوئی ہو اور اگر یہ جوش
پیدا ہو جائے اور نقض امن کا اندیشہ ہو تو حسب ضرورت اسے اعتدال پر لے آئے
لیکن فتنہ پرداز لوگوں کو تو سرے سے راستبازانہ معاملات ہی میں شبہ ہوتا ہے
اور وہ کسی معاملہ کو اسوقت ہاتھ میں لیتے ہیں کہ جب اسکے ہاتھ کافی رائے عامہ
اور جوش ہو اب وہ صف سے آگے بڑھکر رہنمائی کے لئے نکلتے ہیں اور نئے مست
کر دینے والے رجز تصنیف کر کے عوام میں ہر دلعزیزی اور شہرت حاصل کرنیکی
کوشش کرتے ہیں۔ مگر جبھی کہ ہر دلعزیزی عامہ کا چڑھا دریا اُترنے لگتا ہے تو سب سے
پہلے یہی لوگ ان معاملات کو بُرا اور غیر راستبازانہ کہنے لگتے ہیں جن پر کہ انہیں
ابتدا ہی میں عام ہر دلعزیزی کی کمی کے زمانہ میں شک و شبہ تھا۔ اصل یہ ہے کہ

Marfat.com

وہ امامت اور پیشوائی نہیں کرتے بلکہ اپنے برائے نام مقتدیوں کی اقتدا اور پیروی کیا کرتے ہیں۔ ان کی جماعت کے ہر فرد کا عقیدہ یہ نہیں ہے کہ جو نیت امام کی وہ میری، بلکہ اسکے برخلاف انکا عقیدہ یہ ہے کہ جو نیت مقتدیوں کی وہ امام کی۔ خواہ بالاعلان ایسا نہ کہیں۔

ہم ایک مرتبہ پھر یہی کہتے ہیں کہ سرزمین پنجاب کے لوگ تو اچھے ہیں مگر انکی رہنمائی صحیح طریقے پر نہیں ہوتی اور آجکل حالت ہمارے ان خیالات کی تصویر ہے جبکہ پنجاب کے امام بجائے دلیرانہ جماعت کے آگے کھڑے ہونے کے نماز میں مقتدیوں کے پیچھے ہوتے ہیں۔

تنظیم کے نئے معتقدین بظاہر دو آوازوں سے بولتے ہیں اور ہر ایک آواز لوگوں کی ایک جداگانہ طبقہ سے اپیل کرتی ہے۔ جبوقت وہ مسلمان بیواؤں اور یتیموں کی حالت زار، مسلمانوں کی تمام اقتصادی کمزوری اوقاف کے متعلق بدنظمی وخیانت اور عوام کی تعلیم کی خرابی حالت کے تذکرے کرتے ہیں تو ہمدردان قوم مسلمانوں کے دل ہل جاتے ہیں۔

میر نیرنگ نے ہمیں یہ بتانے کی ناحق تکلیف گوارا کی۔ کیونکہ ہمیں خود اعتراف ہے کہ ان ہمدردان قوم میں بعض ایسے مسلمان شریک ہیں جو صرف اس سبب سے حکومت کے ساتھ شریک عمل رہے کہ ان کا ایمان یہ تھا کہ ترک تعاون کے مسئلہ پر عمل کرنا جس صورت میں کہ خلافت کمیٹی اور جمعیت العلماء نے ان کے سامنے پیش کیا تھا لازمی نہ تھا۔ مگر ان میں سے بہت سے خود اپنے دماغ کے دھوکوں کا شکار تھے۔ انہیں ہمدردان قوم میں کچھ ایسے لوگ بھی شامل ہیں جنہیں اس امر کا تو اعتراف ہے کہ ترک تعاون ہی وہ صراط مستقیم تھی جسے اختیار کرنا چاہئے

Marfat.com

تھا۔ مگر جو اپنی مرضی کے بہت کچھ خلاف ، خود کو صورت حالات کی وجہ سے مجبور و معذور سمجھتے رہے اور حکومت کے ساتھ اشتراک عمل نہ چھوڑ سکے۔ بدقسمتی سے یہ طبقہ بہت ہی بڑا ہے اور ان کے "ضایع شدہ جذبات" سے ہم اپنے ایک گزشتہ مضمون میں بحث کر چکے ہیں۔

"صورت حالات" کا عذر ایک بہت ہی اچھا بھینٹ کا بکرا ہے جو تمام گناہوں کا کفارہ ہو جایا کرتا ہے۔ یہ جملہ دراصل ہماری کمزوریوں کا ایک خوشنما طرز بیان ہے۔

گزشتہ مہینہ محرم کا تھا اور ابھی ہمارے دلوں میں کربلا کے حادثہ جانکاہ کی یاد تازہ ہے جس کے لئے وہ مہینہ مخصوص ہے۔ حادثہ کربلا فی الاصل سب سے پہلی تحریک خلافت تھی جو تیرہ سو سال پیشتر شروع ہوئی تھی اور جس میں امام حسینؓ نے سب سے پہلی مرتبہ حمایت حق میں ترک تعاون اختیار کیا تھا جسے چھوڑ بیٹھنے کا نتیجہ آج زوال و تباہی اسلام کی صورت میں ظاہر ہے۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ کوفہ کے وہ لوگ جنہوں نے شجاع و فیاض جگر گوشہ رسول کو اسلئے بلایا تھا کہ وہ آکر ان لوگوں کو یزید کے ناپاک مظالم سے پناہ دلائیں کسی طرح بھی موجودہ زمانے کے حامیان تعاون سے زیادہ بے دین نہ تھے جن کے متعلق میر نیرنگ نے فرمایا ہے کہ ع

آخر گناہگار ہوں کافر نہیں ہوں میں

بلکہ صرف کمزور لوگ تھے جو کہ اسی قدر موزونیت کے ساتھ "صورت حالات" کا عذر پیش کر سکتے تھے۔ جب امام حسینؑ کو کوفہ کے راستہ میں عرب کا مشہور شاعر فرزدق ملا تو آپ نے اس سے وہاں کے لوگوں کے متعلق سوال فرمایا کہ وہ کیسے لوگ ہیں تو

Marfat.com

اس عالم نفسیات نے ان کی قومی خصوصیات کو ایک شعر میں جمع کر دیں جس کا مطلب یہ ہے کہ " اے پیغمبر خدا کے نواسے! کوفہ کے تمام لوگوں کے دل تمہارے ساتھ ہیں لیکن کل کو ان سب کی تلواریں بھی تمہارے خلاف میان سے نکلیں گی" اسی طرح غالباً ڈاکٹر اقبال نے بھی ہندوؤں کے متعلق کہا تھا کہ ان کے دلوں میں مہاتما گاندھی کی محبت بھی ہے اور عزت بھی مگر وہ پیروی پنڈت مالوی کی کرتے ہیں۔

ہندوانی نفسیات، انسانی نفسیات ہیں، اور کوفہ کی نفسیات بھی کوفہ ہی تک محدود نہیں ہیں " کوفی لایوفی ،، (کوفی وعدہ کرتے ہیں مگر وفا نہیں کرتے) آج ہندوستان کے ان مسلمانوں پر بھی اسی قدر صادق ہے جنہوں نے اس امر کا تو اعتراف کیا کہ ترک تعاون ہی قابل قبول صراط مستقیم ہے مگر اپنی مرضی کے بہت کچھ خلاف، صورت حالات سے مجبور ہو گئے کہ حکومت کے ساتھ اشتراک عمل جاری رکھیں۔

ابن سعد کے والد حضرت سعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ صحابی تھے جنہوں نے کوفہ فتح کیا تھا۔ اور جنہوں نے غزوہ بدر میں فتح حاصل کی تھی اور جنہوں نے اپنی وہ قمیص اپنے کفن کے لئے رکھ چھوڑی تھی جسے پہنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش بدوش اسلام کی پہلی لڑائی میں لڑے تھے۔ اور ان عشرہ مبشرہ میں سے تھے جنہیں رسول اللہ نے بہشت فردوس میں دیکھا تھا اور نجات کی بشارت دی تھی لیکن!۔

ان کے بیٹے ابن سعد سے امام حسین علیہ السلام کو کیا فائدہ پہنچا جسے یہ اعتراف تھا کہ رسول کے نواسے کو قتل نہ کرنا ہی اچھا ہے۔ ان کی جان بخش دینا

Marfat.com

ہی قابل قبول صراط مستقیم ہے، اور جسے محض "صورت حالات،، نے اپنی مرضی کے خلاف اس امر پر مجبور کیا تھا کہ وہ افواج یزید کو جو اس کے زیر حکم تھیں اس بات پر شاہد بنائے کہ معرکہ کربلا کے ان بہتر دلاروں کے چھوٹے سے گروہ پر جو امام حسین علیہ السلام کی جانب سے مصروف کارزار تھے، سب سے پہلا تیر اسی نے چلایا ہے۔

یہ معلوم ہو جانا چنداں اہم نہیں ہے کہ وہ "صورت حالات،، جس نے ابن سعد کو ارتکاب قتل پر مجبور کیا۔ دراصل اس خط کا "خوشنما نام،، تھا جس میں حکومت رَے پر اس کا تقرر ہوا تھا۔ اور جسے ابن سعد نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک سے تعبیر کیا ہے۔

اگر ہم اپنے زمانہ کے حامیان تعاون کو کوفی کہیں، اور ان کی "صورت حالات،، کے عذر کا مقابلہ ابن سعد کے اسی عذر سے کریں تو کیا بیجا ہوگا؟ ابن سعد کے جذبات دلی کیا شمر سے بہتر نہ تھے جو اس بات پر آمادہ تھا کہ اگر ابن سعد یزید کے ساتھ نمک حرامی کرے اور اسکے احکام کی بجا آوری میں اسے ذرا سا بھی پس و پیش ہو تو اسکی جگہ خود لے لے؟ بہ لحاظ نفسیات تو یقیناً دونوں کے جذبات میں زمین و آسمان کا فرق تھا لیکن وہ تیر جو گلوئے حسین میں ترازو ہوگیا وہ بہرصورت یکساں مہلک رہے گا۔ خواہ اس کا چلانیوالا "نیک دل،، ابن سعد ہو یا "بد باطن،، شمر۔

## ایمانداز معترضین

میر نیرنگ کے تیسری قسم کے حامیان تعاون کے متعلق جنھوں نے اس نیت اور اس ارادے سے حکومت کے ساتھ اشتراک عمل کیا تھا کہ قوم و مذہب

Marfat.com

کی خدمت کریں گے۔ ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ ان لوگوں میں بھی نہیں ہیں جنہیں ان کا دماغ دھوکا دیتا ہے۔ اور جو میر صاحب کی قسم اول کی طرح "ایماندار معترضین" ہوں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کو دھوکا دینے اور اپنی قوم کی آنکھوں میں خاک جھونکنے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ ابن سعد کی قسم کے ضعفاء نہیں ہیں۔ بلکہ منافقین ہیں انما الاعمال بالنیات پر ہمارا بھی ایمان ہے مگر بہت سے ایسے کام ہوتے ہیں جو بھلی نیت کے باوجود بھی بھلے نہیں ہو سکتے قتل انسان اور زنا بالجبر خواہ اچھی نیت سے کئے جائیں یا بری نیت سے بہرصورت قتل انسان اور زنا بالجبر ہی رہیں گے۔ خدا ہی ابن سعد کے اعمال کا انصاف کرے گا۔ خدا ہی شمر کے اعمال کا انصاف کرے گا۔ خدا ہی یزید کے اعمال کا انصاف کرے گا جسکی آنکھوں میں سنا ہے کہ حسین کو دیکھ کر آنسو بھر آئے تھے۔ اور خدا ہی اس ابن زیاد کے اعمال کا انصاف کرے گا جس نے اس دہن پاک کو اپنی چھڑی سے مس کیا تھا جس پر ایک صحابی کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر بوسے دیئے تھے۔ ہمارے پاس نہ دوزخ ہے اور نہ جنت جو ہم تقسیم کرتے پھریں۔ لیکن جب تک ہم ان لوگوں کے ساتھ رعایت کرنا بالکل بند نہ کریں جو اپنا ذرا سا ہی دنیاوی عیش حق و صداقت کی خاطر قربان کرنے کو تیار نہیں ہیں اور پھر بھی نیک دلی اور نیک نیتی کی تجلیات محسوس کرنے کے آرزو مند ہیں اس وقت تک ہم انسانی کمزوریوں کو، مکر و ریا کے قالب میں ڈھالتے رہیں گے اور ریا کو نیکیوں کے لباس سے مزین کرتے رہیں گے۔ اور مختصر ہمارے ہاں کربلا کے مناظر روزانہ ہماری آنکھوں کے سامنے رہا کریں گے۔ جہاں بیکس پیروان حسین کے سر ان کے جسموں سے جدا کئے جائیں گے۔ اور لاشہ ہائے بے سر افواج

Marfat.com

یزید کے گھوڑوں کے سموں میں پامال ہوتی پھرینگی۔ اگر ہم میں تلخی ہے تو اسی لئے کہ سچ ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے۔ اور اگر ہم ظالم ہیں تو صرف اسی لیئے کہ سید الشہدا علیہ السلام کے پیروؤں کے ساتھ کسی قدر تلطف کا اظہار کر سکیں۔

خیر ان سب ایماندار، نیک دل۔ اور نیک نیت، حامیان تعاون کا مقصد خواہ کچھ بھی ہو۔ مگر ہیر نیرنگ کے حامیان تعاون کی چوتھی قسم جس کے وجود کو بظاہر وہ، ایک حد تک قیاسی ہی خیال کر رہے ہیں۔ اور جنہوں نے محض اغراض ذاتی کی بنا پر حکومت کے ساتھ اشتراک عمل کیا تھا۔ سب سے زیادہ قابل توجہ ہے۔ یہ گروہ تنظیم کے معنی ہندوؤں کی دائمی مخالفت کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتا تاکہ اپنے لیئے مسلمانوں کی لیڈری کا دائمی ٹھیکہ لے سکے۔ تاکہ اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کے لیئے ملازمتیں حاصل کر سکے۔ اور تاکہ فیاض اور مہربان حکومت کی خدمت بجالا سکے۔

تنظیم کے روکھے پھیکے کھانے میں چٹ پٹا پن اور مصالحہ کی تیزی اسی ہندو مسلم مناقشہ سے آگئی ہے۔ خلافت کمیٹی اور قریب قریب تنہا خلافت کمیٹی ہی وہ یخنی تیار کر سکتی ہے جو مسلم بیمار کے لئے مفید ہوگی۔ اور جس کی تیاری میں بیواؤں اور یتیموں کی نگہداشت، مسجدوں، مکتبوں اور شبانہ مدارس کا قیام و حفاظت اور غریب مسلمانوں کے لئے تجارت و حرفت کے راستے شامل ہیں۔ نئی مرکزی انجمن کے پاس یہ پھیکی مگر مقوی یخنی نہیں ہے، وہ اس مریض کو چٹ پٹی مصالحہ دار غذائیں دے گی جو زبان کو تو اچھی معلوم ہوتی ہے مگر معدہ کا ناس کر دیتی ہیں۔ سوائے پاگلوں کے اور کسے یقین آجائیگا کہ حکومت کے یہ ذلیل غلام اور خود غرض امرا کسی ایسی تنظیم کی ترقی کے آرزومند ہو سکتے

Marfat.com

ہیں کہ جو ہندوستان کی جنگ آزادی کے لئے سپاہی تیار کرے خواہ یہ سپاہی کیسے ہی پر امن۔ اور یہ جنگ کتنی ہی معرا از کشت و خون کیوں نہ ہو ایک احمق کے سوا اور کون باور کر لیگا کہ یہ لوگ اس بات کے خواہشمند ہیں کہ عامۃ المسلمین اس فرقہ کی بالادستی سے آزاد ہو جائیں جس نے انہیں دبا رکھا ہے۔ کیا ان کی مدت العمر کی حکومت کی غلامی اور عوام سے مغرورانہ کنارہ کشی سبق حاصل کرنے کے لئے ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں ہے؟ ان لوگوں کی ہندوؤں سے مخالفت بھی تلون پسند اور ناقابل اعتبار ہے۔ ایک ہیرو اور ایک شفیع نہایت آسانی سے بظاہر باہم متحد ہو سکتے ہیں جبکہ مہربان حکومت اپنا جوا دونوں کی گردنوں پر رکھ کر انہیں جوڑی میں جوت دے اور ایک کر دے۔

یہ اسی قسم کے حامیان تعاون ہیں جنہوں نے ڈاکٹر کچلو اور میر نیرنگ کو اپنا آلۂ کار بنایا ہے۔ اور انہیں آلہائے کار کی معرفت وہ پھر عامۃ المسلمین کو اپنے پانوں سے کچلنا چاہتے ہیں۔ وہ تنہا رہ کر قوم پر اپنا کھویا ہوا اقتدار پھر قایم نہیں رکھ سکتے۔ اس مقصد کو وہ اب نیک دل مگر کمزور دماغ والے آدمیوں کی معرفت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

# خلافت کانفرنس لکھنؤ

(ہمدرد ۔ ۳ ۔ ۷ ۔ ۱۰ ۔ ۱۱ ۔ ۱۴ ۔ مارچ ۱۹۲۷ء)

محمد علی جس دل و دماغ کے آدمی تھے ۔ صدیوں میں ایسے آدمی پیدا ہوتے ہیں اسکا تڑپتا ہوا دل ، اسکا روشن دماغ ، اسکی رائے صائب اسکی وسعت نظر ، مسائل و معاملات کی کنہ تک اسکا پہنچنا ۔ یہ وہ متاع عزیز تھی جو مسلم ہندوستان میں اگر نا پید نہیں تو کمیاب ضرور تھی ۔

لیکن محمد علی کے دل و دماغ سے مسلمان قوم نے فائدہ نہیں اُٹھایا ۔ یہ آج سے نہیں تیرہ سو برس سے ہوتا چلا آیا ہے ۔ امام علی علیہ السلام ، کی ساری زندگی جہاد میں گزری ۔ جہاد صرف کفار و مشرکین ہی کے ساتھ نہیں ، مسلمانوں کے ساتھ بھی ، دین مبین کے پیرؤوں کے ساتھ بھی ۔ کلمۂ محمدؐ پڑھنے والوں کے ساتھ بھی ، یہ نام نامی محمد علی کے نام کا جزو اعظم تھا ۔ کیونکر ممکن تھا کہ اثر نہ دکھاتا ۔

محمد علی کی زندگی کا محاسبہ کیجئے اسے اگر کام کا وقت ملتا ۔ اگر اسکے رفقا گریز پا نہ ہوتے تو وہ عالم اسلام کی آرزوؤں اور ہندوستان کی آزادی کے لئے وہ کچھ کر جاتا ۔ جو ابتک نہیں ہو سکا اور نہ شاید عرصہ دراز تک ہو سکے ۔

اسکی ساری زندگی میدان جنگ میں گزری ۔ ایک مجاہد کی طرح وہ میدان میں



Marfat.com

آیا۔ اور ایک مجاہد کی طرح لڑتے لڑتے، اس نے اپنی جان، جاں آفریں کو سونپ دی۔

اسے صرف انگریزوں سے جنگ نہیں کرنا پڑی۔ صرف ہمسایوں کا ہی مقابلہ نہیں کرنا پڑا۔ بلکہ مسلمانوں سے بھی لڑنا پڑا۔ دوستوں سے بھی اور عزیزوں سے بھی نیاز مندوں سے بھی اور مخالفوں سے بھی، جاں نثاروں سے بھی اور حاسدوں سے بھی۔

۱۹۲۷ء کی خلافت کانفرنس، اس میدان جنگ کا آخری نمونہ تھی، اس کانفرنس کے بعد محمد علی نے اپنے تاثرات قلم بند کئے ہیں۔ بڑی ناانصافی ہوگی اگر انہیں نظر انداز کر دیا جائے۔ بلاشبہ اس طویل مضمون میں تلخیاں ہیں لیکن اگر ہم محمد علی کی تاریخ محمد علی کی زبان سے سننا چاہتے ہیں، محمد علی کا نقطۂ نظر، محمد علی کے قلم سے معلوم کرنا چاہتے ہیں تو ہم یہ داستان سننے پر مجبور ہیں۔

جب کبھی حیات اسلامیہ کی تاریخ لکھی جائیگی تو محمد علی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکیگا۔ آئندہ کا مورخ ہمدرد کا فائل نہیں پائیگا۔ لہذا ہم یہ مواد اس کے لئے جمع کر رہے ہیں، اس نقطۂ نظر، اس خیال اور اس انداز بیان سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن خدا را جو مرد مجاہد ساری زندگی کفن سر سے باندھکے جہاد کرتا رہا وہ اگر کچھ کہتا ہے تو اسے محفوظ تو کرلو! (مؤلف)

---

جب اکتوبر ۱۹۱۸ء میں ترکوں کو برطانیہ اور اسکے حلیفوں کے ساتھ دب کر عارضی صلح کرنا پڑی اور ایک طرف تو اس انتظار کا خاتمہ ہوا جو چار سال سے نتیجہ جنگ کے متعلق مسلمانان عالم کو ایک عجیب کشاکش میں مبتلا رکھے ہوئے تھا، اور

Marfat.com

دوسری طرف اُن اُمیدوں کا خاتمہ ہوا۔ جو ترکوں کی فتح کے متعلق قایم ہوتی رہتی تھیں، تو مسلمانوں سے نہ رہا گیا، اور باوجود متعدد نظر بندیوں، اور بیسیوں اخباروں کی ضمانتوں کی ضبطی کے انہوں نے لکھنؤ اور دہلی میں اس غرض سے جلسے کئے کہ شرائط صلح ایسی نہ ہوں کہ مسلمانوں کے دنیوی اقتدار کا خاتمہ ہی ہو جائے۔ اور چونکہ اس اقتدار کی ترکی سلطنت کے ساتھ خاص وابستگی تھی۔ اور وہی چار صدیوں سے خلافت کی ذمہ داری کا کسی نہ کسی طرح بوجھ اُٹھائے ہوئے تھی اس لئے ان جلسوں میں اس نظام کی بنیاد ڈالی گئی جس نے خلافت کمیٹی کے نام سے بعد میں سارے عالم میں شہرت حاصل کی۔

سنہ ۱۹۲۰ء کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ امرتسر میں جب ہم دونوں بھائی بیتول کے جیلخانے سے چھوٹ کر سیدھے کانگریس کی شرکت کے لئے آئے تو مولینا شوکت علی کو خلافت کانفرنس کا صدر بنایا گیا۔ اور ایک وفد یورپ بھیجنا تجویز کیا گیا، جسکی صدارت میرے سپرد ہوئی۔

انڈین خلافت ڈیلیگیشن وہ آخری جدوجہد تھی جو مسلمانوں نے برطانیہ اور اسکے حلیفوں میں مسلمانان ہند کی مذہبی ذمہ داریوں کا احساس پیدا کرنے کے لئے کی۔ اور اس آخری جدوجہد کی ناکامی سے چونکہ اتمام حجت بھی ہو گیا اس لئے اب سوائے حکومت کے ساتھ ترک تعاون کے مسلمانان ہند کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔

اپنے کام کے متعلق میں کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا۔ میرا کام صرف اسی قدر تھا کہ مسلمانان ہند کی مذہبی ذمہ داریوں کو جو نظام خلافت اور مسلمانوں کے دنیوی اقتدار کو قائم رکھنے کے متعلق ان پر عائد ہوتی تھیں، یورپ کے ارباب حکومت اور

Marfat.com

یورپ کی غیر مسلم اقوام پر ظاہر کر دوں اور انکو اچھی طرح متنبہ کر دوں کہ ہماری وفاداری ہماری مذہبی ذمہ داریوں کا پاس ولحاظ کرنے کے ساتھ مشروط ہے، میرے لئے یہ ممکن تھا (اور یہ کچھ بھی مشکل نہ تھا) کہ میں مسٹر لائڈ جارج اور ان کے شرکاء کابینۂ وزارت اور برطانیہ کی حلیفوں کی وزارتوں سے درشت لہجہ میں کہدوں کہ "بس اگر تم نے یہ کیا اور وہ نہ کیا تو تمہاری خیر نہیں ہے" لیکن مجھے اندیشہ تھا کہ اس کے بعد اگر ان ارباب حکومت یورپ کا رویہ، حکومت ترکی اور خلافت کے متعلق نہ بدلا، بلکہ اور بھی سخت ہوگیا تو سب "دنادار" اور "اعتدال پسند" حضرات یہی کہیں گے کہ محمد علی کے مزاج کی سختی اور لہجہ کی درشتی اور ضد نے سارا کام بگاڑ دیا، ورنہ سرکار ضرور مسلمانوں کا خیال کرتی۔

اس سے پیشتر میں نے کبھی کوئی عہدہ قبول نہیں کیا تھا اور نہ ارادہ تھا کہ ۴۰ سال کی عمر سے پہلے کسی جماعت کا کوئی عہدہ قبول کروں چنانچہ ان لوگوں کو جو مجھے لیڈری کا بھوکا سمجھتے ہیں اور خودرائی اور خودسری کا مجسمہ سمجھتے ہیں شاید یہ معلوم نہ ہو کہ میں نے آکسفورڈ سے واپسی پر کسی چھوٹی سے چھوٹی جماعت کا کوئی عہدہ بھی قبول نہ کیا تھا نہ کسی جلسے کی کرسی صدارت پر بیٹھنا پسند کیا تھا۔

عجیب اتفاق ہوا کہ ٹھیک چالیسویں سال مسلمانان ہندوستان نے مجھے اس مسلم لیگ کی صدارت مرحمت فرمائی جس کی ۱۹۰۶ء میں خود میں نے اور میرے چند ساتھیوں نے بنیاد ڈالی تھی جو میرے رفیق اور میرے بزرگ تھے۔ گرفتاری منسوخ کرنے کے احکام جاری ہو چکے تھے کہ کلکتہ میں کانگریس کی صدارت کے لئے لوگ گرفتار شدہ بسنٹ کو تو رہا کر دیا جائیگا۔ مگر مجھے لیگ کی صدارت سے سے الگ رہنا۔ کیا جائیگا۔ انتخاب کے بعد ہی۔ مگر اجلاس مسلم لیگ سے قبل میں نے ایک غزل لکھی تھی جس میں کہا تھا ۔

Marfat.com

یوں قید سے چھٹنے کی خوشی کس کو نہ ہو گی ؛ پر تیرے اسیروں کی دعا اور ہی کچھ ہے
یہ صدر نشینی ہو مبارک تمہیں جو ہو لیکن صلۂ روزِ جزا اور ہی کچھ ہے

چنانچہ نہ رہائی نصیب ہوئی نہ صدر نشینی۔ بلکہ پہلا منصب جس پر میں بالآخر سرفراز ہوا، وہ انڈین خلافت ڈیلی گیشن کی سرکردگی تھی۔ جو دو برس بعد عطا ہوئی۔ اور میں نے اس منصب کی ذمہ داریوں کو اچھی طرح محسوس کر کے، اپنی طبیعت پر سخت جبر کیا۔ اور باوجود مسٹر لائڈ جارج کی وعدہ خلافیوں اور انگریزی قوم کی بے اعتنائیوں کے ہو قت تک برطانیہ اور اسکے حلیفوں کے ارباب حکومت کو حق بحق رسانیدن کی ہر طرح ترغیب دیتا رہا جب تک کہ انہوں نے بے حمیت سلطان وحید الدین اور اسکے غدار صدر اعظم داماد فرید پاشا کو اس پر آمادہ نہ کر دیا کہ جولائی پیرس میں بمقام سیور ایک نہایت شرمناک صلحنامہ پر ترکی وفد صلح کے دستخط کرا دیں

اُدھر اگست ۱۹۲۰ء میں ہماری ساری منت سماجت کا یہ حشر ہوا، ادھر ہندوستان میں ترک تعاون کی تحریک کا آغاز ہوا۔ گو اس ترک تعاون کا ارادہ ۱۹ مارچ ۱۹۲۰ء ہی کو کر لیا گیا تھا۔ جب مسٹر لائڈ جارج نے ہمارے وفد کو ۱۰ ڈاؤننگ اسٹریٹ میں صاف جواب دیدیا تھا کہ کچھ نہ ہو گا۔ میں ایک خاص کام پر مامور تھا۔ اسکے انجام دینے کا طریقہ کیا ہو، اسکے متعلق میں اور میرے رفقائے سفر ایک حد تک با اختیار تھے اور ہمارا اسی حد تک احتساب ہو سکتا ہے کہ ہم نے اس اختیار تمیزی کو احتیاط کے ساتھ استعمال کیا، یا بے احتیاطی سے لیکن اس خاص کام کو طے کرنے والے خود ہندوستان کے مسلمان تھے اور ہم نے انہیں کی ہدایات پر عمل کیا۔ ان کی تنظیم کا اہم ترین کام مولانا شوکت علی کے ذمہ تھا۔ اور ملت اسلامیہ ہند بہ سخت تردد فراموش ثابت ہو گی اگر اسے یہ یاد نہ رہے کہ اس کام کو مولانا

Marfat.com

شوکت علی نے کس طرح انجام دیا۔ اس سے پیشتر وہ اس قدر روشناس خلق نہ ہوئے تھے جتنا کہ ایک جریدہ نگار کی حیثیت سے مجھے ہونا پڑا تھا۔ گو وہ ہر شخص جو علیگڈھ سے کچھ بھی تعلق رکھتا تھا جانتا تھا کہ حقیقی کام کرنے والے وہ ہیں اور میں صرف ان کا منشی ہوں۔ جس سے گو وہ مشورہ بھی کر لیا کرتے تھے۔ مگر جو فی الواقع ان کی ہدایات کی تعمیل کرنیوالوں سے زیادہ وقعت نہ رکھتا تھا۔

عوام کا قاعدہ ہے کہ وہ اسی کو کام کرنیوالا سمجھ لیا کرتے ہیں جس کا نام اخباروں میں بار بار آئے۔ مولانا شوکت علی جو سترہ برس حکومت کی نوکری کرتے رہے، اخباری دنیا سے دور رہے۔ حالانکہ اس زمانہ میں بھی انہوں نے علیگڈھ کالج کے طلباء سابق کو ذرات صحرا سے بدل کر ایک کوہ وقار جماعت بنا دیا اور انہیں کالج کے کاروبار کی طرف متوجہ کر دیا اور اسکے کام میں لگا دیا، اور پھر ۱۹۱۱ء اور ۱۹۱۲ء میں دو سال کی فرلو لیکر انہوں نے مسلم یونیورسٹی کے سرمایہ کا تقریباً تین چوتھائی حصہ جمع کرایا۔

بس اکہ ان کام کی حقیقت سے آگاہ ہی نہ تھا، بلکہ ان کے مقابلہ میں اپنی ہیچمرزی سے بھی واقف تھا، یہ دیکھ کر سخت پریشان ہو جایا کرتا تھا کہ جو شخص اسی حیثیت سے پہچانا جاتا رہا ہو کہ "یہ شوکت کا بھائی ہے"، اور اس پر قانع ہی نہیں بلکہ شکر گزار بھی رہا کرتا ہو۔

آج علیگڈھ کی باہر کی دنیا ایک حد تک مولانا شوکت علی کو اس شخص کے بھائی کی حیثیت سے جاننے لگی تھی۔ سرکاری نوکری چھوڑتے ہی انہوں نے خدام کعبہ کی مولانا عبد الباری رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں بنیاد ڈالی۔ اور اس علیگڈھ کی باہر کی دنیا سے بھی روشناس ہونے لگے اور اسی کے سلسلہ میں نظربند اور قید ہوئے۔ مگر میری

Marfat.com

پریشانی اسوقت تک دور نہ ہوئی جب تک کہ میرے یورپ چلے جانے پر انہوں نے تن تنہا نظامِ جمعیت خلافت کو سارے ھندوستان میں قایم نہ کر دیا۔

اب "حق بحقدار رسید"، اور جب میں آٹھ ماہ بعد یورپ سے واپس آیا تو پھر اپنی اصلی جگہ پر آکر مطمئن ہوا کہ اب کوئی مولانا شوکت علی کو میرے بھائی ہونے کی حیثیت سے نہ جانیگا، بلکہ علیگڈھ کی دنیا کی طرح پھر سب مجھے "شوکت کا بھائی" کہنے لگیں گے۔

غازی عبدالرحمٰن صاحب کے غزوات سے دنیا اب بھی واقف نہیں، اور اگر یہ محض تخلص ہے اور شعراکے اس مرض کی علامت ہے کہ "یقولون مالا یفعلون" تب بھی دنیا ان کے اشعار آبدار سے محروم ہے۔ بہر حال غازی صاحب کسی وجہ سے غازی کیوں نہ ہوں آج وہ اور ان کی پنجابی ٹولی (جو یقیناً نہ سارا پنجاب، نہ اسکی صحیح نمایندہ ہے) جو چاہے مولانا شوکت علی کے متعلق "زمیندار" کے براز کذب وافترا کالموں میں شایع کر دے، تاہم ۱۹۲۰ء میں جبکہ نہ خلافت کمیٹی کا کوئی نظام تھا نہ دفتر تھا، نہ سرمایہ، اسوقت وہ شوکت علی ہی کی ہستی تھی جو اس کے نظام کو اسکے دفتر کو اور اسکے سرمایہ کو عدم سے وجود میں لائی اور سب سے زیادہ لطف کی یہ بات ہے کہ اہل پنجاب ہی نے انہیں پنجاب ہی کی زمین پر مشہور شہر امرتسر میں جو انکی مخالفت کا آج مرکز ہے خلافت کانفرنس کا صدر بنایا اور بظاہر ایک "حکومت پرست" پنجابی ہی نے سب سے پہلا چندہ انہیں خفیہ طور پر خلافت کے لئے عطا فرمایا۔

بعض پنجابی احباب نے مجھ سے شکایت کی کہ ان مخالفین جمعیت خلافت کو آپ "پنجابی ٹولی" کیوں کہتے ہیں، پنجاب کا بیشتر حصہ خود ان سے بیزار ہے۔ میں نے انکی خدمت میں عرض کیا کہ اسی لئے میں اس مختصر سی جماعت کو "ٹولی" کے لقب سے

Marfat.com

پکارتا ہوں، ورنہ نمایندگان پنجاب ہی نہ کہتا۔

مجھے اسوقت سے جبکہ خدام الحرمین اور حزب الاحناف کی مخالفت سے گھبرا کر ان حضرات نے مجھے بار بار خدا اور رسول کا واسطہ دیکر ڈیڑھ سال ہوا کہ لاہور طلب کیا تھا، یقین ہوگیا تھا کہ پنجاب کے امراء اور اہل زر تو درکنار پنجاب کے عوام پر بھی ان کا اثر نہیں ہے۔ تقریر و تحریر کے زور سے کبھی کبھی موچی دروازے کے جلسوں میں غریب مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے اپنے ساتھ کر لینے سے زیادہ نہ یہ کچھ کرنا چاہتے ہیں نہ کر سکتے ہیں۔ ان کا رشتۂ اتحاد یا تو عقیدۂ کلامیہ اور مذہب فقہیہ کی بنا پر جماعت اہل حدیث کی چند ٹکڑیوں میں سے ایک میں شمولیت ہے، یا مولانا عبدالقادر قصوری کے دامن سے جو اہلحدیث کی اس ٹکڑی کے کارفرما ہیں وابستگی ہے۔ بہر حال کسی حیثیت سے بھی ہو یہ ان تمام مسلمانان پنجاب کے بھی نمایندہ نہیں جنہوں نے تحریک خلافت میں گرمجوشی سے حصہ لیا تھا۔

پنجاب میں آج بھی ہزاروں وہ لوگ موجود ہیں جن کی نمایندگی آج نہ اخبار "زمیندار" کرتا ہے نہ اخبار "سیاست"، نہ جن کی نمایندگی کبھی "پیسہ اخبار" اور "وطن" نے کی، اور جو ہندوستان کے دوسرے حصوں کی طرح جانتے ہیں کہ ابتدا سے آجتک تحریک خلافت کی روح رواں مولانا شوکت علی ہیں جنہوں نے علی برادرس پرس کے جمع کردہ ۲۹ ہزار روپیہ سے خلافت فنڈ کی ابتدائی تھی۔ اسی روپیہ کی ضمانت پر جو اسوقت تک حکیم اجمل خاں صاحب یا حاجی خواجہ صاحب دہلوی کی تحویل میں تھا۔ اور بشتر ان اشرفیوں پر مشتمل تھا جو ہم دونوں کو اہل دہلی نے ہماری رہائی پر سنہری ہاروں میں جڑ کر پہنائی تھیں۔ سیٹھ چھوٹانی سے چند ہزار روپیہ قرض لیکر انڈین خلافت ڈیلیگیشن کو یورپ روانہ کیا تھا

Marfat.com

اور اسی روپے سے مہاتما گاندھی کی معیت میں وہ سارے ہندوستان کا دورہ شروع کیا تھا جس نے نظام جمعیت خلافت کو قایم کر دیا۔ اور نیز کانگریس کو حیات تازہ بخشی اور محض تجویزیں پاس کرنیوالی جماعت کے زمرہ سے نکالکر اسے بھی جمعیت خلافت کی طرح ایک کارکن اور باعمل جماعت بنا دیا۔

کوئی نہیں کہتا کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے خلافت کے لیے کام نہیں کیا۔ لیکن ہر تحریک کی ابتدا کرنیوالی ایک جماعت ہوتی ہے جسے خداوند کریم دعوت الی الخیر کی توفیق دیتا ہے۔ اور جس کی زبان و قلم میں یہ تاثیر دیتا ہے کہ اسکی دعوت پر اور حق شناس لوگ بھی لبیک کہیں۔ اس امۃ یدعون الی الخیر میں جس نے تحریک خلافت کی ابتدا کی سب سے بڑا حصہ بلاشک و ریب مولانا شوکت علی کا تھا۔ اور آج بھی جبکہ ع

تھک تھک کے ہر مقام پر دو چار رہ گئے

یہ شوکت علی ہی کی استقامت ہے کہ خلافت کا نام زندہ ہے اور اس کا کام کسی نہ کسی طرح چل رہا ہے سابقون الاولون اور باقیات الصلحت، دونوں میں شوکت علی کا حصہ جتنا ہے اسکی حقیقت سے آگاہ ہوکر اگر کوئی شخص کہے کہ خلافت کمیٹی اور شوکت علی ایک ہے، اصل شے کے دو نام ہیں تو ذرا بھی بیجا نہ ہوگا۔ اور غازی صاحب یا ان کے کارفرما مولانا عبدالقادر قصوری کی ساری پنجابی ٹولی ملکر "زمیندار" کے تمام کالم اپنے کذب و افترا، افک و بہتان سے آج سے لیکر دس برس تک بھی سیاہ کرتی رہی تب بھی یہ حقیقت مٹنے والی نہیں۔ اسکے تعصب مذہبی کا ظہور تو اسوقت سے ہوا ہے۔ جب سے سلطان ابن سعود نے حجاز کی ملکیت کا اعلان کیا ہے اور اس جماعت کے تسلیم کردہ سارے اصول اس شعر کے مطابق محو کر دیے گئے کہ ؎

Marfat.com

من و دل گر فنا شویم چہ باک
غرض اندرمیاں سلامت اوست

اور "او" کی ضمیر اسوقت سے آجتک اپنے ایک ہم عقیدہ حکمراں کی طرف ہی پھر رہی ہے اور "من و دل" میں تمام اصول اور جمعیت خلافت کیا، اسلام و شریعت اسلامیہ تک داخل ہیں۔ لیکن رشک وحسد اور تمام مسلمانان ہند کے نمایندوں پر تفوق کی کوشش اس پنجابی ٹولی نے اسی وقت سے شروع کردی تھی جبکہ ہم اسیران کراچی جیل خانہ میں محبوس ہوئے تھے۔ اسوقت شوکت علی ہی باہر تھے نہ محمد علی کہ یہ ٹولی اپنی مفسدہ پردازیوں کو علی برادران کے استبداد کی مخالفت کے نام سے پکارتی۔ ان کی حقیقت سے مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب ہم سے بہتر واقف ہیں۔ اور جس طرح انکی مروت اور نرمی سے فائدہ اٹھانیکی کوشش کی گئی اس سے کون واقف نہیں، یہ اسی ٹولی کا کارنامہ تھا کہ اپنے اختیارات کی حدود سے گذر کر حسابات کی ایک نام نہاد جانچ پڑتال شروع کی گئی۔ اور پھر نہایت بے ایمانی سے ایک رپورٹ تیار کر کے اسے جمعیت خلافت میں پیش کرنے سے پہلے چھپوا بھی لیا گیا۔ اور بظاہر تقسیم بھی کر دیا گیا جس سے حکومت اور حکومت پرست اخبارات کو سارے نظام جمعیت خلافت اور بالخصوص اسکی مرکزی مجلس کو بدنام کرنیکا موقع ملا میں اسوقت قید و بند میں مبتلا تھا۔ اور چونکہ قید تنہائی تھی اس لئے مجلس سے باہر کی دنیا کی کسی کارروائی کی خبر کا مجھ تک پہنچنا تقریباً محال تھا۔

جب اگست ۱۹۲۳ء میں رہا ہوا اور دہلی کی اسپیشل کانگریس کے موقع پر مرکزی کمیٹی کے جلسہ کی صدارت کی تو اسوقت معلوم ہوا کہ اس ٹولی میں کون کون شامل تھے اور انہوں نے کس کس طرح جمعیت خلافت کے خدمت گذاروں کو تنگ کیا تھا

Marfat.com

اور بالآخر ڈاکٹر سید محمود نے کس طرح تمام حسابات کے کاغذوں کو عدالت میں اور نیز نمایندگان اخبارات کے ایک مجمع کے روبرو کلکتہ میں پیش کر کے اس ٹولی کے بہتان عظیم کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا تھا۔

اس سے پوچھا جائے کہ آخر یہ علی برادران کا استبداد کب سے شروع ہوا۔ ان میں یہ سارے عیب کس دن سے نکل آئے اور ان میں اور ان کے کام میں کیڑے کس وقت سے پڑے۔ جس طرح علی حسن نظامی کی جاسوسی اور غداری کا پردہ چاک کر دینے پر وہی محمد علی چندوں کا کھا جانیوالا بے ایمان اور رار دو، اور انگریزی کی چند سطریں بھی صحیح نہ لکھنے والا بن گیا۔ اور پندرہ روپے کی نوکری کے لایق بھی نہ رہا جسکی تعریف سے خطیب اور درویش وغیرہ کے کالم پُر ہوا کرتے تھے اسی طرح علی برادران میں وہ سارے عیوب اس "پنجابی ٹولی،، کو اسی دن سے نظر آنے لگے جس دن سے اسکے رہبر مولینا عبد القادر قصوری کے ہم عقیدہ سلطان ابن سعود کی پیہم وعدہ خلافیوں خود غرضیوں اور حرص و آز کا راز طشت از بام ہوا، آج ہم اس امر خاص میں اگر صرف سکوت ہی اختیار کر لیں، سلطان ابن سعود اور انکی اہلحدیث جماعتوں کا ساتھ بھی نہ دیں تو پھر ہماری ذات اس ٹولی کے نزدیک بے عیب ہوئی جاتی ہے۔

## سلطان ابن سعود

سلطان ابن سعود کے اعلان ملکیت کو ایک سال ہو چکا۔ اور پورے سال بھر جمعیت خلافت کو اس مختصر سی ٹولی نے اپنی سازشی کارروائیوں کا مقابلہ کرنے میں منہمک اور مصروف رکھا اور کوئی کام نہ کرنے دیا۔ پہلے ظفر علی خان صاحب اور پھر صاحب کی واپسی پر زمیندار میں پروپگنڈا شروع ہوا۔ اور دہلی میں

Marfat.com

جو جلسے ہوئے انکو اسی بحث میں برباد کر دیا کہ سلطان ابن سعود کی ملکیت کے بارے میں جمعیت خلافت کا مسلک کیا ہے۔

مارچ ۱۹۲۶ء کے جلسے میں سے یہ ٹولی ہار کر چل دی اور لوگ سمجھے کہ اب یہ حیادار جماعت پھر نہ آئیگی۔ لیکن یہ تو اپریل ہی میں بدل پوچھتی اور دامن جھاڑتی ہوئی پھر آموجود ہوئی اور باوجود جمعیت خلافت کے فیصلے سے بیزار ہونے کے مولینا ابو الکلام آزاد کی صدارت سے فائدہ اٹھا کر مؤتمر اسلام میں جمعیت کے نمایندے بنکر جانے کی پوری کوشش کی۔ لیکن سارے ہندوستان میں سے ایک شخص بھی اسے سوائے اپنی ٹولی کے چودہ پندرہ آدمیوں کے نہ ملا۔ جوان نمایندوں میں اس کے کارفرما مولینا عبد القادر قصوری کی شمولیت کے لئے بھی رائے دیتا۔ اہل پنجاب خود کہہ دیں گے کہ ساری سچائی پنجاب ہی کے حصے میں نہیں آئی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان کے باقی صوبوں کے نمایندوں میں سے کوئی بھی اس ٹولی کا شریک نہیں ہوتا۔ کم از کم یہ تو کوئی پنجابی بھی نہ کہیگا کہ ہندو مسلمانوں کے تعلقات کو پنجاب کے ہندو مسلمانوں نے پچھلے پہلے سے زیادہ خوشگوار بنایا ہے مگر یہ دعوے تو یہ "ٹولی" ضرور کریگی کہ مسلمانوں کے حقوق کی محافظ اس سے بڑھکر کوئی جماعت نہیں۔ گو اسکے مربی مولینا ابو الکلام آزاد کا مسلک اس امر خاص میں اسکے بالکل خلاف ہے۔ تاہم اس سے اتنا نہ ہوسکا کہ لاہور میں اسپیشل کانفرنس خلافت کا اجلاس کرتی اور یہ کام غریب دہلی کے مسلمانوں کے سر پڑا لیکن باوجود اس ٹولی کے لمبے چوڑے دعاوے کے یہ اس کانفرنس میں شریک تک نہ ہوئی۔ اور اس کانفرنس کی تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کی مطلق کوشش نہ کی۔ اور اسکے مربی صاحب صدر کا تو پوچھنا ہی کیا ہے انہوں نے تو سرے سے نظام جمعیت خلافت ہی کو تباہ کرنیکا فیصلہ فرما کر انڈین نیشنل یونین

Marfat.com

کی ابتدا فرمانا چاہی۔ ہماری واپسی پر، ہماری اس تمام جد وجہد پر جو حجاز میں مسلک جمعیت خلافت کی حمایت میں کی گئی تھی اس نے پانی پھیرنا چاہا اور ستمبر ۱۹۲۶ء کے جلسے میں سارا وقت بعض کارپردازان حکومت نجدیہ اور اسکے نامزدگان کی کارروائیوں اور نیز ظفر علی خاں صاحب کی غداری کی حمایت میں صرف کردیا۔ اس وقت بھی اس حق پرست ٹولی کو کسی صوبہ کے نمایندوں میں سے ایک شخص بھی نہ ملا جو اسکی رائے کی تائید کرتا۔ اس ٹولی کے علاوہ سب نے وفد حجاز کی رائے کی موافقت کی۔ اگر کوئی خاموش اور ناظر فدار رہا تو وہ مولانا سید سلیمان ندوی تھے جو عقائد کی بنا پر چند امور میں اہل نجد اور ہندوستان کے اہل حدیث سے متفق ہیں۔

دسمبر ۱۹۲۶ء کے جلسے میں چھ اور حضرات کا اضافہ ہوا جنہیں صاحب صدر نے بنگال سے اپنا نعم البدل سمجھ کر بھیجا تھا۔ ان حضرات نے پنجابی ٹولی کے ساتھ ووٹ دیا اور سوائے ان دو جماعتوں کے اس بار بھی انہیں کوئی اور شریک نہ ملا۔

جب اس بار بھی ناکامی رہی تو یہ دونوں ٹولیاں جلسے سے اٹھ گئیں۔ لیکن واہ ری استقامت جب ایک بار مرکزی کمیٹی میں وفد حجاز کی رپورٹ منظور ہو گئی تو صدر محترم مولانا ابوالکلام آزاد ہی کے رفیق کار مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی اور ان کے چند اہلحدیث ساتھیوں نے اس تمام کارروائی کو بے قاعدہ ٹھہرانے اور بے اثر کرنے کے لئے ایک خاص جلسہ کا انعقاد صاحب صدر سے طلب کیا اور پنجابی ٹولی نے اس میں شرکت کی۔ لیکن یہ دفتر بے معنی کچھ دن صاحب صدر ہی کے دفتر میں پڑا رہا۔ اور نہ معلوم کس وجہ سے خود جلسہ طلب کرنے والے حضرات ہی شریک نہ ہو سکے۔ جلسہ طلب کرنیوالوں میں سے اطلاع آئی تو صرف مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کی جنہوں نے زادِ راہ کا مطالبہ فرمایا تھا

Marfat.com

# بہتانِ عظیم

البتہ ۲۶ فروری کے زمیندار میں غازی علیہ الرحمۃ نے چھوٹانی سیٹھ سے لئے ہوئے کارخانوں کے سلسلے میں مولانا شوکت علی اور بالخصوص شعیب قریشی صاحب پر وہ بہتانِ عظیم لگایا کہ آجتک کسی ممبر خلافت کمیٹی نے، اسکے کسی عہدہ دار یا کارکن پر نہ لگایا تھا۔

شعیب قریشی صاحب نے مرکزی کمیٹی کے سامنے تمام واقعات پیش کر دیئے اور مرکزی کمیٹی نے بالاتفاق اس شرمناک جھوٹ اور بہتان پر اپنی رائے کا اظہار بھی کر دیا۔ اور غازی موصوف سے سوال کرنا بھی منظور کیا کہ اس صریح جھوٹ اور بہتان عظیم کے بعد ان کو مرکزی کمیٹی سے کیوں نہ خارج کیا جائے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اسکے بعد پنجابی ٹولی کے قبضۂ قدرت میں جو صوبہ پنجاب کی خلافت کمیٹی آگئی ہے وہ اس بارے میں کیا کرتی ہے، اور مسلمانانِ پنجاب ان کے بارہ میں کیا کرتے ہیں۔

خلافت کانفرنس میں بھی شعیب قریشی صاحب نے اپنا بیان دیدیا۔ اس بار پنجابی ٹولی کا کارواں تو لکھنؤ نہیں آیا مگر گردِ کارواں ضرور وہاں تک پہنچ گئی۔ اور اس اڑائی ہوئی گرد کو مٹھیاں بھر بھر کر مرکزی کمیٹی پر پھینکنے والے ہمارے "الحق" والے بھائی ظفر الملک صاحب علوی تھے۔

یہ اودھ خلافت کمیٹی کو کانپور میں تڑوانے کے بعد نئی کمیٹی کے سکریٹری بنے تھے۔ مگر اس خلافت کانفرنس کے انعقاد میں جو خود ان کے صوبہ میں منعقد ہوئی انہوں نے مطلق کوئی حصہ نہ لیا۔ بلکہ روپوش رہے۔ اور رونمائی فرمائی تو ایک شب کو اسطرح کہ ۲۶ فروری کا زمیندار، کمیٹی کے ممبروں میں مفت تقسیم کر رہے

Marfat.com

تھے۔ واہ ری وہابیت، حقگوئی اور حق پرستی، سب کچھ تجھ پر نثار ہے ؎

"من و دل" گر فنا شویم چہ باک
غرض اندر میاں سلامت اوست

## مسئلہ حجاز

حجاز، مرکز اسلام میں ایک آزاد مستقل، پائیدار اور عمدہ حکومت کا قیام تمام مسلمانان عالم کے لئے ایک نہایت اہم مسئلہ ہے۔ اور احیاء خلافت کے لئے پہلا قدم ہے، مسلمانان ہندوستان کے سامنے خود اس ملک میں انکی اجتماعی اور ملی زندگی کی تنظیم، اور دوسری ملتوں اور ایک اجنبی قوم کی حکومت کے ساتھ ان کے تعلقات کے نہایت اہم مسائل بھی ہیں۔ جن کے صحیح اور بہترین حل کے لئے ان کو بہت کچھ غور و فکر کرنا ہے لیکن ہندوستان کی قومیت مشترکہ اور اسلام کی ملت متحدہ دونوں ہی ہمارے لئے رجاذب توجہ ہیں۔ ایک کے خیال سے ہم دوسرے کے ساتھ بے اعتنائی نہیں کر سکتے۔ بقول شاعر ؎

دل کو روؤں دیا جگر کو پیٹوں
میری دونوں سے آشنائی تھی

جو مسلمان مسئلہ حجاز کا صحیح اور بہترین حل چاہتے ہیں اور اسکے لئے کوشاں ہیں ان پر حامیان سلطان ابن سعود برابر اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ یہ لوگ ہندوستان میں مسلمانوں کی تنظیم کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ لوگ ہندوستان میں مسلمانوں کی تنظیم کی طرف ابتک اتنی توجہ نہیں کر سکے ہیں جسکی وہ مستحق تھی تو اس کا سب سے بڑا سبب یہی حامیان سلطان ابن سعود ہیں جنہوں نے مسئلہ حجاز کے صحیح اور بہترین حل کی

Marfat.com

راہ میں بار بار روڑے اٹکائے ہیں۔

جنوری ۱۹۲۶ء میں سلطان ابن سعود اپنے تمام وعدوں کو توڑ کر اور اپنی قسموں اور حلفوں کو جھوٹا ثابت کرکے ملک الحجاز بن بیٹھے، اور جیسا کہ میں نے اس مضمون کے پہلے نمبر میں ظاہر کیا ہے، مرکزی خلافت کمیٹی اور مجلس عاملہ کے تمام جلسوں میں جو گزشتہ سال میں منعقد ہوئے ہماری تقریباً تمامتر توجہ کا جاذب یہی مسئلہ حجاز بنا رہا۔ پہلے حکیم اجمل خاں صاحب نے ظفر علی خاں صاحب کو بلا کر ان سے وعدہ لیا کہ ان کے وفد حجاز کی رپورٹ یا رپورٹوں پر مجلس عاملہ کے غور و خوض کرنے تک زمیندار کا پروپیگنڈا بند رہیگا۔ مگر یہ نہ ہو سکا۔

فروری ۱۹۲۶ء کا شوریٰ اسی غرض سے دہلی میں ہوا تھا۔ مارچ ۱۹۲۶ء میں مجلس عاملہ اور مجلس مرکزی دونوں کے جلسے دہلی میں منعقد ہوئے اور مرکزی کمیٹی کے کچھ وقت کے علاوہ سارا وقت اسی مسئلہ حجاز کی نذر ہوا۔ اور مرکزی کمیٹی کا جو وقت کونسلوں کے انتخابات میں جمعیت خلافت کی شرکت کی نذر ہوا وہ بھی اسی لئے اسکی نذر ہوا کہ مولانا عبدالقادر قصوری کی "پنجابی ٹولی" کو جب معلوم ہوگیا کہ مجلس عاملہ کا فیصلہ سلطان نجد کی ملکیت حجاز کے خلاف اور جمہوریت کے موافق ہے۔ اور آخر کار مولانا عبدالقادر قصوری بھی مجلس عاملہ میں ظفر علی خان صاحب سے جدا ہو کر رہے۔ اکتوبر کی جمہوریت کے موافق ووٹ دینے پر مجبور ہوئے تھے۔ اور مرکزی کمیٹی میں بھی اکثریت "پنجابی ٹولی" کے خلاف تھی تو انہوں نے مسئلہ حجاز کے متعلق آخری فیصلے کو ملتوی کرانے کے لئے یہ ترکیب نکالی کہ پہلے کونسلوں کے انتخابات میں جمعیت خلافت کی شرکت کا مسئلہ پیش کر دیا جائے اور باوجود مولانا شوکت علی کے برما میں چندہ جمع کرنے میں منہمک ہونے کے انکی مشہور معروف رائے

Marfat.com

کے خلاف اس مسئلہ میں آخری فیصلہ دیدیا جائے۔ جب ان کے اپنے ہم عقیدہ صدر مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی یہ قبول نہ کیا اور اکثریت بھی اس ٹولی کیخلاف نکلی تو مسئلہ حجاز میں بھی شکست کھانے سے گھبرا کر یہ ٹولی جلسہ چھوڑ کر چلدی۔

مگر اپریل میں جو مرکزی کمیٹی کا جلسہ دہلی میں ہوا اس میں وہی پندرہ کے پندرہ پھر موجود تھے اور پھر بھی تقریباً تمامتر توجہ کا جاذب یہی مسئلہ حجاز تھا۔ لیکن خود ہندوستان میں مسلمانوں کے معاملات اور دوسری ملتوں سے تعلقات کے متعلق جو اسپیشل کانفرنس ۸ اور ۹ مئی ۲۶ء کو منعقد ہوئی تو اس میں ان حضرات کا پتہ نہ تھا، پھر بھی شکایت ہمیں سے ہے کہ سارا وقت مسئلہ حجاز ہی میں کھپا دیتے ہیں۔ ہندوستانی معاملات کی طرف بے اعتنائی ہے۔

اس ٹولی کی جان توڑ کوشش کے خلاف جب وفد حجاز میں علی برادران، اور شعیب قریشی صاحب کا بھی انتخاب ہوگیا اور ہم حجاز چلے گئے تو ہماری ساڑھے تین مہینے کی غیر حاضری میں جمعیت خلافت سے کچھ کام نہیں لیا گیا۔ حالانکہ جمعیت خلافت علی برادران کا دوسرا نام نہیں ہے، گو یہ ٹولی، جمعیت کے فیصلے کو اپنے خلاف پاکر ہمیشہ یہی الاپا کرتی ہے۔ ہماری واپسی پر جو مرکزی کمیٹی کا جلسہ ستمبر ۲۶ء میں دہلی میں ہوا اس کا سارا وقت بھی اسی مسئلہ حجاز کی نذر ہوا۔ اور وہ بھی جیسا کہ میں پہلے ظاہر کرچکا ہوں۔ ہماری رپورٹ کے پڑھے جانے کے سوا سارے کا سارا ظفر علی خاں صاحب اور حکومت نجد کی برات ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں اسی ٹولی نے ضایع کیا۔

ابتدائے دسمبر ۱۹۲۶ء میں مرکزی کمیٹی کا جلسہ لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ اور اس بار اس پنجابی ٹولی کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد کا نعم البدل ایک "بنگالی ٹولہ" بھی شامل ہوا۔ اور پندرہ سے یہ جماعت اکیس بائیس تک پہنچ گئی، اور نائب صدر مولینا

Marfat.com

عبدالقادر قصوری کی حمایت اور خلاف معمول اتنی بڑی تعداد کی موجودگی میں سوائے اسکے کیا ہوتا کہ پھر سارا وقت مسئلہ حجاز کی نذر ہوتا۔ اور وہ بھی اس طرح کہ اکتوبر ۱۹۲۴ء سے دسمبر ۱۹۲۶ء تک جو کچھ جمعیت خلافت نے کیا تھا اسکی تاویلوں اور تفسیروں اور ہماری مذمتوں اور ہماری رپورٹ کی نامنظوری سے تنسیخ کی جان توڑ کوشش کی جاتی؟ جب کثرت رائے حاصل نہ ہوسکی تو پھر وہی ترکیب سوجھی اور جس طرح دہلی کے جلسے مارچ ۱۹۲۶ء سے پنجابی ٹولی اٹھکر چلدی تھی۔ تاکہ سلطان نجد کی ملکیت حجاز اور ظفر علی خان صاحب کی غداری کے خلاف مرکزی کمیٹی کا آخری فیصلہ اسکی موجودگی میں نہو سکے۔

بالآخر لکھنؤ میں اواخر فروری ۱۹۲۷ء سالانہ خلافت کانفرنس ہونیوالی تھی اور خوف تھا کہ اس میں بھی سارا وقت اسی طرح مسئلہ حجاز کی نذر ہوجائیگا بالخصوص جبکہ سال گزشتہ کے جناب صدر نے ۲۵ بنگالیوں اور پنجابیوں کا ایک محضر ارسال فرمایا جس میں دسمبر ۲۶ء کے جلسہ کی اس کارروائی کو خلاف قاعدہ کہا گیا تھا جو ان حضرات کے اُٹھ کر چلے آنے کے بعد کی گئی تھی، لیکن اس جلسہ میں تشریف نہ لائے۔ البتہ کادرال نہ آنے پر بھی گرد کارواں کی کمی نہ تھی، اور ظفر الملک صاحب علوی اڈیٹر الناظر کی دہابیت کا بھلا کرے کہ باوجود صوبہ اودہ کی پہلی کمیٹی کے کانپور میں تڑوا دینے کے، اور خود نئی کمیٹی کے معتمد ہوجانے کے اور اپنے صوبہ کے صدر مقام لکھنؤ ہی میں سالانہ خلافت کانفرنس کے منعقد ہونے پر اسکے انتظامات میں مطلق حصہ نہ لینے اور کسی جلسے میں بھی شرکت نہ کرنے کے انہوں نے اس گرد کارواں کی مٹھیاں بھر بھر کر تمام حاضرین جلسہ پر برسائیں۔ اور سیٹھ چھوٹانی صاحب سے سوا سوا لاکھ روپے نقد کے بدلے ملے ہوئے لکڑی چیرنے اور فرنیچر بنانے کے کارخانوں کے متعلق

Marfat.com

جو ایمان اور سچائی سے سراسر خالی، نہایت ذلیل اور غیر شریفانہ حملہ صوبہ پنجاب کی خلافت کمیٹی کے سکریٹری غازی عبدالرحمن صاحب نے مولانا شوکت علی اور شعیب قریشی صاحب جیسی ہستیوں پر " زمیندار " کے ذریعہ سے کیا ہے، اسکو اس ٹولی کا نعم البدل سمجھکر انہوں نے " زمیندار " کی کاپیاں مرکزی کمیٹی کے ایک جلسہ میں شب کو شریک ہو کر تقسیم فرمائیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان حامیان سلطان ابن سعود نے پھر گھنٹوں مرکزی کمیٹی اور اتنے ہی خلافت کانفرنس کے ضایع کرائے، اور اب اسکی پھر شکایت ہو گی کہ ہندوستان کے معاملات کے متعلق بالکل توجہ نہ کی گئی۔

لکھنؤ کی خلافت کانفرنس کا پہلا اجلاس تو مجلس استقبالیہ کے صدر مولینا عبدالماجد صاحب دریا بادی اور اس سال کے صدر خلافت سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون صاحب کے خطبات کے پڑھے جانے میں صرف ہوا۔ دونوں کا بڑا حصہ مجبوراً مسئلہ حجاز کے متعلق تھا۔ اور مولانا عبدالماجد دریا بادی نے جس خوبی کے ساتھ حامیان ابن سعود کے اس جھوٹے احتجاج کی دھجیاں اڑادی ہیں کہ مسلمانان ہندوستان کو اپنی اندرونی اصلاح کرنی چاہیئے۔ اور حجاز کے مسئلہ پر وقت ضایع نہ کرنا چاہیئے۔ اسکی داد نہ دینا سخت ناانصافی ہے منطق، سیاست، مذہبی جوش اور ادبیت ان سب کا مجموعہ ایک نہایت مختصر سے خطبہ استقبالیہ میں اسطرح موجود تھا کہ اسکو پڑھتے وقت صدر جمعیت استقبالیہ خود بھی آبدیدہ ہونے پر مجبور رہے اور ساری مجلس کو بھی رلا رہے تھے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ جمعیت خلافت کی سالانہ کانفرنس ہے۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ لکھنؤ کی ایک محفل عزا ہے البتہ کسی مرثیہ خواں کے کلام یا واعظ کی خوش بیانی کی آواز سے داد نہیں دی جارہی تھی۔ بلکہ مجلس کی مجلس سر جھکائے خاموشی کے ساتھ آنسو گرا رہی تھی۔

کاش اس خطبہ کے چند لاکھ نسخے مسلمانان ہندوستان میں تقسیم کئے جاتے بلکہ

Marfat.com

اس کے عربی اور فارسی ترجموں کے بھی چند لاکھ نسخے عالم اسلام میں تقسیم کیے جاتے تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو سکے کہ جمعیت خلافت ہند کس نظام خلافت راشدہ کے احیاء کے لئے کوشاں ہے اور اسکی عالم اسلام کو کس قدر ضرورت ہے۔ اور حجازی جمہوریت کا قیام اس نظام کے احیاء کا کیسا اہم اور ضروری جز ہے۔

## عبداللہ ہارون

جمعیت خلافت کے صدر سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون صاحب کا خطبہ بالکل ویسا تھا جیسا کہ ان جیسے کاروباری آدمی اور سچے اور فیاض مسلمان سے توقع کی جانی تھی۔ ہندوستان میں اور بھی مسلمان فیاض ہیں۔ مگر جس کاروباری طریقے پر سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون کی فیاضی کا اظہار ہوتا رہتا ہے اسکی دوسری مثال ہندوستان کے مسلمانوں میں تو ملتی نہیں۔ ان کی فیاضی سے نام و نمود کبھی مقصود نہیں اور وہ محض ایک فیاض قلب کے تاثرات کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جو لوگ ان سے سوال کرتے ہیں وہ جلد جان لیتے ہیں کہ سیٹھ عبداللہ ہارون کو انکار کرنا بھی آتا ہے۔ جب کبھی وہ خیرات کرتے ہیں اور وہ جب خیرات نہیں کرتے [illegible] کرتے ہیں کہ اس سے [illegible] کو ایک فائدہ ہوتا ہے اور ان کی خیرات کی [illegible] کے فائدے کی مقدار میں ایک معین تناسب ہوتا ہے [illegible] جمعیت خلافت کی صدارت محض اس لئے قبول کی ہے کہ اس [illegible] جمعیت کے کاروبار کا جائزہ لیں۔ اور اسے بڑھائیں۔

انہوں نے اپنے مختصر سے خطبے میں ملت کے تمام کاروبار [illegible] اور ایک کاروباری کی طرح انہوں نے اپنے ذہن میں تمام ملی اور دینی تحریکوں کا ایک صحیح تناسب بھی قائم کر لیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ احیائے نظام خلافت کے بغیر [illegible]

Marfat.com

میدان ترقی میں گامزن نہیں ہو سکتے۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اسوقت ہم ہی کر سکتے ہیں کہ حکومت حجاز صحیح طریقے پر قایم کردی جائے، لیکن وہ یہ بھی اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ سلطان نجد کی ملکیت کو تسلیم کر لینا حکومت حجاز کو صحیح طریقہ پر قایم کرنا نہیں ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ ہم ہندوستان کے باہر بھی اسی وقت کام کر سکتے ہیں جب ہندوستان کے اندر ہماری حالت درست ہو جائے۔ ورنہ ہماری ساری جدو جہد بیکار ثابت ہوگی۔ اور ہندوستان کے اندر ہماری حالت اسوقت تک درست نہ ہوگی جب تک کہ ہم میں آپس میں اتفاق و اتحاد نہ ہو جائے۔

لیکن وہ یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ اتحاد و اتفاق اس طرح قایم نہیں ہو سکتا کہ جو ٹولیاں اور ٹکڑیاں جماعت کے فیصلوں پر راضی نہ ہوں ان کی خاطر جماعت کے فیصلے رد کر دئے جاتے رہیں اور اس طرح اختلاف ہی نہیں بلکہ بغاوت تک کو ترقی دی جائے۔ اس لئے وہ جماعت سے نہیں کہتے کہ وہ اپنے غور و خوض کے بعد کئے ہوئے فیصلوں کو رد کر دے، بلکہ انہیں ٹولیوں اور ٹکڑیوں کو جماعت کے ساتھ چلنے کی دعوت دیتے ہیں۔ تاہم وہ نہیں چاہتے کہ ہمارے آپس کے اختلافات کے موقعوں پر اغیار سے مداخلت کے لئے کہا جائے یا اغیار کی مداخلت کو قبول ہی کیا جائے۔

سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون صاحب کا خیال تھا کہ خدام الحرمین کی انجمن نے برطانیہ سے اخراج سلطان ابن سعود میں امداد چاہی اس لئے انہوں نے اپنے خطبے میں حامیان سلطان ابن سعود کو خطاب کرنے سے پہلے ہی انجمن خدام الحرمین سے اس کے بارہ میں خطاب کیا۔ لیکن جب اس انجمن کے بعض ارکان نے ان کے سکرٹری قاضی عبدالرحمن صاحب سے رجوع کو جناب صدر نے اپنی علالت کے

Marfat.com

باعث غیر حاضری کی معافی مانگتے ہوئے اپنا خطبۂ صدارت پڑھنے کے لیے کراچی سے بھیجا تھا) کہا کہ یہ تو ہماری انجمن کے قواعد ہی میں داخل ہے کہ ارض حرمین شریفین میں غیر مسلم مداخلت کسی حالت میں گوارا نہ کی جائے۔ تو خطبۂ صدارت کے اس حصہ میں سیٹھ صاحب کی عام ہدایات کے مطابق کہ اگر کوئی امر خلاف واقعہ درج ہو گیا ہو تو اصلاح کر دی جائے۔ مناسب ترمیم کر دی گئی، اور ظاہر کر دیا گیا کہ یہ خطاب انجمن خدام الحرمین سے نہیں ہے جن کے بارہ میں اطلاع ملی ہے کہ وہ غیر مسلم مداخلت کو ہرگز گوارا نہ کرے گی۔ بلکہ ان حضرات سے خطاب ہے جو برطانیہ اور دول غیر مسلم سے مداخلت کی طالب ہیں۔ ہمیں اپنے بعض مذہبی تاثرات سے متاثر ہو کر یہ مہلک غلطی ہرگز نہ کرنی چاہیے۔

ان بعض مخالفین سلطان ابن سعود کے بعد خود حامیان سلطان سے جناب صدر کا خطاب ہے۔ اور یقیناً اس خطاب کی غرض بھی یہی ہے کہ یہ فریق بھی اپنے بعض مذہبی تاثرات سے متاثر ہو کر وہ دوسری مہلک غلطی ہرگز نہ کرے کہ جماعت سے علیحدہ ہو جائے۔ اور ٹولیوں اور ٹکڑیوں کی طرف سے نظام جمہوریت کے خلاف بغاوت شروع ہو جائے۔

اگر جناب صدر یہ نہ کرتے بلکہ بہت سے اور صلح کل حضرات کی طرح جمعیت ہی سے کہتے کہ ان ٹولیوں اور ٹکڑیوں کی خاطر اپنے اصول چھوڑ دے اور انہیں ماتحت کرنے لگے۔ تو میاں ابن سعود ان کی تعریفوں کے پل باندھ دیتے لیکن ایک سچے سمجھ دار کامیاب مسلمان کی اتنی سیدھی اور صاف بات بھی ان ٹولیوں اور ٹکڑیوں کو اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ اور بظاہر اسکی اتحاد و اتفاق کی دعوت پر لبیک کہنے کو تیار نہیں۔ سارے ہندوستان نے سیٹھ حاجی عبد اللہ ہارون ہی کی

Marfat.com

صدارت کے لئے ووٹ دیا۔ مگر

صوبہ پنجاب کی نام نہاد خلافت کمیٹی نے اپنے کارفرما مولانا عبدالقادر قصوری کا نام پیش کر دیا۔ اور سندھ کے خلافت والوں کو بھی آمادہ کرنا چاہا کہ وہ بھی مولانا قصوری ہی کو ووٹ دیں۔ یہ کوشش ناکام ہوئی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ سیٹھ صاحب کی بھی کوشش کامیاب ہوگی یا نہیں کہ پنجابی ٹولی" بھی باقی جمعیت کے ساتھ ساتھ چلنے لگے اب تک اس کے آثار نظر نہیں آتے لیکن خدا کرے کہ یہ فریق اب بھی سمجھ جائے کہ نہ ہندوستان کے باہر نہ ہندوستان کے اندر مسلمانوں کے کام جماعت کی مخالفت سے بن سکتے ہیں۔

کاش یہ حضرات حافظؒ کے شعر کا صحیح مطلب سمجھنے لگیں اور سلطان ابن سعود سے صاف صاف کہہ دیں کہ تمہارے حجاز کی بادشاہت کا خاتمہ ہو تو ہو مگر نظام اسلام کے احیاء کی ضرورت ہے۔ ع

غرض اندر میان سلامت اوست

بہر حال رو پنجابی ٹولی کی اس بے جا حمایت کے سبب ایک سال کی طویل مدت حجاز ہی کے مسئلہ میں صرف ہوئی اور اس کا زیادہ حصہ ضایع گیا۔ اگر اس طرح ایک وعدہ خلاف بندہ حرص و آز کی جسے ملک گیری کی ہوس ہے اور وہ بھی اب تک مسلمانوں کا ہی ملک چھیننے کی اس بے جا طریقہ پر حمایت نہ کی گئی ہوتی تو جنوری ۱۹۲۶ء ہی میں ظفر علی خاں صاحب شعیب قریشی صاحب اور مولانا محمد عرفان صاحب کا وفد مسلمانان ہندوستان کی رائے کو ان کے سامنے صاف اظہار کرتا ہوتا۔ اور غالباً سلطان ابن سعود اپنے صاف اور صریح اور پے در پے کئے ہوئے وعدوں کی خلاف ورزی کرنے اور مفاد ملت پر ذاتی اور خاندانی حرص کو ترجیح دینے کی اس طرح ہمت ہی نہ کرتے

Marfat.com

بہرحال فروری ۱۹۲۶ء میں جمعیت خلافت کا ایک صاف فیصلہ ان کے سامنے ہوتا۔ اور وہ سمجھ لیتے کہ کم از کم اس ہندوستان کے مسلمان جس نے بقول انکے عرب کو ان کا بھولا ہوا سبق سکھایا ان کی ملکیت حجاز کو کبھی تسلیم نہ کریں گے۔ پھر یہ امر آخری فیصلے کے لئے سال گزشتہ کی موتمر میں پیش ہوتا۔ جس کے لئے سارے عالم اسلام سے صحیح نمایندے آتے اور اگر اسوقت تک بھی سلطان ابن سعود نے اس سخت غلطی کی اصلاح نہ کی ہوتی تو یہ نمایندگان عالم اسلام ان سے کہہ کر انکی اصلاح کرا سکتے اور حجازیوں کی ایک آزاد جمہوری اور شورائی، غیر شخصی، اور غیر موروثی حکومت قائم کراتے۔ اور ان امور کے لئے جن کا تعلق نہ صرف اہل حجاز سے بلکہ تمام اہل اسلام سے ہے۔ عالم اسلام کے مندوبین کی ایک جمعیت کے قیام کا بھی حکومت حجاز کو مشورہ اور امداد دینے کے لئے انتظام کرتے۔

مگر ظفر علی خان صاحب کی صریح غداری کے باعث وہ خلافت جمعیت کا پیغام بھی سلطان ابن سعود کو نہ پہنچا سکا۔ اور قرین قیاس یہ معلوم ہوتا ہے کہ ظفر علی خان صاحب نے سلطان نجد کی ملکیت حجاز کی اعلانیہ بار بار تائید کے علاوہ ان سے یا ان کے عمائد سے خلوت کی صحبتوں میں بھی کہہ دیا ہوگا کہ آپ شوق سے اعلان ملکیت کر دیں ہم ہندوستان میں دیکھ لیں گے خلافت والے کیونکر تحریک چلائیں گے۔ ہمارے زمیندار کی تمام روزانہ اسلامی اخبارات میں سب سے زیادہ اشاعت ہے اور احناف کی ایک بڑی جماعت [illegible] ہم عقیدہ اور آپ کی عالمگیر اور [illegible] میں بھی [illegible] کے مسلمانان ہندوستان کو آپ کی ملکیت حجاز اور آپ کی [illegible] توحید [illegible] سب کو راضی کر لینا [illegible] کا کام ہے [illegible]

Marfat.com

کیجئے۔

اگر ظفر علی خان صاحب کا وفد جس غرض سے حجاز بھیجا گیا تھا اگر وہ بھی اسے پیش نظر رکھتے، صحیح طریق نمایندگی پر مؤتمر کے لئے مندوبین کو سلطان سے کہہ کر بلواتے، حکومت حجاز کے بارہ میں جو مسلک بلا کسی اختلاف رائے کے جمعیت خلافت نے ۵ اکتوبر ۱۹۲۴ء نے قایم کیا تھا۔ اسکو تمام عالم اسلام میں مقبول بنانے کی کوشش کرتے، اور خود سلطان کو ان کے پے در پے کئے ہوئے اور صاف وصریح وعدوں کی پابندی کی صلاح نیک دیتے تو آج حجاز میں حجازیوں کی جمہوری حکومت قایم ہوتی۔ اور عالم اسلام اپنے نمایندوں کے ذریعے سے اسکو سرزمین حجاز میں حکومت کے ہر شعبہ میں اصلاحات کرنے میں مدد دیتا ہوتا۔ اور ان اصلاحات کو رفتہ رفتہ بار آور ہوتے دیکھتا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ اور ظفر علی خان صاحب کی واپسی پر جمعیت خلافت کو اسکی کوشش ناکام کرنی پڑی کہ جب تک مجلس عاملہ ارکان وفد کے اختلاف کی داستان سنکر کوئی فیصلہ نہ کرلے " زمیندار،، میں ملکیت سلطان نجد کی موافقت میں پروپگنڈا نہ کیا جائے۔ پھر حامیان ملکیت سلطان نجد نے ظفر علی خان صاحب کی رپورٹ کی مقبولیت سے مایوس ہوکر اسی کی کوشش کی۔ ۵ اکتوبر ۱۹۲۴ء کے فیصلہ کو اگر جمعیت خلافت مسترد نہیں کرتی تو کم از کم مجلس عاملہ کی تاویلوں اور تفسیروں کے ذریعے سے اُسے کمزور کردیا جائے۔ اور مرکزی مجلس کے فیصلے کی جب نوبت آئے تو یہ حامیان سلطانِ نجد کسی بہانے سے جلسے سے اُٹھ کر چلے جائیں تاکہ فیصلہ قطعی اور آخری نہ سمجھا جائے۔

اسکے بعد بھی جب سلطان نجد مجبور کردیئے گئے کہ مؤتمر اسلامی کی دعوت کو واپس نہ لیں، بلکہ مؤتمر کا انعقاد ہی ہو۔ تو اس " ٹولی،، نے ان لوگوں کو

Marfat.com

نمایندگانِ جمعیت خلافت کے طور پر منتخب کرانے کی کوشش کی جو جمعیت کے مسلک کے صاف اور صریح طور پر خلاف تھے۔ اور جب یہ کوشش بھی ناکام رہی اور اسکے سرغنہ، مولانا عبدالقادر قصوری بھی منتخب نہ ہو سکے اور ظفر علی خاں صاحب کو ۹ رایوں سے زیادہ حاصل نہ ہوئیں تو اسمٰعیل غزنوی صاحب، اور انکے والد بزرگوار کو اہل حدیث کے وفد میں زبردستی شریک ہونے کے لئے (حالانکہ چھپرہ میں جماعت اہل حدیث نے صرف مولانا ثناء اللہ کا انتخاب کیا تھا) حجاز بھیجا۔ تاکہ جمعیت خلافت کے چار نمایندوں کے مقابلہ میں چار اور ہندوستانی مسلمان سلطان نجد کی حرکات کی تائید کریں۔ اور عالم اسلام یہ سمجھے کہ ہندوستان کے آدھے مسلمان ایک طرف ہیں اور آدھے دوسری طرف،

الحمد للہ کہ وفد خلافت نے اپنی دیانت، قوتِ ایمان، معاملہ فہمی، اور قابلیت کا وہ سکہ بٹھایا کہ باوجود سلطان نجد کے نامزد کردہ حضرات اور اہلحدیث کے نمایندگان کی ابتداءً کثرت رائے کے، اور آخر تک ایک بڑی تعداد ہونے کے موتمر کا قانون اساسی اور اسکی بہت سی تجاویز وفد خلافت ہی کی رائے کے مطابق طے پائیں۔ لیکن بجائے اسکے کہ وفد کی ان کوششوں کا شکریہ ادا کیا جاتا اس "ٹولی" اور اسکے اہل حدیث ساتھیوں اور انہیں کے سے عقاید رکھنے والے بعض احناف نے وفد اور ارکان وفد کو بدنام کرنا شروع کر دیا۔ اور جو رپورٹ اس وفد نے نہایت احتیاط کے ساتھ تیار کی تھی اُسے اس "ٹولی" نے رد کرانے کی جان توڑ کوشش کی۔ ستمبر ۱۹۲۶ء کے جلسے میں بالخصوص دو امر کے ذکر کو خارج کرنے کی کوشش کی جن کا تعلق وفد کی سفارشات سے نہ تھا۔ اور سفارشات پر بحث نہ ہونے دی اور دسمبر ۱۹۲۶ء کے جلسہ میں ایک اور بحث چھیڑ دی جس سے رپورٹ کی وقعت گھٹانا

Marfat.com

مقصود تھا، اور جب اسکی منظوری اس " ٹولی " کی خواہش کے مطابق ایک آیندہ جلسے تک ٹل نہ سکی تو دہلی کے جلسۂ مارچ کی طرح یہ " پنجابی ٹولی " اور جناب صدر کا بھیجا ہوا " بنگالی ٹولہ " دونوں جلسے سے اُٹھ کر چلدیئے۔

بہرحال مرکزی کمیٹی نے رپورٹ اسیوقت منظور کردی۔ اور اسکے نفاذ کے لئے بھی دفتر جمعیت خلافت کو احکام مل گئے۔ جو سالانہ جلسہ ۲۶-۲۷ فروری کو لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ اس نے بالآخر اس سارے جھگڑے کو چکا دیا۔ دو بار جلسہ چھوڑ کر چلے جانے والی ٹولی نے باوجود خود مرکزی کمیٹی کے ایک جلسۂ خاص کا مطالبہ کرنے کے سالانہ جلسہ میں شرکت نہ کی، تاکہ کسی نہ کسی طرح اپنے حقیر اقلیت کے اعتراف وا قبال کرنے سے بچی رہے۔ لیکن باہمی اختلاف کے تمام ڈیلی گیٹوں نے حسب ذیل تجویز منظور کی۔

" یہ خلافت کانفرنس رپورٹ وفد حجاز مرتبہ مولانا سید سلیمان ندوی، مولینا شوکت علی، مولانا محمد علی، و شعیب قریشی صاحبان اور اسکی سفارشات کو منظور کرتی ہے اور ۷ - اکتوبر ۱۹۲۴ء کے (۵ اکتوبر کا فیصلہ بذریعہ تار سلطان نجد اور امیر علی " ملک الحجاز " کو ۶ اکتوبر کو ارسال کیا گیا تھا) فیصلے کی از سر نو تائید کرتے ہوئے اعلان کرتی ہے کہ اسکی رائے میں حجاز میں کسی قسم کی بادشاہت یا شخصی حکومت نہ قایم ہو، نہ وہاں کی حکومت کسی خاندان خاص سے وابستہ ہو، نہ اس میں وراثت کا کوئی تعلق ہو۔ بلکہ شورادی اور جمہوری ہو، اور رئیس اور ارباب حکومت اور اراکین مجالس وضع قوانین حجازی ہوں۔ اور حجازیوں کی عام رائے سے آزادانہ طریقہ پر منتخب شدہ نمایندوں کی آزادانہ رائے سے ان کا انتخاب کیا جائے۔ اور ان کا عزل و نصب دونوں انہیں نمایندوں کے ہاتھ میں ہو۔

Marfat.com

اس حکومت کا کوئی قانون ہرگز احکام شرعیہ مصالح اسلامیہ کے خلاف نہ ہو، اور جن معاملات کا تعلق عالم اسلام سے ہے ان میں یہ حکومت مسلمانان عالم کی رائے کی پابند ہو۔ اور ان کے علاوہ تمام امور میں پوری طرح آزاد ہو۔ اس کانفرنس کی رائے ہے کہ دیگر اسلامی شعوب اور حکومات مستقلہ کو ایسی تشکیل حکومت حجاز پر متفق و متحد کرنے کی دفتر جمعیت خلافت کی طرف سے پوری جدوجہد کی جائے تاکہ اس کا جلد سے جلد اور بہتر سے بہتر طریقہ پر نفاذ ہو سکے۔،،

اس تجویز سے کسی کو اختلاف نہ تھا۔ گو مولانا حسین احمد صاحب سبجکٹس کمیٹی کے جلسہ میں چاہتے تھے کہ کسی قسم کی بادشاہت یا شخصی حکومت نہ قایم ہو کہ جملہ میں سے الفاظ "کسی قسم" کو نکال دیا جائے جس کی مصلحت کسی کی سمجھ میں نہ آئی اور نہ جس سے کوئی فائدہ ہی ہو سکتا تھا۔ اس لئے کہ اگر یہ دو لفظ نہ بھی ہوتے تب بھی جس چیز پر "بادشاہت" کا اطلاق ہو سکتا اسکے قیام کا اس تجویز سے امتناع ہوتا۔

مولانا احمد حسین صاحب فرماتے تھے کہ قرآن کریم میں "ملک" کا لفظ ایک پوری قوم کی حکمرانی کے لیے بھی آیا ہے اور بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے آزاد ہونے پر "ملوک" کہا گیا ہے۔ اس قسم کی ملکیت کے کون خلاف ہو سکتا ہے مگر اسکو اردو میں "بادشاہت" نہیں کہتے بلکہ "حکمرانی" کہتے ہیں یا سلطنت بہرحال مولانائے موصوف نے اس پر زیادہ اصرار نہ کیا۔ اور جو علما اس وقت شریک جلسہ تھے ان سب کی رائے مولانا حسین احمد صاحب کی رائے سے مختلف تھی۔ البتہ ایک ترمیم خود کانفرنس کے اجلاس میں پیش کی گئی جس کے باعث بہت کچھ تضیع اوقات ہوئی۔ چونکہ میں نہیں چاہتا کہ اسکے متعلق کوئی غلط فہمی پیدا ہو۔

Marfat.com

یا کوئی حامی سلطان نجد اس سے بیجا فائدہ اُٹھائے اس لئے ذیل میں کسی قدر تفصیل دینا ضروری ہے۔ اسکے انجام سے مجالس ملیہ میں کام کرنیوالوں کو ایک سبق بھی مل سکتا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ میرے وہ احباب جن کے ساتھ میں نے اس ترمیم کے موافق ووٹ دیا اس سے سبق حاصل کریں۔

مجھے افسوس ہے کہ حجاز کانفرنس لکھنؤ میں مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی نے التوائے حج کی ایک تحریک نہایت پرجوش الفاظ میں پیش فرمائی۔ میں نے اور مولانا شوکت علی نے سبجکٹس کمیٹی میں کئی بار اس کے خلاف عرض کیا۔ مگر مولانا مصر رہے۔ اور خدام الحرمین کے ارکان اور حضرات اہل تشیع کے نزدیک التوائے حج کا اعلانِ جنگ اسی وقت کرنا ضروری تھا۔ اور تجویز منظور ہو گئی آجکل یہ مرض اکثر مسلمانوں میں پایا جاتا ہے کہ اعلانات جنگ ہر لمحہ اور ہر لحظہ صادر فرماتے رہتے ہیں۔ مگر جنگ کے لئے تیاری کا خیال تک نہیں آتا اور نیتجہ سوائے شکست کے اور کچھ نہیں ہوتا: تبلیغ،، کے نام سے فتنۂ ارتداد کے روکنے کے لئے کیا کیا اعلانات جنگ نہیں ہوئے تھے۔ مگر آج تبلیغ تو درکنار فتنۂ ارتداد سے تحفظ تک کے لئے بہت ہی کم کام ہو رہا ہے۔ گو دنیا سمجھ رہی ہے کہ جس طرح آریہ سماج اور ان کے مناتنی شرکاء شدھی کے لئے آدمی بھیج رہے ہیں، مرکز قایم کر رہے ہیں۔ اور ادھر بچھرے یا جاہل ومفلس مسلمانوں کو جائز و ناجائز طریقے سے ترغیب دے رہے ہیں، یا ان کی تہدید و تخویف میں مشغول ہیں۔ اسی طرح مسلمان بھی ،، تبلیغ کے لئے کم سے کم آدمی بھیج رہے ہوں گے۔ اور مرکز قایم کر رہے ہونگے مگر حقیقتاً ایسا کہیں بھی نہیں ہو رہا ہے۔ اگر کچھ ہو بھی رہا ہے تو سر آغا خان کی منظم جماعت کی طرف سے، ورنہ زیادہ سے زیادہ یہ ہو رہا ہے کہ جو اسلامی مدارس

Marfat.com

ان دیہات میں قایم کئے گئے تھے جہاں فتنۂ ارتداد کا زور شور تھا۔ وہاں اب مشکل سے فیصدی ۵۔ یا ۱۰۔ رہ گئے ہیں، باقی سب کے سب بند ہو گئے ہیں۔

مولانا عبد الماجد بدایونی التوائے حج کو اسی سال ضروری سمجھتے تھے تو ان کو چاہئے تھا کہ پوری کوشش کرکے کم از کم اپنے ہم عقیدہ مسلمانوں کو اس سال حج ملتوی کرنے پر آمادہ کرتے، لیکن نہ اسکی کوئی باقاعدہ کوشش کی گئی، اور نہ جو کوشش، وہ ہندوستان ہی میں رہکر صرف حجاز کانفرنس لکھنؤ کی تجویز کو زیادہ تعداد میں شایع کرکے فرماتے وہ کارگر ہونیوالی تھی۔

افغانستان اور دیگر حکومات مستقلہ اسلامیہ کے پاس وفود بھیجنے کی تحریک پر جو تقریر میں نے کی تھی اس میں صاف عرض کر دیا تھا کہ بغیر افغانستان کی شرکت کے اس معاملے میں ہندوستان میں کامیابی ہونا مشکل ہے، پہلے عام طور پر حکومات مستقلہ و شعوب اسلامیہ سے مشورہ کیا جائے اور ان سے موتمر میں رائے دلوائی جائے۔ جب موتمر کے فیصلے پر سلطان نجد عمل نہ کریں تو ان رائے دینے والوں سے کہا جائے کہ اب بحالت مجبوری یا التوائے حج کیجئے یا اس فتنۂ باغیہ کو حجاز سے کسی اور طرح خارج کیجئے لیکن میری ان گذارشات پر مطلق توجہ نہ کی گئی۔ اور میری رائے کے خلاف تجویز التوائے حج منظور کر دی گئی۔ نتیجہ بظاہر وہی ہوگا جس کا مجھے اندیشہ تھا۔ میں تو بدنام ہو گیا کہ محمد علی مسلمانان ہند سے کہہ رہا ہے کہ امسال بھی حج کو نہ جاؤ۔ مگر جن حضرات نے یہ تجویز جلسہ میں پیش کی تھی انہوں نے اسکو عملی جامہ پہنانے کی بہت ہی کم کوشش کی۔ اور حجاج کی تعداد بظاہر معمولی سالوں کی طرح ہوگی۔

اس تجربے کے بعد مولانا عبد الماجد بدایونی کو اپنے زبانی و تحریری جوش و خروش کو کم کرنا چاہئے تھا۔ اور اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنانے کی زیادہ کوشش کرنی چاہئے تھی

Marfat.com

لیکن کچھ ثقل سماعت کی وجہ سے اب مولانا مشکل ہی سے کسی کی سنتے ہیں، اور کچھ انہوں نے یوں بھی تنہاروی کو اپنا شیوہ بنالیا ہے۔ اس موقعہ پر بھی انہوں نے بغیر ان لوگوں سے مشورہ کئے ہوئے جو سلطان ابن سعود کی ملکیت حجاز کو اُن سے کسی طرح کم بُرا نہیں سمجھتے دو تجاویز سبجیکٹس کمیٹی میں پیش کرنا چاہیں جو انکی تجویز التوائے حج کی طرح، جو حجاز کانفرنس لکھنؤ میں گزشتہ ستمبر میں ہوئی تھی لفظی حیثیت سے نہایت زور دار تھیں لیکن حقیقتاً اسی پچھلے اعلان جنگ کا اعادہ تھیں، جنگ کے لئے کسی تیاری کا پتہ مطلق نہ دیتی تھیں۔

ان تجاویز کے پیش ہونیکا نتیجہ یہی نہیں ہوا کہ وہ کانفرنس کے سامنے پیش کئے جانے کے لئے منظور نہیں ہوئیں۔ بلکہ ایک اور تجویز جو میرے نزدیک پیش ہونا چاہئے تھی اور جس سے غالباً کوئی اختلاف نہ کرتا پیش ہونیسے رہ گئی۔

وہ تجویز یہ تھی کہ حجاز میں جو حکومت اسوقت قایم ہے وہ اس حکومت کے مطابق نہیں ہے جسکی تشکیل جمعیت خلافت کے آخری وفد حجاز کے نزدیک مرجح ہے اور جس کے جلد سے جلد اور بہتر سے بہتر طریقہ پر نفاذ کے لئے کانفرنس میں حسب سفارشات وفد ایک تجویز پیش کیجارہی تھی اور اسلئے موجودہ نجدی حکومت غیر مقبول ہے،

میرا خیال تھا کہ تشکیل حکومت حجاز کی اس تجویز کے بعد ایک دوسری تجویز موجودہ نجدی حکومت حجاز کی غیر مقبولیت کے متعلق بھی پیش کیجائیگی۔ اگر میرا یہ خیال نہ ہوتا تو تشکیل حکومت حجاز والے رزولیوشن ہی میں یہ لفظ بڑھا دئے جاتے کہ حجاز کی موجودہ حکومت پر یہ شکل صادق نہیں آتی، اسلئے یہ کانفرنس اسے ہرگز قبول نہیں کرسکتی۔ مگر افسوس مولانا عبدالماجد بدایونی کی دو پرجوش الفاظ تجاویز نے جو سبجکٹس کمیٹی میں منظور نہ ہوسکیں، فضا کو ایک حد تک مکدّر کردیا تھا۔ اور جب ایک نئی تجویز کے بدلے یہی

Marfat.com

چیز ایک ترمیم کی شکل میں کانفرنس میں پیش کی گئی۔ تو مخالفت شروع ہو گئی۔ جن حضرات نے اسے ترمیم کی شکل میں پیش کرایا۔ انہوں نے اتنی تکلیف بھی برداشت نہ کی کہ دیکھ لیتے کہ اس ترمیم کا پیش کرنیوالا کانفرنس کا ڈیلی گیٹ بھی ہے یا نہیں۔

چنانچہ جب ایک ایسے صاحب نے اسے پیش کیا جو ڈیلی گیٹ نہ تھے بلکہ محض استقبالیہ کمیٹی کے ایک رکن تھے تو ایک صاحب نے اس پر اعتراض کیا۔ پھر کیا تھا ضمنی میں مخالفت رونما ہونے لگی۔ اور چند گھنٹے اس ترمیم پر ضایع کر دیئے۔ اس اعتراض کی معقولیت نے جناب صدر کو قائل کر دیا۔ لیکن اب مولانا عبدالماجد بدایونی نے خود اس ترمیم کو پیش فرمانا چاہا۔ مولانا شوکت علی اس ترمیم کے مخالف نہ تھے، بلکہ اسکے مؤید تھے۔ مگر چونکہ سبجکٹس کمیٹی میں یہ پیش نہیں کی گئی تھی۔ اور وہاں اصل تجویز پورے اتفاق کے ساتھ منظور کیجا چکی تھی۔ انہوں نے مولانا عبدالماجد بدایونی سے عرض کیا کہ بہتر ہوگا اگر ترمیم واپس لے لیجائے۔ کیونکہ بعض اور اراکین کو شکایت پیدا ہو جانیکا اندیشہ ہے کہ سبجکٹس کمیٹی میں جو شے بلا کسی اختلاف کے منظور ہوئی اس پر کانفرنس میں اختلاف کرنے کے کیا معنی اور شاید باہمی اتفاق قایم نہ رہ سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ جمعیت خلافت اور خدام الحرمین میں جو نزاع ایک زمانہ میں پیدا ہو گیا تھا۔ اور اس نے ایک نہایت ناگوار صورت اختیار کر لی تھی۔ اندیشہ تھا کہ اسکے اثرات کہیں پھر رونما نہ ہو جائیں۔ مولانا عبدالحلیم صدیقی اس ترمیم کی اس بنا پر مخالفت کر چکے تھے کہ وفد حجاز کی رپورٹ میں جو ابی ریزولیوشن کے ذریعے منظور کیجانی ہے کافی وضاحت موجود ہے۔ مزید وضاحت غیر ضروری ہے۔ مگر اسی اظہار اختلاف پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ بلکہ مسٹر ظہور احمد الہ آبادی نے قانونی اعتراض کیا کہ سبجکٹس کمیٹی میں جو لوگ شریک تھے وہ اسی وقت نوٹس دئے بغیر کوئی

Marfat.com

ترمیم کانفرنس میں پیش نہیں کر سکتے۔

جناب صدر نے اس اعتراض کو قبول کر لیا۔ حالانکہ جمعیت خلافت کے قانون اساسی میں کوئی ایسی دفعہ نہیں ہے۔ نہ کانگریس ہی کے قواعد میں کوئی ایسا قاعدہ ہے نہ ایسا کوئی دستور ہے۔ اس پر ایک اور صاحب نے جو سبجکٹس کمیٹی میں حاضر تھے گو اس کے رکن نہ تھے اور رائے نہ دے سکتے تھے اسلئے ظہور احمد صاحب نے ان کے بھی ترمیم کو بلا اسی وقت نوٹس دئے ہوئے پیش کرنے پر اعتراض کیا۔ جناب صدر اس اعتراض کی معقولیت کے قائل نہ ہوئے۔ تب شعیب قریشی صاحب نے بھی ترمیم کو خارج کرنا چاہا اور کہا کہ خود رزولیوشن کے ان الفاظ میں کہ "اس کا جلد سے جلد اور بہتر سے بہتر طریقے پر نفاذ ہو سکے" ترمیم کا مفہوم موجود ہے۔ مگر افسوس ہے کہ انہوں نے ظہور احمد صاحب کی طرح اس ترمیم کو از روئے قانون اساسی خارج کرانا چاہا جو نہیں ہو سکتا تھا۔ اور مجھے اس بحث میں حصہ لینا اور کہنا پڑا کہ یہ ترمیم مناسب ہو یا نامناسب، کم از کم خلاف قانون نہیں ہے۔ یہ رائے قبول کی گئی۔ اور اس ترمیم کے جائز یا ناجائز ہونے پر بحث بند ہوئی۔ مگر اب اسکے حسن و قبح پر بحث ہونے لگی۔ مگر بحث ٹھنڈے دل سے نہیں کی جا رہی تھی۔ چند اصحاب کے اصرار پر جناب صدر نے، ڈاکٹر انصاری سے اور مجھ سے اظہار رائے کے لئے کہا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے فرمادیا کہ وہ اس کے مفہوم سے متفق ہیں۔ مگر ان کے نزدیک ریزولیوشن کے الفاظ بغیر اسکے بھی کافی ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ کل میرا خیال تھا کہ اسی مضمون کا ایک اور مستقل رزولیوشن پیش کیا جائے گا۔ اس لئے میں نے اس رزولیوشن میں ترمیم کے الفاظ شامل نہیں کئے۔ تاہم ان سے وضاحت مزید ہو جاتی ہے۔ اور ترمیم میں کوئی جرح

Marfat.com

نہیں ہے۔ اگر یہ واپس لے لی جائے تب بھی کوئی خاص حرج نہیں۔ لیکن اگر یہ واپس نہ لی گئی تو میں اسکی مخالفت نہ کروں گا۔

ترمیم پیش کرنیوالوں کو بھی ضد معلوم ہوتی تھی اور دوسرے حضرات کو بھی ترمیم کو نامنظور کرنیکی ضد معلوم ہوتی تھی۔ لہذا ترمیم پر ووٹ لئے گئے مولینا شوکت علی اور چند اور حضرات نے ووٹ نہ دئے۔ میں نے ترمیم کی موافقت میں ووٹ دیا۔ اور ترمیم ۵۴ ووٹ کے مقابلہ میں ۷۲ وٹ سے نامنظور ہوئی۔

کاش یہ بحث ایسا رنگ اختیار نہ کرتی۔ اور اتنا وقت بھی ضایع نہ ہوتا مگر یہ امر ہر حاضر جلسہ کے لئے غیر مشتبہ تھا کہ ترمیم کے موافقین سے اس کے مخالفین سلطان نجد کی ملکیت حجاز کی مخالفت میں کسی طرح کم نہ تھے۔ گو ممکن ہے کہ موافقین حکومت نجد اس بحث اور اس اکثریت و اقلیت سے بھی بیجا فائدہ اٹھانے کی کوشش فرمائیں۔

میرا مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی کی خدمت میں التماس ہے کہ کام کرنیکا یہ صحیح طریقہ نہیں۔ اور جلسوں میں زوردار الفاظ میں تجاویز پیش کرنے ہی سے کام نہیں چل سکتا۔

خدام الحرمین کے ارکان کی خدمت میں میری عرض ہے کہ آپ حضرات کو نظام مجالس کا تجربہ کم ہے۔ اور اگر آپ کامیابی چاہتے ہیں تو قانون اور ضابطے واقفیت پیدا کیجئے۔ اور تجویزوں اور ترمیموں پر زیادہ محنت صرف کیجئے۔ اور ان کا پیش کرنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ لوگوں کو اپنا ہم رائے بنانا بھی ضروری ہے۔ مجھے ان حضرات سے جو اس ترمیم کے نامنظور کرانے میں کامیاب ہوئے عرض کرنا ہے کہ ایک نامناسب تجویز یا ترمیم کو اگر وہ اپنے مشورہ کے ذریعہ سے خارج نہیں کرا سکتے۔ تو بسا اوقات

Marfat.com

سوائے اکثریت حاصل کرنے کے اور کوئی طریقہ باقی نہیں رہتا۔ خواہ مخواہ اس پر قانونی اعتراض جڑنا۔ اور خواہ مخواہ اسکو نامناسب نہیں بلکہ ناجائز کہہ کر پیش ہونے سے روکنا صحیح نہیں بلکہ بعض اوقات تو خلافِ دیانت بھی ہے۔ بحث میں گرم جوشی اکثر پیدا ہو ہی جاتی ہے۔ مگر ایسی گرم جوشی اچھی نہیں کہ بھولے سے ہماری روش بددیانتی تک چلی جائے۔

## اہم مسئلہ

ہر ملک میں سب سے اہم مسئلہ اسکے طرز حکومت کا ہوتا ہے اگر طرز حکومت ٹھیک ہے۔ اور حکومت کا قانون اساسی رعایا کو ایک شخص واحد اور ایک خاص خاندان کا غلام نہیں بناتا۔ یا ایک طبقہ کی حکمرانی کو عام رعایا پر مسلط نہیں کرتا، بلکہ حکام اور عمالِ سلطنت کے عزل ونصب کو حقیقتاً عام رعایا کے ہاتھ میں چھوڑتا ہے تو پھر حکومت کے مختلف شعبوں کی کارگزاری، اور جن میں خرابی نظر آتی ہے انکی اصلاح ان چیزوں کی اہمیت نمایاں ہونے لگتی ہے،

اسکے یہ معنے ہرگز نہیں کہ اگر کسی قوم کی حکومت کا قانون اساسی درست ہے تو وہ قوم ضرور ترقی کریگی بلکہ خود اسکی دماغی، قلبی، اور جسمانی نشو ونما پر اس کی ترقی منحصر ہوتی ہے۔ ایک قوم کی حکومت کا قانون اساسی لاکھ درست ہو، لیکن اگر وہ قوم عیش پسند، کاہل، نفس پرست، جہل دوست ہے تو اسکا قانون اساسی اسکو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ وہ محنتی، کاسب، خدا پرست اور علم دوست ہو، مگر اسکی حکومت کا قانون اساسی درست نہ ہو، اور وہ میدان ترقی میں گامزن ہونا چاہے، مگر حکومت اسکو قدم نہ اُٹھانے دے اس کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ اگر حکومت صاحب قوت واقتدار ہے تو قومی ترقی کو روک دے گی

Marfat.com

رکھتی ہے، لیکن اگر وہ صاحب قوت و اقتدار نہیں تو قوم اسکا مقابلہ کرتی ہے اور ایک کامیاب انقلاب کے ذریعے سے خواہ اس میں کشت وخون کی نوبت آئے، یا پرامن طریقہ پر کام نکل سکے، حکومت کا قانون اساسی بدل دیا جاتا ہے اب وہ قوم میدان ترقی میں قدم اُٹھا سکتی ہے۔

قوم حجاز کی دماغی، قلبی، اور جسمانی حالت آج وہ نہیں ہے جو پہلے تھی لیکن قرآن کریم آج بھی اس قوم کے پاس ہے، اور اسکا بچہ بچہ ہم سے اسلئے بہتر حالت میں ہے کہ اللہ کا کلام سمجھنے کے لئے وہ کسی کا دست نگر نہیں ہے، علماء کی مدد ضرور سونے پر سہاگے کا کام دیگی۔ مگر سونا، خود اسکا قرآن کریم کی زبان سے واقف ہونا ہے۔ یہ حالت ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ مگر حکومت کا جو قانون اساسی، قرآن کریم اور سنتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجاز میں رائج کردیا تھا افسوس کہ امیر معاویہؓ نے اسے بدل دیا۔ وہ قوم کہ جس نے کسی بادشاہ کی اطاعت اپنی ساری تاریخ میں قبول نہ کی تھی۔ اور جس کے ملک پر کوئی فاتح قبضہ نہ کرسکا تھا نہ سکندر یونانی، نہ کوئی شہنشاہ روما۔ اور جو غالباً اسی سبب سے اس نوازش ربانی اور امتیاز عظیم کے لئے منتخب کی گئی تھی کہ دنیا کے بت کدہ میں خدا کا پہلا گھر اسکے ملک میں بنایا جائے، اور خدا کا آخری نبی جو اگلے انبیاء کی طرح فقط ایک قوم کا ہادی نہ ہو بلکہ رحمۃ للعلمین ہو، اور کافۃ للناس بھیجا گیا ہو۔ وہ اسی قوم میں سے مبعوث ہو۔ وہی قوم سب سے پہلی بار خدا کے آگے گردن جھکانے کے بعد اب بادشاہوں کے آگے گردن جھکانے پر مجبور کی گئی۔ خدا کے گھر کا محاصرہ کیا گیا۔ اور اس پر پتھر برسائے گئے۔ اور اسے جلایا گیا۔ اور جیران اللہ کو طرح طرح سے ستایا گیا۔ نبی اکرمؐ نے جس شہر کی طرف ہجرت فرمائی تھی اور جہاں خدا کے

Marfat.com

حکم سے اپنا وطن چھوڑ کر پناہ پائی تھی۔ جو اس باعث یثرب سے مدینۃ النبی بنگیا تھا جہاں نبی اکرمؐ آرام فرماتے تھے۔ اس پر علیحدہ حملہ ہوا۔ اور جیران رسول اللہ اور آپ کے انصار جن کے ساتھ آپ کے محبت و اتحاد کے کیسے کیسے عہد و پیماں تھے، ہزاروں کی تعداد میں تہ تیغ کئے گئے۔ اور ان کی مائیں۔ بیویاں، لڑکیاں خراب کی گئیں۔ اور جو عفت و عصمت کا سرچشمہ تھا وہاں اس حملہ کے بعد ایک ہزار سے زیادہ حرام کی اولاد پیدا ہوئی۔

خلافت راشدہ کا زمانہ ختم ہو چکا تھا۔ اب بھی خلافت کا نام لیا جاتا تھا۔ مگر حقیقتاً دور دورہ بادشاہت کا تھا۔ اور جو دماغی۔ قلبی۔ اور جسمانی نشو و نما رسول اکرمؐ اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کی بدولت اس قوم کو نصف صدی میں نصیب ہو گیا تھا جسے خدا کی نظر انتخاب نے اسلام کی علمبردار بنایا تھا۔ وہ رفتہ رفتہ بند ہوتا گیا۔ اور آج سوائے چند تجار کے اور کچھ کاشتکاروں کے ساری آبادی کا یہ حال ہے کہ یا سارق ہے یا سائل۔

شریف حسین کی غداری نے حجاز کو ترکی بادشاہت سے آزاد کیا لیکن حقیقتاً حجاز ترکی بادشاہت سے پہلے ہی آزاد تھا۔ اس لئے کہ شریفی خاندان کی بادشاہت میں مبتلا تھا۔ اب یہ بادشاہت بظاہر بلاواسطہ رہ گئی۔ گو درپردہ انگریزوں کا واسطہ ضرور تھا۔

سلطان ابن سعود کی فتح نے شریفی بادشاہت کا خاتمہ کیا اور سب مسلمانوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور پھر امید بندھی کہ اب حجاز کی حکومت اسی قانون اساسی کی پابند ہوگی جو اسلام کا طغرائے امتیاز تھا۔ اور جس کا نمونہ خلافت راشدہ تھی، مگر افسوس کہ سلطان نجد سے نہ رہا گیا انگریزوں سے معاملہ طے کر کے امیر علی کو جدہ

Marfat.com

سے رخصت کیا گیا۔ اور تشکیل حکومت کو حسب وعدہ مندوبین عالم اسلام کی مؤتمر پر چھوڑ نیکی بجائے اجلالۃ الملک عبد العزیز اول نے شریف حسین ہی کی طرح اپنے تئیں ملک الحجاز ظاہر کر دیا۔ اور حجاز میں اپنے بیٹے کی نیابت کا بھی قانون اساسی کے ذریعہ سے اعلان کر دیا۔

## نظام ملّی

مسلمانان ہندوستان کا اگر آج کوئی نظام ملّی ہے تو وہ یہی نظام جمعیت خلافت ہے۔ اسکا دروازہ ہر کلمہ گو، اہل قبلہ، اور اسلامی ذبیحہ کھانے والے کے لئے کھلا ہوا ہے۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء میں جب مسئلہ حجاز کے متعلق امیر علی، اور سلطان عبد العزیز دونوں نے اسی نظام کی طرف رجوع کیا تھا اس نے ایک فیصلہ صادر کیا تھا۔ جنوری ۱۹۲۶ء تک تو اس نظام والے سب کے سب اس فیصلے پر قایم رہے۔ لیکن جوں ہی خاندان شریفی کا حجاز سے اخراج عمل میں آگیا اور سلطان نجد نے بجائے اپنے مسلسل وعدوں کے سیاست خاندان شریفی کے قدم بقدم چلنا شروع کیا۔ اپنی بادشاہت کو سب حجاز سے تسلیم کرایا اپنے بیٹے کو نائب مقرر کیا۔ اور انگریزوں اور یورپ کی دوسری حکومتوں سے دوستی کا ہاتھ بڑھانا شروع کیا۔ اور انکی کمک حاصل کرنے اور انکو راضی رکھنے کے لئے کوششیں جاری کیں، تو اسی نظام خلافت کے ایک ٹکڑے نے جو سلطان ابن سعود کا ہم عقیدہ تھا اپنے نظام کے اس متفقہ فیصلے کو جو اکتوبر ۱۹۲۴ء میں صادر ہوا تھا اور جکی ہر طرف سے بار بار تصدیق کیجا چکی تھی رد کرنے کی کوشش شروع کر دی۔

خلافت کانفرنس نے اس کی پھر تصدیق و تائید کر دی اور جہانتک مسلمانان ہندوستان کے واحد نظام ملی نظام خلافت کا تعلق ہے اس سالانہ خلافت کانفرنس

Marfat.com

کے بعد حکومت حجاز کا قانونِ اساسی ایک امر فیصل شدہ ہے۔ اب ہمیں دوسرے شعوب اسلامی اور حکومات مستقلہ اسلامیہ کو اپنا ہم خیال بنانا ہے ترک پہلے ہی سے بادشاہت سے بیزار ہیں۔ اور انہیں شخصی حکومت اور حکومت کی ایک خاص خاندان سے وابستگی کا تلخ تجربہ ہے۔ ترک بمقابلہ امیر فیصل شاہ عراق کے ان کے خاندانی دشمن سلطان ابن سعود سے زیادہ دوستی کی توقع رکھتے ہیں۔ اور موصل کے قبضے کے سلسلے میں اپنے قومی سیاسی مصالح کی بنا پر سلطان عبدالعزیز سے دوستانہ تعلقات بڑھانے کی طرف مائل معلوم ہوتے تھے۔ اور بظاہر یہ بھولے ہوئے تھے کہ موصل کے قضیہ میں مخالف حقیقتاً انگریز ہیں نہ کہ امیر فیصل کے خاندانی دشمن۔ مگر وہ بھی انگریزوں سے مخالفت کی تاب نہیں لا سکتے ترکوں کو موصل دلوانے میں وہ بھی ہرگز مفید ثابت نہیں ہو سکتے۔ اور انگریزوں نے جس طرح شریف حسین اور امیر علی کا ساتھ چھوڑ دیا اگر اسی طرح وہ امیر فیصل کا بھی ساتھ چھوڑ دیں اور سلطان ابن سعود کو عراق بھی دیدیں تو موصل کے قضیے میں سلطان ابن سعود امیر فیصل سے بھی بڑھکر ترکوں کے دشمن ثابت ہونگے

ہمیں ترکوں کی شجاعت، اور اب اُنکی وطن پروری پر پورا اعتماد ہے لیکن ہم اُنکی سیاست کے کبھی بھی قائل نہ تھے اور اب ان کے اصلاحِ رسوم اور مذہبی اجتہاد کے بھی قائل نہیں ہیں۔

بہرحال ترک جمہوریت پسند ہیں۔ اور گو وہ جن چیزوں کو اپنی قوم کی سیاسی مصالح سمجھتے ہیں ان کی بنا پر سلطان ابن سعود سے دوستانہ تعلقات بڑھانے کی طرف راغب ہوں۔ تاہم ترکی اخبارات نے حجاز کے اس نئے قانون اساسی کی سخت مذمت کی ہے جو سلطان ابن سعود نے وضع فرمایا ہے

Marfat.com

اور اس ملکیت کے وجود اور آزادی کے فقدان کے خلاف اپنی قومی بیزاری صاف صاف ظاہر کر دی ہے۔ اگر حکومت ترکیہ سے گفت و شنید کا موقع پھر حاصل ہو سکے تو ناممکن نہیں ہے کہ وہ بھی سلطان ابن سعود سے جمہوریت حجاز کا مطالبہ کرے۔

## تلخ تجربہ

ایرانیوں کو شخصی حکومت اور ایک خاص خاندان کے ساتھ حکومت کی وابستگی کا ترکوں سے بھی تلخ تر تجربہ ہو چکا تھا۔ اور جس وقت شریفی حکومت کا حجاز میں خاتمہ کیا جا رہا تھا ایران جمہوریت کو بڑے جوش و خروش سے طلب کر رہا تھا۔ اور گو یہ ہرگز ناممکن نہیں کہ شاہ رضا خاں بھی بادشاہ پسند ہوں اور ایران کی بادشاہت کو اپنے ہی خاندان میں رکھنے کے خواہاں ہوں۔ مگر ان کے اعلان بادشاہت سے ایک سال پہلے تو جمہوریت کے مخالف صرف علمائے ایران ہی نظر آتے تھے۔ اور یہ اچنبھے کی بات بھی نہ تھی۔ اس لئے کہ برہمن، اور راجپوت، پاپائے اعظم اور قیصر وامپراطور، ارباب من دون اللہ اور ملوک ان میں آپس میں لاکھ مقابلہ ہوتا رہے، مگر یہ اکثر ایک سمجھوتہ بھی کر لیا کرتے ہیں اور سب کچھ ایک ہی کو نہ مل سکے تو مل بانٹ کر کھانے پر بھی راضی ہو جاتے ہیں ایک دین کا مالک بن بیٹھتا ہے، دوسرا دنیا کا۔ دین داروں اور دنیا داروں دونوں کی آزادی انہیں کھٹکتی ہے۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے برہمن اور پادری، راجپوت اور بادشاہ دونوں کی غلامی سے انسان کو آزاد کر دیا اور ان توہمات کی سلاسل و اغلال سے بنی آدم کو چھٹکارا دلوایا۔ مگر جوں جوں ہم قرون اولی سے دور ہوتے جاتے ہیں ہمارا اسلام بھی کفر سے مشابہ تر ہوتا

Marfat.com

جاتا ہے۔ اور اگر آج اہل نجد بہت سے مسلمانوں کو مناسک میں کفر کی طرف راغب پاتے ہیں، اور انہیں موحد نہیں سمجھتے، اور قبروں اور قبوں میں ان کو بت پرستی نظر آتی ہے۔ تو ہم بھی بہت سے مسلمانوں کو سیاسیات میں کفر کی طرف راغب پاتے ہیں اور قیصر و سلطان، شاہ و امیر کی غلامی میں ہمیں فرعون پرستی نظر آتی ہے۔

بہرحال ایران میں رضا خاں کا جمہوریت قایم نہ کرنا ممکن ہے کہ مجتہدین کی مخالفت سے ہو، ممکن ہے کہ خود ان کی ذاتی حرص و آز کا نتیجہ ہو۔ لیکن اگر وہ اور شیعہ مجتہدین حجاز میں شیعہ بادشاہت نہیں قایم کرا سکتے تو وہ نجدی بادشاہت کے بھی طرفدار نہیں، بلکہ اسکے سخت مخالف ہیں۔ اور اگر وہاں جمہوریت ہی کے قیام سے نجدی مذہبی غلو کے دور دورے کا خاتمہ ہوتا ہو تو وہ بھی حجازی جمہوریت کو قبول کر لیں گے۔

مصر میں ابتک ایک بادشاہ موجود ہے۔ مگر وہ قوم کا نمایندہ اور معتمد علیہ نہیں ہے۔ انگریزوں نے ترکوں کے مقرر کردہ، موروثی گورنر مصر کی جگہ ابتدائے جنگ میں اسی خاندان کا ایک اور بادشاہ مقرر کر دیا۔ اور موجودہ بادشاہ مصر بھی ان کے اثر سے پاک نہیں۔

سعد پاشا زاغلول قوم کے نمایندہ اور اسکے معتمد علیہ ہیں اور انگریزوں کے علاوہ ان کے سب سے سخت مخالفین کی جماعت قصر شاہی کے عمال کی تھی۔ اگر محمد علی پاشا کے خاندان کی حمایت کے بہانے سے انگریزوں کی فوجی مداخلت کا اندیشہ نہ ہو تو مصر کی قوم آج سعد پاشا زاغلول کو صدر جمہوریہ مصریہ بنا سکتی ہے۔ لیکن مصری قوم، اور مصر کا موجودہ بادشاہ اور ان کا خاندان سب نجدی ملک الحجاز کے خلاف ہیں۔ اور حکومات مستقلہ میں مصر کا ووٹ سلطان ابن سعود

Marfat.com

کے مقابلہ میں ہمارے ساتھ ہوگا۔ اور حجاز میں نجدی بادشاہت سے کہیں زیادہ انہیں حجازی جمہوریت قبول ہوگی۔ اور مندوبین عالم اسلام کا ان تمام امور میں شوریٰ جن کا تعلق عالم اسلام سے ہے نہ فقط اہل حجاز سے۔

افغانستان میں بھی اب تک ایک بادشاہ موجود ہے۔ لیکن اس بادشاہ سے زیادہ جمہوریت اسلامیہ کا عاشق تو کوئی ہندوستان کے خلاف والوں میں بھی نہ ہوگا۔ جو شخص اپنی قوم کی دولت میں سے اپنے ذاتی مصارف کے لئے اس قدر کم رقم طلب کرے۔ جو اپنے خاندان والوں سے صاف صاف کہتا ہو کہ مفت کی پنشنیں اب نہ ملا کرینگی۔ اگر اپنے مصارف کے لئے قوم کی دولت میں سے کچھ درکار ہے تو قوم کی خدمت کرو۔ اگر اسکی قوم صدیوں کی بادشاہت سے اسی طرح نکال لی جائے جس طرح ترکوں کی قوم کو مصطفےٰ کمال پاشا اور انکے رفقاء نے نکال لیا۔ اور افغانی قوم بھی ترکی قوم کی طرح۔ بجائے شاہی خاندان کی سازشوں کے شکار رہنے کے قوم پروری کے میدان میں گامزن کر دی جائے تو ترکی قوم نے جس اکثریت سے مصطفےٰ کمال پاشا کو صدر جمہوریہ ترکیہ بنایا ہے، اس سے کہیں زیادہ اکثریت سے افغانی قوم امان اللہ خان کو صدر جمہوریہ افغانیہ بنائے۔

یہ نوجوان بادشاہ صحابہؓ رسولؐ اکرم کی طرح زندگی بسر کر رہا ہے۔ اور اپنی قوم کو مصطفےٰ کمال پاشا سے کہیں بہتر طریقہ پر جمہوریت اسلامیہ کی طرف لا رہا ہے۔ خدا اسکی عمر دراز کرے۔ اور اسکی قوم کو اسکے اتباع کی توفیق عطا فرمائے وہ آج بظاہران کا بادشاہ ہے مگر درحقیقت افغانی جمہوریت کا انشاء اللہ بانی ہوگا۔ اور اسکی ذات بابرکات اس دن کو قریب لانے گی جب تمام اسلامی شعوب

Marfat.com

کی حکومات مستقلہ اسلامی جمہوریتیں ہونگی۔ اور ان اسلامی جمہوریتوں کے اتحاد سے نظامِ خلافت دوبارہ مرتب ہوگا اور خلافت راشدہ کا احیاء ہوسکیگا۔

## اہم اقدام

لکھنؤ کی خلافت کانفرنس نے بھی دفتر خلافت کو اسی طرح عام شعوب اسلامی اور حکومات مستقلہ اسلامیہ سے خط و کتابت کرنے اور انکو تشکیل حکومت حجاز کے مسئلہ میں اپنا ہم خیال بنانیکا مجاز کر دیا ہے جس طرح ابتدائے دسمبر ۱۹۲۶ء کے مرکزی کمیٹی کے جلسے نے اسے مجاز کر دیا تھا۔ خدا کرے کہ مولانا شوکت علی، اور شعیب قریشی صاحب اب جلد سے جلد اس کام میں منہمک ہوجائیں۔ اور جہاں حکومات ترکیہ، ایرانیہ، مصریہ، افغانیہ، اور یمنیہ اور ان ممالک کے سر برآوردہ لوگوں اور عمال حکومت سے اس بارہ میں خط و کتابت کی جائے اور ان سے کہہ کر سلطان نجد پر زور ڈلوایا جائے کہ وہ ملکیت حجاز سے دست بردار ہوں وہاں گزشتہ سال کی مؤتمر کے نام نہاد رئیس شریف بے عدنان اور عارضی لجنۂ تنفیذیہ (اگزیکٹو کمیٹی) سے بھی دریافت کیا جائے کہ سال گزشتہ کی تمام تجاویز کا کیا حشر ہوا۔ اور اس سال مؤتمر کا اجلاس کب ہوگا اور کہاں ہوگا۔ جہانتک ہم کو علم ہے توفیق شریف بے جو ستمبر ۱۹۲۵ء میں اس لئے تشریف لائے تھے کہ شیخ سنوسی کے لئے ایک طیارہ فراہم کرانے کی ضرورت تھی اس کے لئے مسلمانان ہند سے چندہ جمع کیا جائے۔ اور پھر سلطان نجد کے ملک الحجاز بنجانے پر شیخ سنوسی کی حمایت و امداد کو چھوڑ چھاڑ نئے ملک الحجاز کے ایجنٹ بن بیٹھے تھے اور اپنے میزبانوں کو طول طویل تاروں میں گالیاں دے رہے تھے، اور مؤتمر کے انعقاد کے وقت ہندوستان سے احرام سفر باندھ کر یکایک عیسر کے

Marfat.com

وفد کے صدر بنا دئے گئے تھے۔ اور پھر مؤتمر کے اجلاس کے "ناموس" یا سکریٹری ہو گئے تھے۔ وہ مؤتمر کے اجلاس کے ختم ہو لنے پر بھی اسکے تمام کاغذات دبائے بیٹھے رہے۔ اور عارضی ایگزیکٹو کمیٹی کے احکام کے خلاف جس میں زیادہ تر نجدی حکومت کے عمال یا اسکے ہم عقیدہ حجازی تجار تھے۔ باوجود خود سلطان ابن سعود کے حکم کے مؤتمر کے کاغذات کو عارضی سکریٹری کو دینے سے قطعی انکار کرتے رہے، یہ حالات ہمیں خود عارضی سکریٹری علی حسن صاحب مصری جریدہ نگار سے جنہوں نے موتمر کے اجلاس میں بھی سکریٹری کا سارا کام کیا تھا۔ ینبوع میں معلوم ہوئے تھے اور یہ سنا گیا تھا کہ سلطان ابن سعود دلنے۔ توفیق شریف بے سے خود سارے کاغذات لے لئے تھے۔ مگر عارضی ایگزیکٹو کمیٹی کو نہ دیئے تھے۔ اب توفیق شریف بے مہڈنس ہوٹل میں امیرانہ ٹھاٹھ کے ساتھ فروکش ہیں۔ اور مسٹر ہاویل فارن سکریٹری حکومت ہند کے ساتھ اسمبلی میں جاتے ہیں اور ان کے مہمان ہو کر لنچ کھاتے ہیں۔ اور انکا اور حکومت ہند کا بظاہر چولی دامن کا ساتھ ہے۔ موتمر کا کوئی نام نہیں لیتا البتہ توفیق شریف بے صاحب اور ان کے ساتھی اسمعیل غزنوی صاحب بعض ایسے خلافت والوں سے امسال حج کرنے کے لئے ارشاد فرماتے ہیں جن کی مروت سے وہ ناجائز فائدہ اٹھانے کی کسی قدر توقع رکھتے ہیں۔ خواہ یہ کتنی غلط توقع کیوں نہ ہو۔ بہرحال اب موتمر کی شاخ ہندوستان میں قایم ہو گئی۔ اس نے حکیم اجمل خاں صاحب کا۔ ڈاکٹر انصاری کا، ہیرا۔ اور شعیب قریشی صاحب کا بطور ہندوستان کے نمایندوں کے باتفاق رائے انتخاب کرلیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سلطان ابن سعود مؤتمر کے کاغذات کو کسی کے سپرد فرماتے ہیں یا نہیں اور مؤتمر کے سالانہ جلسے کو مکہ معظمہ میں ایام حج میں منعقد ہونے دیتے ہیں یا نہیں۔

Marfat.com

دفتر خلافت کو چاہیئے کہ اسکے متعلق تار دیکر اور نیز مفصل خط لکھ کر دریافت کرے اور اگر سلطان ابن سعود کی مؤتمر نوازی یہیں تک ہے کہ سال گزشتہ ایک مؤتمر کو اپنے نامزدگان سے بھر دیا۔ لیکن جب انہوں نے بھی ایسا قانونِ اساسی بنایا کہ مؤتمر آزاد ہو گئی۔ اور اسکے نمایندے عالم اسلام کے حقیقی مندوب ہی رہے نہ کہ نامزدگان سلطان نجد تو دوسرے سال مؤتمر کا حجاز میں انعقاد بھی حکومت کی طرف سے روانہ رکھا جائیگا۔ تو ایسی حالت میں ان ۲۴ اقطار کے نمایندوں سے خط و کتابت کی جائے جن پر تمام عالم اسلام کو مؤتمر کے قانون اساسی نے تقسیم کیا ہے اور ہر ایک کو ایک یا ایک سے زیادہ نمایندہ منتخب کرنیکا حق دیا ہے اور ان سے دریافت کیا جائے کہ مؤتمر اسلام کہاں منعقد کی جائے۔ اگر موجودہ نجدی حکومت مندوبین اسلام کا داخلہ مرکز اسلام میں بند کرتی ہے تو اس حقیقت کو عالم اسلام کے سامنے رکھا جائے۔ اور حجاز کے علاوہ کہیں اور مثلاً ترکی یا مصر افغانستان یا ایران یا یمن میں مؤتمر کا دوسرا سالانہ اجلاس کیا جائے۔ اور مسئلہ حجاز کا مؤتمر کے ذریعہ سے آخری فیصلہ کرایا جائے۔ اور اگر وہاں بھی حکومت اس کام میں خلل انداز ہو تو وہاں کیا جائے جہاں کوئی حکومت مستقلہ اسلامیہ نہیں ہے اور روس میں یا چین میں جاوا میں یا ہندوستان میں جلسہ کیا جائے۔ بہرحال مؤتمر کا انعقاد لازمی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک مسلمانان ہندوستان کے ساتھ اسلامی شعوب اور حکومات مستقلہ شامل نہ ہونگی حجازی جمہوریت اور مندوبین عالم اسلام کی مجلس شوریٰ وہاں قایم نہیں ہو سکتی۔ اور جب تک سلطان نجد عناں گیر ہیں، اور اس حکمران جماعت کی ذہنیت کی اصلاح نہیں ہوتی اور وہ تہذیب و ترقی کی طرف

Marfat.com

مائل نہیں ہوتی اجازیوں کی ذہنیت کی کوئی لاکھ اصلاح کردے، حجازی قوم میدان ترقی میں گامزن نہیں ہوسکتی۔ اس سے انکار نہیں کہ اگر حجاز کے نجدی حکمراں ترقی و تہذیب کی طرف مائل ہوں تو وہ قوم حجاز اور ملک حجاز کی بہت کچھ اصلاح کرسکتے ہیں۔

ایک بادشاہ یا ایک شاہی خاندان، ایک حکمراں طبقہ، یا ایک غیر قوم کی غلامی میں بھی ایک قوم اور ملک کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ایک برے بادشاہ کی شخصی حکومت کے باعث رعایا میں تنزل بھی تیز رفتار ہوتا ہے اسی طرح ایک اچھے بادشاہ کی شخصی حکومت کے باعث رعایا میں ترقی بھی تیز رو ہوتی ہے جمہوریت نہ تنزل میں زیادہ تیز رفتار ہوتی ہے، نہ ترقی میں۔ اور علاوہ اس بڑی خوبی کے کہ جمہوریت تمام نفوس انسانی کی آزادی پر مبنی ہے، اور اس لئے فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ اور غیر معصوم بادشاہوں کی اطاعت پذیری کی طرح خلاف وضع فطری نہیں۔

جمہوریت اس لئے زیادہ پسند کی جاتی ہے کہ اگر کسی زمانہ میں جمہوری حکومت بگڑ بھی جائے تو قوم کا تنزل تیز رفتار نہ ہونے کے باعث اتنا نہیں بڑھ جاتا کہ اس زمانہ کے بعد جمہوری حکومت کی حالت اچھی ہو جانے پر بھی قوم کی اصلاح نہ کی جاسکے اور ترقی کی طرف عنان حکومت کا پھیرنا بیکار ثابت ہو۔

مغلوں کے زمانہ میں اکبر کی شخصی حکومت نے ہندوستان کو بڑی ترقی دی۔ گو اسکی تعمیر ہی میں خرابی کی بھی ایک صورت مضمر تھی۔ پھر جب تنزل شروع ہوا تو اس قدر تیز رفتار تھا کہ عالمگیر کی شخصی حکومت اس کا پوری طرح علاج نہ کرسکی۔ اگر شخصی اور خاندانی حکومت نہ ہوتی۔ تو اکبر کے زمانہ کا سا

Marfat.com

برق رفتار تنزل بھی مشکل تھا۔ جسے عالمگیر جیسا خدا ترس بادشاہ بھی پوری طرح نہ روک سکا

## فریب خوردگی

اب دیکھنا یہ ہے کہ نجدی حکومت حجاز پر کیوں مسلط ہے؟ جب سلطان عبد العزیز نے شریفی حکومت کے خلاف جنگ کی ابتدا کی تو ہم نے ان کے اعلانات سے فریب کھایا۔ عالم اسلام کی اصلاح کی جو توقعات مصطفےٰ کمال پاشا اور وطن پرور ترکوں سے کی گئی تھیں وہ صرف اسی قدر پوری ہو سکیں کہ اس عالم کا ایک حصہ، جس کا نام ترکی تھا، غیروں اور کفار کی غلامی سے بچ گیا۔ مگر تہذیب یورپ کی وطنیت نے جو خود ایک بڑی وثنیت یا بت پرستی ہے ان کے حکمراں طبقہ کے ایک بڑے حصے کو نظام اسلام سے جس کا نام خلافت تھا بیگانہ اور ناآشنا کر دیا تھا۔ اسلئے انہوں نے اس نظام کے قائم رکھنے اور اسکی اصلاح کرنے سے سبکدوشی حاصل کر لی لیکن سرزمین عرب کے ایک گوشہ میں ایک بندۂ خدا خاموشی کے ساتھ ایک نظام تیار کر رہا تھا۔ اسکی قوت کم تھی۔ یورپ کی تہذیب سے وہ ایک بڑی حد تک ناآشنا تھا۔ مگر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر اس کا دارومدار تھا۔ اسکی قوم نے ایک صدی قبل بہت سی بدعات و خرافات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تھی۔ مگر اس قوم کے مذہبی غلو نے اسوقت اس سے چند ایسی ناشائستہ حرکات بھی کرا دی تھیں کہ جن کے باعث اور مسلمان اس سے بیزار ہو گئے تھے۔ وہ بیزاری اب تک باقی تھی۔ لیکن زیادہ تر انہیں میں جن کو خود اپنے مذہبی عقائد اور مسالک میں غلو تھا۔ جو غالی نہ تھے وہ خیال کرتے تھے کہ اس قوم اور اسکے سرداروں کو جو سزا گزشتہ صدی بھر میں ملتی رہی ہے وہ ان کے لئے سبق ہو گئی ہو گی

Marfat.com

اور اب شریف حسین کا ان کو حج بیت اللہ سے بھی روک دینا ہرگز جائز نہ تھا۔ آ
جو سلطان ابن سعود نے شریف حسین پر حملہ کیا، یہ مذہبی آزادی کے لئے
تھا۔ اور ایک ایسی حکومت کو محو کرنے کے لئے بھی تھا جو غیر مسلم کی غلام تھی
اگر یہ حملہ کامیاب ثابت ہوا تو حجاز مرکز اسلام سے غیر مسلم اثر و نفوذ بھی خارج کر دیا
جائیگا۔ اور مذہبی رواداری کا بھی پھر اسی طرح دور دورہ ہو جائے گا۔ جس طرح کہ ترکی
حکومت کے زمانہ میں تھا۔ ترکوں نے نظام خلافت کی ذمہ داری سے سبکدوشی
حاصل کرلی تھی، اور کوئی دوسری قوت اس نظام کی ذمہ داری قبول کرنیوالی، اور
اسکا بوجھ اٹھانے کے قابل ابھی نظر نہ آتی تھی۔ لیکن اب سلطان ابن سعود کے
اعلانات کے باعث اتنی امید بندھنے لگی تھی کہ کم سے کم حجاز مرکز اسلام میں ایک
ایسی حکومت قایم ہو سکیگی جس کا تعلق تمام عالم اسلام کے مندوبین سے ہو گا۔ اور
اور جسکو ان تمام معاملات میں جن کا تعلق نہ صرف سرزمین حجاز سے ہو گا۔ بلکہ تمام دنیائے
اسلام سے ہوگا۔ عالم اسلام کی ایک مجلس شوریٰ صلاح و مشورہ دے سکیگی، اور
غرض پاک حجاز میں سچی تہذیب اور صحیح ترقی کے لئے تمام دنیائے اسلام وسائل و
ذرایع فراہم کرنا شروع کر دے گی۔ اور رفتہ رفتہ تمام مسلمانان عالم کی مدد سے
روحانی ارتقا اور مادی ارتقا دونوں کے لحاظ سے مرکز اسلام ساری دنیا کے لئے
ایک نمونہ بن جائیگا۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

## دنیادار بادشاہ

سلطان ابن سعود اور دنیادار بادشاہوں کی طرح ایک دنیادار بادشاہ نکلے
مشایخ نجد اکثر علماء، اور مشایخ کی طرح، بلکہ ان سے کہیں زیادہ غالی متعصب

Marfat.com

اور تنگ نظر نکلے، نظام اخوانِ نجد ایک قومی فوج نکلی جسکو سلطان نجد نے اپنی ہوس ملک گیری کے لئے ایک آلہ بنالیا ہے اُسے صرف اسی قدر غلو، تعصب اور تنگ نظری سے کام لینا پڑتا ہے کہ مشایخ نجد کی طرح وہ بھی اس فوج سے کہدے کہ اور مسلمان مسلمان نہیں ہیں، ان کا ملک چھیننا معمولی دنیوی جنگ نہیں ہے، بلکہ مذہبی جہاد ہے۔ اور جب کسی مسلمان بادشاہ کا ملک اس فوج کے ذریعے مل جائے تو وہاں مشایخ نجد کے مذہبی غلو، تعصب اور تنگ نظری کا دور دورہ ہونے دیتے رہے۔ غیر مسلم دول سے اسے جنگ کی تاب نہیں انکی دوستی حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور اس کے حصول کے لئے نہ کتاب اللہ کوئی روک ہے، نہ سنتِ رسول اللہ۔ عقائد کلامیہ، مذاہب فقہیہ، عبادات، مناسک، اور معاملات ان کے متعلق پیروانِ دین اسلام میں جو اختلاف تفریق و تنوع ہے، تعلیم و تبلیغ، نشر و اشاعت سے نہیں بلکہ بالجبر والاکراہ، تلوار نیزہ اور بندوق سے دور کرنے کے لئے تمسک بالکتاب والسنۃ کے الفاظ سلطان و مشایخ دونوں کی زبانوں پر ہر وقت جاری ہیں۔ لیکن ان دول یورپ سے دوستی بڑھاتے وقت جن کی استعماری حکومت کا جال تمام ایشیا، اور افریقہ کے مسلمانوں میں پھیلا ہوا ہے۔ یعنی برطانیہ، فرانس، اور ہالینڈ کو اپنا طرفدار بناتے وقت، تاکہ ان کے ہاتھ میں جو مسلمان ہیں وہ حج کو ملتوی نہ کرنے پائیں۔ اور یہ حکومتیں سلطان نجد کی طاقت کو بڑھنے دیں۔ خواہ اور مسلمان سلاطین اور امراء اور شعوب و قبائل اسلامیہ کی طاقتیں کم ہوتی جائیں، نہ کتاب اللہ کا سلطان و مشایخ کو خیال آتا ہے، نہ سنتِ رسول اللہ کا۔

Marfat.com

# شکایت ہمرہاں

بھلا اس سے مسلمانان عالم کس طرح مطمئن ہو سکتے ہیں اور جو قربانیاں مسلمانانِ عالم اور بالخصوص مسلمانانِ ہندوستان نے گزشتہ پندرہ برس میں یعنی جنگ طرابلس سے اسوقت تک کی ہیں۔ ان کا حسن خاتمہ کس طرح اس پر کیا جا سکتا ہے کہ حجاز، مرکز اسلام کو ایک ایسے بادشاہ اور ایسے مشایخ کے ہاتھ میں چھوڑ دیا جائے، اور وحدت اسلام کی خواب کو بالکل دل سے بھلا کر، سارا وقت اسی پر صرف کیا جائے کہ مسلمانان ہند کے خلاف آریہ سماج کی بہو دگیوں پر ان سے گالم گلوچ کی جاتی رہے، یا مساجد کے سامنے انہیں مار مار کر، یا خود مر کر، باجا بند کرایا جائے اجا ہے۔ اسوقت نماز باجماعت ہو رہی ہو یا نہیں۔

میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ ہم ہندوستان کے مسلمان عالم اسلام کے کسی حصّے کو خواہ وہ حجاز مرکز اسلام ہی کیوں نہ ہو کوئی امداد نہیں پہنچا سکتے اگر ہم ہندوستان میں اپنا نظام ملی درست نہ کریں گے اور اپنے میں زیادہ طاقت پیدا نہ کریں گے۔

میں یہ بھی ظاہر کر چکا ہوں کہ ہندو جاتی کا سلوک ہمارے ساتھ آج بہت بُرا ہے اور اسکے نیتاؤں میں سے ایک کو بھی اسکی توفیق نہیں ملی ہے کہ اپنے غلط کاروں کو برا بھلا کہہ کر روکے۔

میں اس کا بھی قایل نہیں ہوں کہ مساجد کے سامنے باجا بجانے کا مسئلہ بھی اسوقت طے ہو سکتا ہے کہ جب تک ذبیحہ گاؤ کا مسئلہ طے نہ ہوئے اور راستوں کو بالکل کھول دیا جائے کہ ہندو باجے گاجے کے ساتھ اپنے جلوس مساجد کے سامنے سے ہر وقت نکالیں اور اگر نماز باجماعت بھی ہوتی ہو تب بھی مسجد کے سامنے

Marfat.com

کھڑے ہو کر گھنٹوں تاشے پیٹیں اور سنکھ بجائیں، اور مسلمان بھی جس طرح چاہیں اور جس راستے سے چاہیں گایوں کو ذبح کرنے کے لئے لے جائیں، اور اس کا گوشت گھر لائیں، یا محلہ محلہ تقسیم کریں۔ اس لئے کہ شارع عام پر ہر ایک کو حق ہے، یا پھر ہندو مسلمان دونوں کو مجبور کیا جائے کہ ایک دوسرے کے مذہبی جذبات کا احترام کریں، اور نہ مسلمان ہندوؤں کو چڑا سکیں، نہ ہندو مسلمانوں کو، اور ہر شہر اور ہر محلہ، اور ہر گاؤں کے لیئے ایک ہی قاعدہ اور قانون ہو، نہ کہ مقامی رواج، اور دستور کے، غیر متعین عنصر کو خواہ مخواہ اس میں داخل کر کے عمال حکومت کو موقعہ دیا جائے کہ بہار کی دھبرزح میں ہندوؤں کو مرعوب کریں، اور بیر سیال میں مسلمانوں کو شہید کریں، اور ہر جگہ ہندو مسلمانوں پر مقدمہ چلائیں اور انکو جیلخانے بھجوائیں۔

میں شدھی کے موجودہ طریقوں سے بیزار، میں سنگھٹن کی موجودہ روش سے تنگ، تبلیغ میرا مذہب، اور میری تکوین کا سبب، تنظیم میری بقا اور میرے تحفظ ملی کا واحد ذریعہ، اور ہندوستان میرا ملک، اور اسکی ترقی کے لئے جد و جہد مجھ پر فرض۔ اور اس میں مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت میرے لئے لازمی لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ میں عالم اسلام کا بھولے سے نام بھی نہ لوں۔ احیائے خلافت راشدہ کو تنظیم ملی کا منتہائے نظر نہ سمجھوں، اور حجاز مرکز اسلام میں اسی طریقے کی ایک حکومت کے قیام کو اس احیائے خلافت راشدہ کے لئے پہلا قدم اٹھانا نہ مانوں۔ اور اپنی روزانہ زندگی، اور اپنی روزانہ آمدنی میں سے اس کے لئے وقت اور پیسہ نہ نکالوں، اور اسکے لئے کام نہ کروں۔

Marfat.com

# غور و فکر

لکھنؤ کی سالانہ خلافت کانفرنس کے موقعہ پر ہم نے ہندو مسلمانوں کے تعلقات کے متعلق بھی غور کیا اور ہندوستان میں ملی تنظیم و ترقی پر بھی، اور دونوں کے لیے انتظام کیا۔ لیکن "خلافت والے" خلافت کو ابھی تک دل سے نہیں بھلا سکے اور مسئلہ حجاز پر بھی غور کر کے ایک فیصلہ اسکی آیندہ حکومت کے متعلق کیا گیا۔ اور دوسرا اس مذہبی روش کے متعلق جو حجاز کی موجودہ حکومت نے اختیار کی ہے اور جسکے جاری رکھنے کے لئے اب بہ تلخ تجربہ نے ثابت کیا کہ اگر اسکا سلطان نہیں، تو اسکی ملک گیر فوج، اور بالخصوص اس کے مشائخ نے حجاز پر حملہ کیا تھا۔ اور اسی غلط مذہبی روش کو جاری رکھنے کے لیے وہ آج اس پر حکمران ہیں وہ فیصلہ یہ ہے:-

"چونکہ حجاز مقدس تمام مسلمانوں کا مشترک مذہبی مرکز ہے اور اسکی حفاظت و تطہیر کے متعلق تمام مسلمانوں پر بلا تفریق مذہبی یکساں فرائض عاید ہیں لہذا یہ جلسہ اعلان کرتا ہے کہ

(۱) حجاز مقدس میں تمام مذاہب اسلامیہ کو عبادات و معاملات و مناسک میں کامل آزادی حاصل ہے۔ اور کوئی حکومت یا فرقہ مجاز نہیں کہ وہ کسی فرقہ اسلامیہ کے پیرو کو کسی ایسے امر کے چھوڑنے پر مجبور کرے جو اس کے مذہب میں جائز ہے اس امر کا فیصلہ کہ کس مذہب میں کونسا امر جائز یا ناجائز ہے اسی مذہب کے مسلمہ علماء کریں گے۔ باوجود اس آزادی مذہبی کے کوئی فرقہ اس امر کا مجاز نہ ہوگا کہ دوسرے مذاہب اسلامیہ یا ان کے بزرگوں یا پیرووں کو برا بھلا کہے یا ان کی توہین و تذلیل کرے۔

(۲) کوئی حکومت یا فرقہ اسلامیہ مجاز نہیں کہ آثار و مقابر واقع ارض مقدس حجاز کے متعلق بلا استصواب و اتفاق مسلمہ علمائے مختلف مذاہب اسلامیہ کے صادر کرے

Marfat.com

بدیں وجہ اور نیز اس بنا پر کہ ایسا فعل اُن صریح وعدوں کے خلاف تھا جو حکومت نجد نے مسلمانان عالم کے ساتھ کئے تھے، یہ کانفرنس حکومت نجد کے ہاتھوں انہدام مآثر ومقابر پر اظہار افسوس کرتے ہوئے مطالبہ کرتی ہے کہ

الف۔ جو مآثر منہدم کئے گئے ہیں انکو فوراً از سرِ نو تعمیر کر دیا جائے۔

ب۔ جو مآثر ومقابر منہدم نہیں ہوئے ہیں انکو برقرار رکھا جائے۔

ج۔ جو مقابر منہدم کئے گئے ہیں انکی تعمیر کا فیصلہ علمائے مذہب سنی وشیعہ پر چھوڑ دیا جائے۔ جن کا فیصلہ آخری ہوگا،،

یہ ان دونوں ریزولیوشنوں کا مجموعہ ہے جو ہم نے مؤتمر اسلام میں پیش کئے تھے، اور جن کو باوجود نامزدگان سلطان نجد اور بہت سے اہلحدیث بھائیوں کے ہم عقیدہ حضرات کی موجودگی کے، موتمر نے منظور کیا تھا۔ لیکن جیسا کہ مؤتمر کی اور تجاویز کا اب تک حشر ہوا ہے۔ اس کا بھی وہی حشر ہوا۔ جو چیز سلطان نجد یا مشائخ نجد کی مرضی کے خلاف مؤتمر میں منظور ہوئی اسکی مطلق تعمیل نہیں کی گئی۔ اور یہی ہندوستان میں انگریزی حکومت بھی کرتی ہے۔ جو چیز انہیں منظور تھی مگر مؤتمر کو منظور نہ تھی، اسکا باوجود اس نامنظوری کے نفاذ ہو گیا۔ جیسا کہ اسمبلی کی نامنظوری کے بعد وائسرائے کے سرٹیفکیٹ سے ہندوستان میں ہو جایا کرتا ہے۔

سنا جاتا ہے کہ روضۂ اطہر پر روشنی جس کے لئے ترکوں کا پیش کردہ سرمایہ اور سامان ختم ہو چکا تھا۔ اور مدیر حرم وغیرہ کو سامان قرض لیکر کام چلانا پڑا تھا اور جس کے لئے جمعیتِ خلافت نے ہماری واپسی پر روپیہ جمع کر کے ایک ہزار روپیہ دسمبر ۱۹۲۶ء میں مدینہ منورہ کو ارسال کیا تھا۔ بند کر دی گئی۔ اس لئے کہ اہل نجد کے نزدیک تیغہ کئے ہوئے حجرۂ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے باہر بھی روشنی

Marfat.com

کرنا احکام اسلام کے خلاف ہے۔ اور شاید اس خیال کا دار و مدار اس حدیث رسول اکرمؐ پر ہے جس میں قبروں پر چو مکھ اور دیوار بچانے والوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی تھی۔ تا کہ غیر مسلم دنیا کی گمراہ آبادی آباؤ اجداد کی پرستش کو چھوڑ دے۔

تازہ ترین اطلاع ہے کہ مولد علیؓ بھی مولد نبیؐ کی طرح توڑ دیا گیا حالانکہ ظفر علی خان صاحب کی اطلاع تھی کہ مولد نبیؐ کی تعمیر ہو رہی ہے۔ تعمیر تو نہیں ہوئی البتہ جو حصہ ٹوٹنے سے رہ گیا تھا وہ بھی ہمارے پہنچنے سے پہلے توڑ دیا گیا اور ملبہ کا تھوڑا حصہ تو وہیں چھوڑ دیا گیا۔ اور اسکا بڑا حصہ مولد علیؓ کے دروازے کے سامنے اسطرح چن دیا گیا کہ دروازہ نہ کھل سکے۔ اور کوئی مولد علیؓ کے اندر بھی داخل نہ ہو سکے۔ اب مولد علیؓ بھی توڑ دیا گیا۔ حضرت خدیجہ کا مکان پہلے ہی توڑ دیا گیا تھا۔ اور اسی میں مولد فاطمہؓ بھی جس میں بچے قبہ کے نیچے قرآن کریم پڑھا کرتے تھے۔ اب سنا گیا ہے کہ اسکے در و دیوار بھی توڑ دیئے گئے۔ ان تمام ماثر کے ملبوں سے کہیں اور ایک مسجد بنائی جا رہی ہے۔

حجاز کی موجودہ حکومت، حجاز پر اسی نئے مسلط کی گئی ہے کہ سلطان نجد تو اپنے ملک ہوس گیری کو پورا کرتے رہیں اور مسلمانوں کے خلاف اخوان نجد سے "جہاد" کراتے رہیں۔ وہ اور ان کے صاحبزادے قصروں کو آراستہ اور آباد کرتے رہیں۔ اور نئی نئی موٹریں خریدتے رہیں۔ اور ان کے صاحبزادے دیگر ممالک، بالخصوص یورپ کی سیر کریں۔ اور مشائخ نجد صرف اس شریعت کا ہر ایک سے اتباع کرائیں جو ان کے نزدیک شریعت اسلامیہ ہے خواہ شیعہ حضرات اسکو مذہبی مداخلت اور عدم رواداری کہیں۔ یا حنفی، شافعی، اور مالکی۔

Marfat.com

خلافت کی سالانہ کانفرنس کے رزولیوشن کو پڑھئے اور پھر دیکھئے کہ کیا اسی رنگ میں وہ طویل رزولیوشن ڈوبا ہوا نہ تھا جسے خلافت کی مجلس عاملہ کے جلسۂ دیئنہ میں مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے قلم مبارک سے لکھا تھا۔ اور جسے بلا ذرا سے اختلاف رائے کے بھی مولانا عبدالقادر قصوری، ظفر علی خان صاحب اور مولانا سید سلیمان ندوی وغیرہ نے منظور کیا تھا جسکو ہمدرد میں شایع کر دیا گیا تھا، تاکہ وہ حضرات جو جمعیت خلافت کے فیصلوں کو اسلئے توڑنے پھوڑنے کے شایق ہیں کہ وہ قدوسیوں کے فیصلے نہیں ہیں۔ اور بطور وحی کے نازل نہیں ہوئے تھے۔ اس فیصلے سے بدظن نہوں بلکہ اسکو ایک مناسب فیصلہ خیال کریں۔ اس لیئے کہ پنجابی ٹولی کے مربی، کلکتہ کے شدید القوی نے بھی اسی قسم کا فیصلہ اپنے دست مبارک سے صادر فرمایا تھا اور اس پنجابی ٹولی کے کارفرما مولانا عبدالقادر قصوری اور ان کے آلہ کار ظفر علی خاں صاحب نے بھی اس پر آمنا و صدقنا کہا تھا۔ وہ فیصلہ یہ ہے اور جنت المعلیٰ کے مقابر اور مکہ معظمہ کے مآثر کے منہدم کئے جانے کے خلاف ان قدوسیوں کی جماعت نے صادر کیا تھا۔

" خلافت کمیٹی اپنے قیام کے پہلے دن سے ایک خاص مقصد کے ساتھ قایم ہے اور مجلس عاملہ اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر ہی اس امر پر غور کر کے کسی فیصلے پر پہنچ سکتی ہے۔ خلافت کمیٹی کے مسلک کو پیش نظر رکھتے ہوئے سوال یہ ہے کہ مجلس عاملہ ایسے کاموں کی تائید و حمایت کر سکتی ہے یا انکے خلاف ہے۔ آیا اس قسم کے کاموں کے اعادہ کو پسند کیا جائے یا اس بات کی ہر ممکن کوشش کی جائے کہ ایسے واقعات پھر نہوں "

مجلس عاملہ نے بلا کسی پس و پیش اور بلا کسی اختلاف رائے

Marfat.com

کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایسے واقعات خواہ کسی نیت سے اور کسی مقصد کے لئے کئے جائیں مرکزی خلافت کمیٹی انہیں پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتی وہ خلافت کمیٹی کے مسلک کے بالکل خلاف ہیں۔ اسکا مقصد ابتدا سے یہ ہے کہ ہر فرقہ و ہر مشرب کے مسلمانوں کو باہم متحد اور ہم آہنگ کر دے اور انہیں اس پر مایل کرے کہ سب ملکر وقت کی سب سے بڑی ضرورت کو پورا کرنے کی انتہائی جدوجہد کریں اور ہر ایسے کام سے پرہیز کیا جائے، جس سے یہ اندیشہ ہو کہ مسلمانوں میں اندرونی انتشار پیدا ہوگا۔ اور خلافت کمیٹی نے جس مقصد کو ہاتھ میں لیا ہے اسکے متعلق مسلمانوں کی متحدہ مساعی کو نقصان پہنچیگا۔ خلافت کمیٹی نے نہ کبھی ایسا کیا نہ اپنے مسلک کو پیش نظر رکھ کر وہ ایسے کاموں کو پسند، نہ ان کے اعادہ کا خیال کر سکتی ہے۔

سلطان کو موقع مل نہ سکا کہ وہ افواج کے داخلہ کے انتظامات کی خود نگرانی کرتے۔ اگر وہ موجود ہوتے تو یقین ہے کہ ان کے تدبر اور عقلمندی اور ان کی رعایت مصالح کی بدولت یہ واقعات قطعاً ظہور پذیر نہ ہوتے ایسے مسلمان جو ان لوگوں (قبائل نجد) کے مذہبی عقائد کو غلط خیال کرتے ہیں یا وہ مسلمان جو اگرچہ ان کے عقاید کو صحیح تسلیم کرتے ہیں مگر ان کے طرز عمل کے مخالف ہیں انہیں پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ ان کارروائیوں کو ناپسند کریں اور اسی لئے خلافت کمیٹی نے ایسے کاموں کی شروع سے سخت مخالفت کی ہے۔

مجلس عاملہ کو پورا اطمینان ہے کہ سلطان ابن سعود نے جو تحریری اور زبانی وعدے کئے ہیں اور اپنے جن ارادوں کا اظہار کیا ہے وہ اس

Marfat.com

امر کا یقین دلانے کے لئے کافی ہیں کہ آئندہ ان کی افواج ایسے کاموں کا اعادہ نہ کریگی۔ اور تمام مقابر و مشاہد صحیح و سالم رہیں گے اور مدینہ منورہ اور اسکے مقابر و قباب کے متعلق اضطراب اور خطرات دل میں لانے کی کوئی وجہ نہیں ہے،،

افسوس بھی نہیں ہوا کہ سلطان نجد سے جو توقعات کی گئی ہیں وہ بہت غلط ثابت ہوئیں بلکہ ان کے غلط ثابت ہونے ہی "قدوسیوں کی جماعت، جس کا نام "پنجابی ٹولی،، یا بنگالی ٹولہ،، ہے۔ اب اس "شدید القوائے کلکتہ،، کی لائی ہوئی وحی پر بھی ایمان نہیں رکھتا۔ گو آج بھی یہ جماعت "مسلک خلافت" پر قایم ہونے کی دعویدار ہے لیکن جو مسلک خلافت،، پٹنہ کے اس رزولیوشن میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اس ہی کوسوں دور بھاگ رہی ہے۔ اور جو خلافت والے،، یا "زمیندار،، کی اصطلاح میں، "خداوند خلافت،، اس مسلک پر آج بھی قایم ہیں اور چاہتے ہیں کہ حرب عقائد نہ چھیڑی جائے۔ مذہبی رواداری جاری رہے، اور جمعیت خلافت ہر فرقہ اور ہر مشرب کے مسلمانوں کو باہم متحد اور ہم آہنگ کر دے" نہ کہ صرف اہلحدیث اور اہل نجد کی بزور شمشیر تقلید کرائی جائے۔ اور سب کو اس پر مائل کرے، کہ سب ملکر وقت کی سب سے بڑی ضرورت کو پورا کرنیکی انتہائی جد و جہد کریں اور اسلامی ممالک کو دول یورپ کے پنجے سے نکالا جائے۔ اور اس سب سے اہم اسلامی غرض کے حاصل کرنے کے لئے ہر ایسے کام سے پرہیز کیا جائے جس سے اندیشہ ہو کہ مسلمانوں میں انتشار پیدا ہوگا۔ اور خلافت کمیٹی نے جس مقصد کو ہاتھ میں لیا ہے اسکے متعلق مسلمانوں کی متحدہ مساعی کو نقصان پہونچانے والا کہا جا رہا ہے۔ آج اس ٹولی اور اس ٹولہ میں کون ہے جو "قدوسیوں"

Marfat.com

کے اس قول کی تائید کرے گا کہ ایسے مسلمان جو ان لوگوں (نجدی قبائل) کے مذہبی عقاید کو غلط خیال کرتے ہیں، یا وہ مسلمان جو اگرچہ ان کے عقاید کو صحیح تسلیم کرتے ہیں مگر ان کے طرز عمل کے مخالف ہیں، انہیں پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ ان کارروائیوں کو (ہدم مقابر و مآثر کو) ناپسند کریں؟ ان میں سے کون ہے جو آج بھی کہے گا کہ "خلافت کمیٹی نے ایسے کاموں کی شروع سے سخت مخالفت کی ہے"، اور آج بھی اُسے ایسے کاموں کی سخت مخالفت کرنا چاہئے؟ یقیناً مجلس عاملہ کو ایک زمانہ میں پورا اطمینان تھا کہ سلطان ابن سعود نے جو تحریری اور زبانی وعدے کئے ہیں اور اپنے جن ارادوں کا اظہار کیا ہے وہ اس امر کا یقین دلانے کے لئے کافی ہیں کہ آیندہ انکی افواج ایسے کاموں کا اعادہ نہ کریں گی، اور تمام مقابر و مشاہد صحیح و سالم رہیں گے۔ اور مدینہ منورہ اور اسکے مقابر اور قباب کے متعلق اضطراب و خطرات دل میں لانے کی کوئی وجہ نہیں ہے"، واقعی مجلس عاملہ کو یقین تھا کہ یہ فعل محض خطفط اور دحنہ وحشی قبائل کا ہے۔ اگر سلطان نجد فتح مکہ کے وقت ہوتے تو ان کے تدبر اور عقلمندی اور ان کی رعایت مصالح کی بدولت یہ واقعات مطلقاً ظہور پذیر نہ ہوتے۔ مگر افسوس کہ یہ تمام توقعات اور امیدیں خاک میں مل گئیں مقابر و مشاہد صحیح و سالم نہیں رہے۔ مدینہ منورہ اور اس کے مقابر و قباب کے متعلق اضطراب اور خطرات دل میں لانے کی وجہ معقول ثابت ہوئی اور وحشی قبائل تو درکنار، خود سلطان کے تدبر و عقلمندی اور انکی رعایت مصالح کی بدولت یہ واقعات ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔

اب کلکتہ کے "تشدید القوی"، کونسی وحی لائیں گے، اور قدسیونکی

Marfat.com

جماعت کیا فیصلہ صادر فرمائیگی ؟

اگر آج بھی "وقت کی سب سے بڑی ضرورت" پیش نظر ہے، آج بھی ہر فرقہ، اور ہر مشرب کے مسلمانوں کو باہم متحد و ہم آہنگ کرنا ہے، اور ہر ایسے کام سے پرہیز آج بھی لازمی ہے، جس سے اندیشہ ہو کہ مسلمانوں میں اندرونی انتشار پیدا ہوگا۔ اور خلافت کمیٹی نے جس مقصد کو ہاتھ میں لیا ہے اسکے متعلق مسلمانوں کی متحدہ مساعی کو نقصان پہنچیگا، تو پدیڈ پٹنہ کے فیصلہ کی طرح، آج بھی لکھنؤ کا فیصلہ، بلا کسی پس و پیش اور بلا کسی اختلاف رائے کے منظور کیا جائے۔ اور حجاز مرکز اسلام میں مذہبی رواداری۔ فراخ دلی، اور وسعت نظر کا ثبوت دیا جائے۔ نجدی حکومت کو حجاز سے خارج کیا جائے۔ تاکہ حجاز میں، مذہبی آزادی کا پھر دور دورہ ہو۔ اور احیائے نظام اسلام کی طرف پہلا قدم بڑھایا جائے۔

اے برادران اہلحدیث دین میں جبر و اکراہ کو جگہ نہ دو، حرب عقائد سے بچو۔ کفر و اسلام کی جنگ ہمیشہ سے جاری ہے۔ آج اہل اسلام میں اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ خدارا انتشار پیدا نہ کرو۔ اور وقت کی سب سے بڑی ضرورت کا احساس دلوں سے محو نہ ہونے دو۔ ہر فرقہ و ہر مشرب کے مسلمانوں کو باہم متحد اور ہم آہنگ کرو۔ اور متحدہ مساعی میں مشغول و منہمک ہوجاؤ۔

اے برادران پنجاب! اپنے صوبہ کی خلافت کمیٹی کی اصلاح کرو، اور اسکو پنجاب کے تمام مسلمانوں کی نمایندہ بناؤ۔

اے مسلمانان ہند! نظام خلافت ہی نظام اسلام ہے۔ تم اسکو چھوڑ کر کوئی اور تنظیم ملی نہیں کرسکتے۔ اور لے دے کے اب سارے ہندوستان میں

Marfat.com

جمعیتِ خلافت ہی ایک نظام ملّی باقی ہے۔ اسکو مٹنے نہ دو۔ بلکہ اسکو از سرِ نو زندہ کرو۔ اور ہندوستان میں بھی قوت حاصل کرو۔ اور عالم اسلام کو بھی دنیا میں طاقتور بناؤ تاکہ چار دانگ عالم میں حق پھیلے۔ اور باطل دور ہو۔ خدا ہمیں اور تمہیں توفیق دے اور کلمۂ حق پر سب کو متفق کرے۔

Marfat.com

Marfat.com

# سائمن کمیشن

## فہرست مضامین


(۱) سائمن کمیشن ..................

(۲) سائمن کمیشن اور ہندوستان ..........




Marfat.com

Marfat.com

# سائمن کمیشن

(ہمدرد ۱۴-۱۵-نومبر ۱۹۲۷ء)

ہندوستان کو مزید اصلاحات دینے یا نہ دینے کے خیال سے حکومت برطانیہ نے ایک کمیشن مقرر کیا تھا جس کا کام یہ تھا کہ وہ ہندوستان کا دورہ کر کے اور بیانات لے کے اپنی رپورٹ مرتب کر سکے۔ اسکے صدر سر جان سائمن تھے۔ اسکی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس میں کوئی ہندوستانی ممبر نہیں شامل کیا گیا سب انگریز تھے۔

ہندوستان کے معتدلین بھی اس روش پر سرکار سے خفا ہو گئے لیکن جب حکومت نے سر سنکرن نائر کی صدارت میں سائمن کمیشن کا ایک ضمیمہ تیار کرایا تو وہ من گئے۔

محمد علی اس کمیشن کے سخت مخالفین میں سے تھے۔ انہوں نے اسے ناکام بنانے کے لئے دورے کئے، تقریریں کیں، بیانات دئے، مضامین لکھے سب کچھ کیا۔

ذیل کے مضامین سے انکی رائے اور طرز فکر کا اندازہ ہو گا

(مؤلف)



Marfat.com

# سی آر داس

سی آر داس آنجہانی اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا اور جب احمد آباد کانگریس میں صدارت کرنے سے پہلے ہی اسے حکومت نے گرفتار کر لیا تو اس نے اپنی گرفتاری کا اندیشہ کر کے ایک نہایت ہی مختصر خطبۂ صدارت مہاتما جی کو لکھ کر پہلے ہی سے بھیجدیا تھا۔

اس میں داس نے تمام کوآپریٹروں کی شکایات و اعتراضات کا ایک سیدھا سا جواب دیدیا تھا جسے افسوس آج بہت سے کل کے نان کوآپریٹر بھی بھولے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ داس نے ان سے کہدیا تھا کہ ہم میں اور تم میں ایک اصولی اور بنیادی اختلاف ہے جسے کوئی شے نہیں مٹا سکتی، تم بھی آزادی کے خواہاں ہو، اور ہم بھی، تمہیں بھی اپنے وطن سے محبت ہے اور ہمیں بھی۔ مگر تم اپنی قسمت کا فیصلہ دوسروں کے ہاتھ میں دینے پر راضی ہو، اور ہم اس پر ہرگز ہرگز راضی نہیں۔ تم نے ۲۰۔ اگست ۱۹۱۷ء کے "تاریخی" بیان کی اس شرط کو تسلیم کر لیا ہے کہ ہندوستان کو ذمہ دار حکومت بتدریج ہی دیجائیگی اور "برطانوی حکومت"، اور حکومت ہند جن پر ہندوستان کے لوگوں کے سود و بہبود اور ترقی کی ذمہ داری عاید ہے۔ وہی اسکا فیصلہ کرینگی کہ کس کس وقت آگے کو قدم بڑھایا جائے۔ اور کتنا کتنا لانبا قدم ہو۔ اور ان حکومتوں کا یہ فیصلہ اس پر مبنی ہوگا کہ جن لوگوں کو اس طریقے سے خدمت کرنے کے موقعے عطا کئے جائیں وہ حکومت کے ساتھ کس طرح تعاون کرتے ہیں۔ اور ان کے احساسات کی ذمہ داری پر کس حد تک اعتماد کیا جا سکتا ہے"

ہم نے اس شرط کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ اور ہم اسکو ہرگز تسلیم نہیں کر سکتے

Marfat.com

کہ ہماری سود و بہبود، اور ہماری ترقی کے ذمہ دار دوسرے ہوں، اور وہی اسکا فیصلہ کریں کہ ہم کب آگے کو قدم بڑھائیں۔ اور کتنا لانبا قدم بڑھائیں، یہی غلامی ہے۔ اور گو تم بھی ہماری ہی طرح آزادی کے خواہاں ہو مگر تم مسحور کر دئے گئے ہو۔ اور ایک غلامانہ ذہنیت کے پھندے میں گرفتار ہو۔ اور نہیں سمجھتے کہ تم جس غلامی میں گرفتار ہو وہ یہی ہے کہ تم نہیں بلکہ غیر اسکا فیصلہ کریں کہ تم کب ترقی کرو، اور کتنی ترقی کرو۔

خدا تحریکِ ترکِ تعاون کا بھلا کرے، اب تو ہم میں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ ہمارے سود و بہبود، اور ہماری ترقی کی ذمہ داری کا برطانوی حکومت اور حکومت ہند کو کس درجہ احساس ہے۔ اور ہم کہانتک ان کے احساس ذمہ داری پر اعتماد کر سکتے ہیں۔ اور اب ہم اسکو بھی اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ جس چیز کو وہ حکومت کے ساتھ تعاون کہتے ہیں وہ تعاون ہرگز نہیں ہے بلکہ غلامی ہے آقا میں اور غلام میں، مولا میں اور بندہ میں تعاون نہیں ہوا کرتا۔ تعاون انہیں میں ہوتا ہے جو ایک دوسرے کی مدد کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور جنہیں اختیار حاصل ہوتا ہے کہ چاہیں تو ایک دوسرے کی مدد کریں، چاہیں نہ کریں، ہم کو تارک تعاون کہا جاتا ہے۔ لیکن حقیقتاً ہم ایک معنی میں ہم تارک تعاون نہیں۔ بلکہ ہم ہی تعاون کے خواہشمند ہیں، لیکن نہ وہ جھوٹا تعاون جو غلامی ہے، بلکہ وہ تعاون جس کے کرنیکا خود ہمیں بھی اختیار حاصل ہو۔ اور جو ایک دوسرے کے ساتھ کیا جاتا ہو، نہ وہ جو صرف ایک فریق دوسرے فریق کے ساتھ کرتا رہے۔ اور ہمیشہ کرتے رہنے پر مجبور رہو۔

یہی وہ چیز تھی جسکے متعلق قرآن کریم نے مسلمانوں کو تعلیم دی تھی کہ تعاونوا

Marfat.com

علی البرّ والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان - یہی وہ چیز ہے جسکے لئے تلک مہاراج نے جوابی تعاون کی اصطلاح گھڑی تھی - جو آئین و دستور ۱۹۱۹ء میں ہمارے لئے گھڑا گیا تھا۔ وہ نہایت مشتبہ تھا - تاہم امرتسر کانگریس میں سرکیت بپن چندر پال اور خود میں نے تلک مہاراج اور دیش بندھو داس آنجہانی کو اس پر راضی کیا تھا کہ مہاتما جی اور پنڈت مدن موہن مالوی کے ساتھ اس مجھوتہ پر راضی ہو جائیں کہ ہم اس آئین و دستور کو اس حد تک چلائیں گے جس حد تک اس کا چلانا ملک اور قوم کے لئے مفید ہو - لیکن جب حکومت برطانیہ نے خلافت اور جزیرۃ العرب کے متعلق مسلمانان ہند کے واجبی مطالبات، جو ان کے مذہب کا لازمی جز تھے تسلیم نہیں کئے - اور پنجاب کے مظالم کی اسطرح تلافی تک سے انکار کر دیا کہ اوڈوایر اور ڈائر کو ہندوستان کے خزانے سے پنشنیں نہ دی جائیں تو ہمیں یقین ہو گیا کہ ان کا دل ابتک نہیں بدلا ہے، اور اس آئین اور دستور کو یہ دونوں حکومتیں اس طرح ہرگز نہیں چلائیں گی کہ ہمیں آزادی ملے، بلکہ جب تک ہم ان کی مرضی کے مطابق چلیں گے تو ہم کو "آزاد" چھوڑا جائیگا لیکن جونہی ہم ان کی مرضی کے خلاف اور صرف اپنی مرضی کے موافق کوئی کام کرنا چاہیں گے تو "ویٹو" (veto) کا آلہ منفیانہ طور پر استعمال کیا جائیگا، اور سرٹیفکیشن کا آلہ مثبتانہ طور پر استعمال کیا جائیگا - اور گو ہم آزاد ہوں گے کہ ان کے خلاف اسمبلی اور کونسلوں میں تقریریں کریں - ترمیمات پیش کریں ووٹ دینے کی "لابی" میں ان کے خلاف چہل قدمی کریں - اور ان کو "شکست" بھی دیدیں لیکن ہو کر وہی رہیگا جو یہ خود چاہیں گے - نہ کہ وہ جو ہم چاہیں گے - چنانچہ اس دن سے آجتک یہی ہو رہا ہے - اول تو ہماری اپنی ذاتی اور فرقہ وارانہ اور ملی

Marfat.com

مخالفتیں کیا کم ہیں، پھر نامزد شدہ "وفاداران سلطنت" اور انگریزوں کی تعداد کیا کم ہے؟ لیکن جب کبھی یہ مشکل کام بھی انجام پا گیا کہ منتخب شدہ ۸۰ فیصدی ارکان نے حکومت کے خلاف ووٹ دیدیا۔ اور اس طرح حکومت کو ایک یا دو ووٹوں سے شکست بھی مل گئی۔ تو ہماری تجویز کو وائسرائے یا گورنر نے "ویٹو" کردیا یا عمال حکومت کی تجویز پر "سرٹیفکٹ" صادر فرمادیا "اللہ اللہ خیر صلّاح" یہ ہے وہ آئین و دستور جس کو چلانے کے لئے ہمارے آقا اور مولا ہم سے تعاون کے طلبگار ہیں۔ اور جس میں تعاون کی مقدار ہماری آیندہ ترقی کا معیار ہوگی جبکہ وہ بہ نفس نفیس اور بلا شرکت غیرے یعنی سب کے سب اغیار ہماری شرکت کے بغیر اس کا فیصلہ کرنے بیٹھیں گے۔ کہ قدم آگے کو بڑھایا جائے یا پیچھے کو ہٹایا جائے۔ اور اگر آگے کو بڑھایا جائے تب بھی ایک مستعد اور مضبوط جوانمرد کے قدم کی طرح لانبا قدم ہو، یا اس چینی عورت کی طرح کا جس کے پاؤں لڑکپن ہی میں آہنی شکنجے میں کس دئے جاتے تھے۔ کہ وہ گھر سے باہر نہ نکل سکے اور اسی چار دیواری میں مقید رہے جس میں اس کا خاوند اور خداوند اسکو رکھنا چاہتا ہے

## دروازہ بند

اس حقیقت پر نظر رکھتے ہوئے میں نے اواخر جولائی ہی میں جبکہ کمیشن کے تقرر کی افواہ ہندوستان تک پہنچی تھی۔ اور کونسلوں کے دلدادہ سیاسی لیڈر منتظر تھے کہ دیکھیں ان میں سے کون کمیشن کا رکن بنایا جاتا ہے۔ اپنی رائے کا صاف صاف اظہار کردیا تھا اور کہدیا تھا کہ کمیشن کے لئے "دروازہ بند"۔ یہ ہندوستان میں انگریز قوم کی ایک معاشرتی اصطلاح ہے۔ جو شخص کسی شہر میں تازہ وارد ہوتا ہے اسکا فرض ہوتا ہے کہ شہر کے انگریز ساکنوں کی ملاقات کے لئے ان کے گھر

Marfat.com

جائے، اگر وہ موجود نہ ہوں تو ملاقات کے کارڈ ان کے دروازہ پر جو مختصر سا بکس "گھر پر نہیں،، کے اعلان کے ساتھ آویزاں ہوتا ہے اس میں ڈال آئیں۔ اگر موجود ہوں تو ان کے ملازم کے ہاتھ اندرون خانہ ارسال کرائیں۔ اگر صاحب خانہ انکو اس قابل سمجھتے ہیں کہ ان سے راہ ورسم قایم کریں تو انہیں سلام بولتے ہیں، اور اگر رسم وراہ قایم کرنا نہیں چاہتے تو ان کا ملازم واپس آکر "دروازہ بند،، کی اطلاع دیدیتا ہے۔ اور وہ اپنا سا منہ لیکر اپنے گھر واپس جاتے ہیں۔

میں نے اواخر جولائی میں ۲۰ اگست ۱۹۱۷ء کے تاریخی بیان کی حقیقت کو از سر نو آشکارا کر کے اپنی رائے ان مختصر الفاظ میں کہ " دروازہ بند،، ظاہر کردی تھی۔ مگر لالہ جی اور پنڈت جی کا ترجمان " ہمدرد،، کا مقامی معاصر " ہندوستان ٹائمز مجھ پر بیحد بگڑا تھا، الحمد للہ کہ آج وہ بھی " دروازہ بند،، کی صدا لگا رہا ہے۔ مگر بدیں فرق کہ اسکو جس کا رنج ہے وہ یہ ہے کہ کمیشن میں لالہ جی اور پنڈت جی کیوں شامل نہ کئے گئے۔ اور وہ ہندوستانیوں اور ہندو سبھائیوں سے کیوں خالی کیا گیا۔ اور ہمیں آج بھی اسکی شکایت ہے کہ کمیشن مقرر ہی کیوں کیا گیا۔ کیوں نہ ہندوستان کی سیاسی جماعتوں اور فرقوں کا جن میں یہاں سکونت یا قیام کرنے والے انگریز بھی شامل ہوتے، ایک کنوینشن یا گول میز کی موتمر (راؤنڈ ٹیبل کانفرنس) جیسا اجتماع کیا گیا جس کا مطالبہ احمد آباد کانگریس کے بعد کیا گیا تھا۔ اور جسکو لارڈ ریڈنگ، برائے نام کرنے پر آمادہ بھی ہو گئے تھے۔ (نہ کہ حقیقتاً) اور جسکے لئے پنڈت موتی لال نہرو کی سرکردگی میں ۱۹۲۴ء میں اسمبلی کے منتخبہ ارکان نے سب پارٹیوں کے اتفاق سے حکومت کو شکستِ فاش دیکر ایک رزولیوشن بھی منظور کیا تھا

آنجہانی داس کی آخری معرکۃ الآرا مگر نہایت ہی نرم تقریر کے بعد، جو

Marfat.com

دیش بندھو کی طرف سے برطانیہ کی طرف صلح کا پیغام تھا۔ لارڈ برکن ہیڈ نے ہمارے ملی اختلافات سے فائدہ اُٹھا کر کہا تھا کہ ہم تم ہندوستانیوں سے کہتے ہیں کہ آپس میں مشورہ کر کے سوراج کی ایک اسکیم ہمارے سامنے متفقہ طور پر پیش کرو۔

ہم بھی یہی کہتے تھے اور آج بھی یہی کہتے ہیں، گو آج بظاہر اتحاد بین الملل ۱۹۲۵ء سے بھی زیادہ محال معلوم ہوتا ہے، لیکن ہم میں اور لارڈ برکن ہیڈ میں فرق اتنا ہے کہ وہ اس اسکیم کو بھی، جس پر لالہ جی، پنڈت جی، سر عبدالرحیم اور سر محمد شفیع متفق ہو جائیں ایک عرضی سمجھیں گے، جو "فدویان" ہندوستان اور "غریب پرور" کی حضور میں "سلامت" کی ابتدائی اور "آفتاب دولت و اقبال درخشاں باد" کی انتہائی دعا کے ساتھ پیش کریں گے۔ اور جس کے قبول کرنے یا مسترد کرنیکا انکو کامل اختیار ہوگا۔ اور ہم اس اسکیم کو ہندوستان کا "پروانہ راہداری" سمجھیں گے جس کے بعد کسیکو بھی اس امر پر غور کرنیکا حق نہ ہوگا کہ ہندوستان ترقی کی طرف قدم بڑھائے یا نہ بڑھائے۔ اور بڑھائے تو کتنا لانبا قدم، بلکہ ہندوستان آزاد ہوگا کہ اس اسکیم کے مطابق بلا کسی کھٹکے کے آگے کو قدم بڑھاتا رہے۔ تا آنکہ منزل مقصود کو پہنچ جائے۔ اور نہ مقامی حکومتوں کو نہ حکومت ہند کو، نہ برطانوی کابینۂ وزارت کو، نہ پارلیمنٹ کو اسکا حق ہو کہ اس اسکیم کا ایک حرف بھی بدل سکے، چاہے وہ حرف غلط ہی کیوں نہ ہو جنوبی افریقہ کے بوئر بظاہر شکست فاش کھا چکے تھے، مگر جو دستور و آئین جنوبی افریقہ کے لئے وضع کیا گیا تھا کہ برطانوی پارلیمنٹ کو ایک حرف کے بدلنے کی اجازت نہ تھی۔ اور جب وہ قاعدہ اور ضابطہ کی خانہ پری کے لئے برطانوی پارلیمنٹ میں پیش ہوا تو معلوم ہوا کہ ایک لفظ صرف و نحو کے بالکل خلاف تھا۔ لیکن برطانوی وزیر اعظم سر ہنری کیمبل بنرمین نے جسکا یہ فقرہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ "اچھی حکومت

Marfat.com

آزاد حکومت کا نعم البدل نہیں ہو سکتی ،، صاف کہدیا کہ صرف و نحو کی رو سے بھی اس دستور کے مسودہ کی اصلاح نہیں ہو سکتی ۔ اس لئے کہ ہم نے جنوبی افریقہ سے عہد کر لیا ہے کہ جو مسودہ خود اسکے لوگ وضع کریں گے وہ بجنسہ و بعینہ برطانوی پارلیمنٹ میں پیش ہو کر منظور ہو جائیگا۔

بور اور برطانیہ کا اتحاد آسان تھا ، افسوس ہے کہ آج ہندو اور مسلمان کا اتحاد بظاہر مشکل ہے۔ لیکن جسوقت ہندوستان کے جمہور کو معلوم ہو جائیگا کہ صرف ہندو مسلمانوں کی کشمکش ہماری قومی اور ملکی آزادی کے لئے سنگِ راہ بنی ہوئی ہے تو وہ اسیوقت ہندو مہا سبھا اور مسلمانوں کی فرقہ وارانہ جماعتوں کے لیڈروں سے صاف کہدیں گے کہ اتفاق و اتحاد کرنا ہو تو کرو ، ورنہ آج تمہاری لیڈری کا خاتمہ ہوتا ہے۔ تم ہمارے لیڈر ہمارے نفع کے لئے ہو تو رہ سکتے ہو۔ لیکن اگر یہ سارا گورکھ دھندا تمہاری لیڈری ہی کے لئے ہے اور صرف تمہارے ذاتی نفع کے لئے تو ہمارا تمہیں دور ہی سے سلام ہے۔ وائسرائے خود اعتراف کرتے ہیں کہ یہ کشمکش خود اسوقت کم ہو جائیگی جبکہ بجائے کمیشن کے انتظار کے اور فرقہ وارانہ جدوجہد کی ناکامی کے اندیشہ کے کمیشن کا کام شروع ہو جائیگا۔ اور صرف اسکے نتیجہ کا انتظار ہوگا۔ لیکن جب نتیجہ اغیار کے ہاتھ میں ہوگا تو یہ فرقہ وارانہ جدوجہد اور بین الملل کشمکش تو اور بھی بڑھ جائیگی۔ اور دونوں طرف غلام آستانۂ اغیار پر جبہہ سائی کرنے کے لئے جھپٹینگے۔ اور راستہ میں ایک دوسرے سے مڈبھیڑ ہوگی ، اور کشت و خون کا بازار اور بھی گرم ہو جائیگا۔ اس کشمکش کا خاتمہ اسیوقت ہوگا جب تیسری ہستی کا وجود درمیان سے خارج کیا جا چکا ہوگا۔ اور ہندوستان کی ملتیں ایک بار خود ہی مل کر بیٹھیں گی اور غور کرنا شروع کرینگی کہ جنکو گائے اور باجے کے نام پر سیاسی

Marfat.com

تفوق اور اقتصادی غلبہ نہ حاصل ہو ایک کو نہ دوسرے کو، بلکہ اس تیسرے کو جسکا وجود ہم دونوں کو عدم کو سپرد کر رہا تھا۔ یا یہ بہتر ہے کہ نہ ایک تفوق اور غلبہ کا خواستگار ہو نہ دوسرا ۲۲ کروڑ ہندوؤں کے آبا و اجداد کو۔

آج سے بارہ سو برس پہلے جبکہ محمد بن قاسم ہندوستان میں آئے تھے اپنا تفوق اور غلبہ قایم رکھنے کے لیے پورا موقعہ ملا تھا۔ مگر اسوقت قایم نہ رکھا گیا نہ اسکے ہزار برس بعد کبھی حاصل کیا جا سکا۔ ۷ کروڑ مسلمانوں کے اجداد کو صدیوں تک تفوق اور غلبہ حاصل رہا۔ مگر اپنے ہی اعمال کی بدولت اسے حاصل کیا تھا اور اپنے ہی اعمال کی بدولت اسے کھو دیا۔

اگر وہ ۲۲ کروڑ ہنود کو نیست و نابود کر بھی سکتے تھے تو اپنی حکومت کے زمانہ میں کر سکتے ہوں گے۔ آج تو یہ ان کے بس کی چیز نہیں۔ پھر جب دونوں کو اسی ملک میں رہنا ہے تو کیا بہتر ہوگا کہ دونوں ایک دوسرے سے لڑتے رہیں اور تیسرے کی غلامی کریں۔ یا صلح و آشتی اور محبت و مودت کے ساتھ، نہ یہ غلبہ حاصل کرنا چاہے نہ وہ۔ صرف یہی چاہیں کہ تیسرے کا غلبہ بھی نہ ہو، جو ہندوستان میں رہے یا رہنا چاہے وہ مساوی الدرجہ ہو کر رہے، نہ آج ہندو راج ہو، نہ انگریز راج ہو۔ اور راج ہو تو سب کا، برہمن اور شیخ کا بھی، اور چوہڑے اور چمار کا بھی، خدا کا راج ہو، اور اسکے سب بندے برابر سمجھے جائیں اور آزاد ہوں کہ اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اپنے حقیقی مولا اور آقا کی غلامی کریں۔ اپنے مذہبی۔ عمرانی۔ سیاسی اور اقتصادی خیالات کی نشر و تبلیغ میں آزاد ہوں۔ مگر جبر و اکراہ کا نام نہ ہو۔ اور نہ دھوکہ ہو، نہ فریب۔ نہ دھمکی دی جائے نہ لالچ۔ کوئی تنگ ہو دلیل و برہان سے، نہ کہ ڈاکہ مونجے کے ڈنڈے

Marfat.com

یا عبد الرشید کے پستول سے، نہ راجپال کی طرح کوئی گندہ ذہنی کے ساتھ انبیاء اور اولیاء، رشیوں اور منیوں کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کرے، نہ راجپال پر حملہ کرنے والے مسلمانوں کی طرح کوئی اپنے کو مجاز سمجھے کہ خود اٹھکر اس گندہ ذہن کو سزا دے آئے۔ اگر انسان کے قلب و دماغ اسے قائل کر دیں کہ ویدک دہرم ہی سچا راستہ ہے تو سب انسان آریہ سماج میں داخل ہونے کے مجاز ہوں۔ اور کوئی انہیں نہ روک سکے۔ لیکن اگر انسان اسی کا قائل ہو کہ اسلام ہی فطرۃ اللہ التی فطرۃ الناس علیھا کا نام ہے تو بلا کھٹکے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر اس عالمگیر مذہب کے دائرہ میں شامل ہو جائے، نہ کسی مسلمان کو سوامی شردھانند جیسے مبلغ کی جان لینے کا خیال ہو نہ کسی آریہ سماجی لیڈر کو ایک جھوٹے نومسلم کے ذریعے سے اسلامی یتیم خانہ سے دس بچوں کو بھگوانے کی ضرورت محسوس ہو۔

بظاہر یہ اسیوفت ہو سکتا ہے کہ دونوں ملتیں ایک بار اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہم کو ایک دوسرے کے دکھ سکھ کا شریک ہونا ہی پڑے گا جس طرح کہ شادی ہو جانے پر میاں بیوی سمجھ لیتے ہیں کہ اب تو ساری عمر کا ساتھ ہے جس طرح بن پڑے ایک دوسرے کو نباہنا ہی پڑے گا۔ لیکن اگر ساس گھر کی مالکہ ہیں خواہ وہ میاں کی ماں ہوں یا بیوی کی۔ اور میاں بیوی کی ذراسی کشیدگی میں بھی وہ اپنے سپوت یا اپنی چہیتی بچی اور لاڈلی کی طرفداری پر تل پڑیں تو اس گھر میں خیر و برکت، امن و عافیت کا پھر خدا ہی حافظ ہے۔

ہندوستان میں بھی زیادہ تر تباہی کا باعث یہی "ساس" ہیں لیکن لطف یہ ہے کہ ایک ہی ذات شریف میاں اور بیوی دونوں کی ماں بنجاتی ہیں

Marfat.com

کبھی ایک کی اور کبھی دوسرے کی۔

کمیشن میں ایک برطانوی کی شرکت سے بھی اس "ساس" کا وجود شر انگیز ہوتا۔ یہی نہیں۔ اگر کمیشن کا ہر رکن ہندوستانی ہوتا تب بھی ہمیں وہ کمیشن ہرگز قبول نہ ہوتا۔ اسلئے کہ اگرچہ خوش دامن صاحبہ تشریف نہ رکھتیں تاہم آخری فیصلہ میاں بیوی کے ہاتھ میں نہ ہوتا۔ بلکہ ہندو مسلمان دونوں بیویاں بجائے اور سوکنوں اور بیرنوں کی طرح لڑتے اور فیصلہ میاں کرتے، اگر ہم دونوں اتفاق و اتحاد بھی کرتے تب بھی جبتک فیصلہ برطانوی پارلیمنٹ کے ہاتھ ہوتا وہی ع۔ لونگی مثل صادق آتی کہ "ہر کام میں گھر والی سے مشورہ ضرور کرلیا کرو، مگر کیا وہی کرو جو تم خود مناسب سمجھو"

والسرائے صاحب کے بیان میں برطانوی کمیشن ہی کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنی تحقیقات میں اسمبلی یا صوبوں کی کونسلوں کے ممبروں کی کسی منتخب شدہ کمیٹی سے مشورہ کریں یا نہ کریں۔ اور گو برطانوی حکومت نے اپنا ارادہ ظاہر کردیا ہے کہ وہ پارلیمنٹ کی جوائینٹ کمیٹی کا اسمبلی اور کونسل آف اسٹیٹ کی منتخب شدہ جوائنٹ کمیٹی سے مشورہ کرائیگی لیکن جیسا کہ ڈاکٹر انصاری نے والسرائے سے ۲ نومبر کو صاف کہدیا تھا۔ آخری فیصلہ ایک ہندوستانی کے بھی ہاتھ میں نہ ہوگا بلکہ برطانوی پارلیمنٹ یعنی مجمع وزراء (نعوذ باللہ) وحدہ لا شریک لہ کی طرح ہماری قسمت کا فیصلہ بلا شرکت غیرے کریگا۔ حقیقتاً برطانوی پارلیمنٹ کو نہ ازروئے اخلاق ہماری قسمت کے فیصلہ کرنیکا حق ہونا چاہئے۔ نہ وہ صحیح فیصلہ کرنے کے قابل ہے یہ جماعت ہندوستان کے متعلق محض جاہلوں کی جماعت ہے۔ ان تقریباً سات سو برطانویوں میں سے ستر بھی مشکل سے ایسے نکلیں گے جو ہندوستان کے متعلق کچھ بھی

Marfat.com

جانتے ہوں، اور جو کچھ جانتے ہوں گے وہ صرف اسی کی بدولت کہ انہوں نے ہندوستان کا نمک کھایا ہے اور انکی "نمک حلالی" اکثر آپ ہی اپنی نظیر ہے، یہ جہل ہی نہیں ہے بلکہ جہل مرکب ہے۔ کیونکہ جہل کے ساتھ تعصب اور بدنیتی اس میں شامل ہے اور خدا کے پیدا کئے ہوئے کل انسانوں میں سے ایک جنس کی قسمت کا فیصلہ اس جہل مرکب کے ذریعہ سے کرایا جائیگا۔

حقیقت یہ ہے کہ ہماری قسمت کا فیصلہ نہ برطانوی پارلیمنٹ کریگی نہ اسکی کوئی منتخب کردہ جوائنٹ کمیٹی کریگی، نہ اسکی وزارت کرے گی۔ ہماری قسمت کا فیصلہ ہمارے ضلعوں کے کلکٹر صاحبان اور پولیس کے سپرنٹنڈنٹ صاحبان کریں گے یا ان کے بھائی بند سکریٹریوں یعنی منشی خانوں کے منشی صاحبان جو حکام ضلع کے خیالات کو عمدہ عبارت میں لکھ سکتے ہیں، ہندو مسلمانوں کی کشمکش دور کرنے کے لئے والیسرائے صاحب نے ۲۹ اگست کو اسمبلی اور کونسل آف اسٹیٹ کے ممبروں کو جو نصیحت کی ہم ضرور اس کے مستحق تھے۔ اور میرا قیاس ہے کہ والیسرائے کے الفاظ ہی شریفانہ نہ تھے۔ بلکہ انکی نیت بھی بخیر تھی، اور جو کچھ انکی زبان سے نکلا وہ حقیقتاً ان کے دل سے نکلا تھا۔ یہ کچھ کم تعریف نہیں ہے، اسلئے کہ اتنے بڑے منصب پر جو مامور کئے جاتے ہیں وہ اکثر لارڈ ڈفرن۔ لارڈ ہارڈنگ، اور لارڈ ریڈنگ کی طرح "سفیر با تدبیر" ہی ہوا کرتے ہیں جنہیں ہر حالت میں الفاظ شریفانہ ہی استعمال کرنیکی عادت اور مہارت ہوتی ہے۔ لیکن جب مجھ سے میرے ایک با اقتدار دوست نے ایک گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے دریافت کیا تو میں نے عذر کیا۔ مگر اتنا ضرور کہا کہ اگر میں شریک بھی ہوا تو یہ ضرور ظاہر کردوں گا کہ جھگڑا فقط ہندو مسلمانوں کا نہیں ہے جھگڑا کرانے والے عمال حکومت خود بھی ہیں، اور

Marfat.com

وائسرائے لاکھ ہندو مسلم اتحاد و اتفاق کے دل سے خواہاں ہوں۔ مگر حکام ضلع اسے اکثر نہیں چاہتے۔ اور وہ "تفریق کراؤ اور حکومت کرو" کے اصول کے اب تک حامی ہیں۔ اور حکومت یہاں اب تک وائسرائے کی نہیں ہے، بلکہ انہیں سول سروس والوں کی ہے۔

آکسفرڈ میں "کھلے مقابلہ میں" کامیابی کے بعد سول سروس کے آخری امتحان کے لئے جو افراد تیاری کرتے تھے۔ اور پہلی بار لنگڑے لولے کم از کم سوکھے کرایہ کے گھوڑوں پر سواری کی مشق کے لئے نکلتے تھے تو ہم ہندوستانی انہیں فوراً پہچان لیا کرتے تھے۔ اور ہم نے ان کا نام سر ولیم ہنٹر کے مشہور سلسلہ سیر پر سلسلہ حکمرانِ ہند رکھا تھا۔

حقیقتاً ہندوستان کے بادشاہ یا قیصر ہند ملک معظم جارج پنجم بھی نہیں ہیں بلکہ یہی "یونائیٹڈ سروس کلب" کا "سلسلہ حکمرانانِ ہند" ہے جو اس کلب کے کسی عام کمرہ میں کسی ہندوستانی کو اپنے ساتھ بھی نہیں لے جا سکتا۔ کمیشن پارلیمنٹ والوں کا بنایا جائے یا کسی اور کا۔ ہماری قسمت کا فیصلہ یہی "سلسلہ حکمران ہند" کرے گا جن کو یہ قبول ہو وہ کمیشن کے سامنے شہادت دیں۔ یعنی عرضیاں پیش کریں تب وہی فیصلہ ہوگا۔ اور اگر اس کا اس وقت تک بائیکاٹ کریں جب تک لالہ جی پنڈت جی اور شیخ جی بھی اس میں شریک نہ کر لئے جائیں۔ تب بھی وہی فیصلہ ہوگا جو ہندوستانیوں کی "مائنارٹی رپورٹ" ہمیں فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ میجارٹی رپورٹ۔ لارڈ اسلنگٹن والے "پبلک سروس کمیشن" میں بھی ہندوستانی تھے مگر سوائے ایک سر عبد الرحیم کے کسی نے اختلاف کرنے تک کی ہمت نہ کی۔ اور لیبر پارٹی کے سابق وزیر اعظم اور ہز میجسٹی کی مخالفت کے صدر بھائی رامجی میکڈانلڈ

Marfat.com

تک نے سول سروس والوں کا ساتھ دیا۔ جب لارڈ سنہا کو پہلی بار لارڈ مار لے نے حکومت ہند میں جگہ دی تو شاہ ایڈورڈ ہفتم آنجہانی نے سول سروس ہی کے سے خیالات نہایت شد و مد سے ظاہر فرمائے۔ اور اسکی آخر وقت تک مخالفت کی مگر ہوا کیا؟ بجائے اس کے کہ جو اندیشہ انہیں تھا وہ سچا ثابت ہوتا یہ ایگزیکٹیو کونسل کی ممبریاں ہندوستانیوں کے لئے رشوت ثابت ہوئیں۔ جس کا موتھ بند کرنا منظور ہوا سے ایگزیکٹیو کونسل کا ممبر بنادو۔ اور یہی حال آج وزارتوں کا ہے اور یہی حال حقیقتاً اکثر کمیشنوں کی ممبریوں کا بھی ہے "لی کمیشن" میں کیا ہندوستانی نہ تھے۔؟ پھر "لی رپورٹ" کیوں منظور ہوئی؟ مانا کہ ہندوستانی ممبر کچھ اثر بھی ڈال سکیں اور رپورٹ متفقہ پیش کی جائے۔ لیکن اسکین کمیٹی کی متفقہ رپورٹ کا کیا حشر ہو رہا ہے۔ جس چیز پر زور دیا جانا چاہئے وہ کمیشن میں ہندوستانیوں کی شرکت نہیں ہے بلکہ اس امر پر کہ آخری فیصلہ ہندوستانیوں کی متفقہ رائے کے مطابق کیا جائے۔

ہمیں مشورہ کی شریک "گھروالی" بننا منظور نہیں ہے ہندوستان ہمارا گھر ہے نہ کہ ان کا جو ۲۲-۲۳ برس کی عمر میں یہاں آتے ہیں، اور جن کے لئے ۲۰ سے لیکر ۳۰ برس تک میں "پیری و پنشن" دونوں کی آمد آمد ہو جاتی ہے۔ بلکہ اب تو وہ اس سے بھی پہلے "اصلاحات سے بیزاری کے باعث تناسب سالہائے خدمت کے مطابق ہر وقت پنشن پا سکتے ہیں۔ اگر ہندوستان ہمارا گھر ہے نہ کہ ان کا جن کو بار بار گھر جانے کے لئے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے بھی اب ہم غریبوں کے پیسوں سے جہاز کا کرایہ ملتا ہے تو ہم گھروالی ہی نہیں بلکہ "گھروالے" بھی ہمیں ہیں۔ ہم سے مشورہ ہی نہ لیا جائے، بلکہ کیا بھی وہ

Marfat.com

جائے جسے ہم مناسب سمجھیں۔

میں اسے تسلیم کرتا ہوں کہ اگر چند ہندوستانی بھی کمیشن میں شریک کئے جاتے تو ہم کو معلوم ہو سکتا تھا کہ "سلسلۂ حکمرانانِ ہند" کی طرف سے ہمارے خلاف کیا کیا جڑا جاتا ہے، اور یہ مردانی مہاشے کیہترین مبو "مادر ہند" کو کس بیں پیش کرتی ہیں۔ لیکن جو فیصلہ برطانوی کابینۂ وزارت نے کیا ہے اسکی حقیقی خباثت یہ نہیں ہے کہ کمیشن میں ایک ہندوستانی بھی شریک نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ ہے کہ فیصلہ ہندوستان کے گھر والوں کی گول میز کی موتمر پر نہیں چھوڑا گیا۔ بلکہ برطانوی پارلیمنٹ پر جس میں تعصب بھرا پڑا ہے جن لوگوں نے یہ تجویز کی ہے ان کا منشا یہ ہے کہ ہم گول میز کی موتمر یا اب بھولے سے بھی کبھی نام نہ لیں۔ اور جس طرح نان کوآپریٹر پہلے سوراجی بنے اور کونسلوں میں گھسنے کے لئے بیتاب ہوئے۔ اسی طرح اب سب ہندوستانی، کانگریس والے، نوچینجرز، سوراجی۔ جوابی تعاونی، سب وفاداروں کی طرح اسکو قبول کرلیں۔ جسے کانگریس نے امرتسر کے بعد سے ہمیشہ رد کیا ہے۔ کہ ہماری قسمت کا فیصلہ برطانوی پارلیمنٹ ہی کر سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ بائیکاٹ کی دھمکی کے بعد کابینۂ وزارت دو چار "محفوظ" ہندوستانیوں کی شرکت کو قبول کرلے۔ لیکن یہ "کامیابی" ہماری سب سے بڑی شکست ہوگی۔ خدا اس سے محفوظ رکھے۔

مگر مجھے تو خوف ہے کہ ہمارے لیڈر بائیکاٹ تک کی ہمت نہ کریں گے بلکہ اسی کمیشن کے سامنے شہادتیں دیں گے اور دلوائیں گے۔ ہندو مہاسبھا اور مسلم لیگ کی پھر دوڑ شروع ہو جائیگی، اور بالآخر دونوں حکومت کے آستانہ پر جبہ سائی کرینگے، "پنجاب کا ٹریبیون" آج کچھ ہی لکھے، مگر دیکھنا یہ ہے کہ کل کو پنجاب کیا کریگا۔

Marfat.com

پنجاب کے مسلمان، باوجود پنجاب کی خلافت کمیٹی کے بیشمار دعوؤں کے ابتک سر محمد شفیع سے بہتر کسی شخص کو اپنے صوبہ کی مسلم لیگ کا صدر نہ بنا سکے اور سوائے ڈاکٹر محمد عالم صاحب اور ایک آدھ اور خلافت والوں کے وہاں کی خلافت کمیٹی بھی باوجود مسلمانوں کی اکثریت کے دہلی کی تجاویز کی حمایت کرنے سے گھبراتی ہے۔ اور سر محمد شفیع کی جبلی رجعت قہقری کے بعد سے انہیں کے دامن کو پکڑے ہوئے ہے۔

سر محمد شفیع سے بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ کسی وائسرائے کی رائے سے ہمرائے نہوں؟ انہوں نے وفاداری کا راگ گانا شروع کر دیا ہے، یہ پنجاب کی بدقسمتی ہے کہ سر محمد اقبال جیسے لیڈر سر محمد شفیع جیسے وفادار کو اپنی آزادخیالی کی سطح تک نہ ابھار کرلا سکے۔ بلکہ برخلاف اسکے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی سر محمد شفیع کی وفاداری کی پست سطح پر اتر آئے ہیں۔ چنانچہ کمیشن کے متعلق پنجاب مسلم لیگ کے سکریٹری کا بیان اس کے صدر کے بیان سے کہیں زیادہ چاپلوسی کا ہے۔ پنجاب حقیقتاً اچھے لوگوں کا خطہ ہے۔ مگر ان کی رہنمائی صحیح طور پر نہیں کی جاتی۔

سر عبدالرحیم نے بھی سر محمد شفیع کی طرح کمیشن میں ہندوستانیوں کے شامل نہ کئے جانے پر اعتراض کیا ہے۔ لیکن ابھی نہیں کہا جا سکتا کہ کچھ بڑھکے بھی ہمت ہوگی۔

## مسٹر جناح

مسٹر جناح کی آواز بظاہر زیادہ زوردار ہے لیکن وہ لیڈروں سے کیا متفقہ فیصلہ کرانا چاہتے ہیں۔ ابھی تک اسکے متعلق مجھے تو افسوس ہے کہ

Marfat.com

اطمینان نہیں۔ لیکن اس قماش کے مسلمان لیڈروں اور حامیان تعاون کا ذکر ہی کیا۔ جب کانگریس کے منتخب شدہ صدر، ورکنٹر نو جنجر، ڈاکٹر انصاری ہی کے متعلق سول اینڈ ملٹری گزٹ نے یہاں تک لکھ مارا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ:۔

"مجھے اس کا یقین ہے کہ جب مخالفت کا پہلا طوفان مدھم پڑ جائیگا۔ اور اس کمیشن کے بائیکاٹ کا اسوقت ہندوستانی تہیہ کریں گے، تو ایسی حالت میں اگر اصلاحات عطا کرنیوالی جماعت یعنی برطانوی پارلیمنٹ خود کمیشن ہی کی کارروائی کو آگے بڑھنے سے روک دے اور اصلاحات کے گھنٹے کی سوئیاں اور پیچھے ہٹا دے تو اس کا تصور خود ان ہندی کا ہوگا"

اس بیان سے تو صاف عیاں تھا کہ ڈاکٹر انصاری بھی بائیکاٹ کے خلاف ہیں حالانکہ خود انہی کو پہلا شخص ہونا چاہئے تھا جو مخالفت کا جھنڈا سب سے اول بلند کرتے مجھے اسکے پڑھنے سے اسی طرح سخت حیرت اور اذیت ہوئی جیسا کہ کانگریس کا صدر منتخب ہونے سے ذرا پہلے انڈین نیشنل ہیرلڈ میں ان کے بیان کا خاکہ پڑھتے ہوئے ہوئی تھی مگر خدا کا شکر ہے کہ میں نے دوسرے ہی دن ان کا وہ بیان پڑھ لیا جو شائع ہوا ہے اور جس میں وہ بالکل صحیح طور سے ہم کانگریسیوں کے پوزیشن کو بیان کرتے ہیں اور ایک گول میز موتمر کا مطالبہ کرتے ہیں جس میں ہم کو اپنی قسمت کے فیصلہ کا پورا پورا حق حاصل ہو۔

میں نے عمداً ہندو لیڈروں کے خیالات کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ اگر مسلمان لیڈر ہی گم کردہ راہ نکلیں تو ہندو لیڈروں کی شکایت لاحاصل ہے مگر مجھے کانگریس کے موجودہ صدر۔ میری مراد ہے اس آسنگر اور بنگال کے ہندو

لیڈروں سے اُمید ہے کہ وہ گول میز کانفرنس ہی پر اصرار کریں گے۔ اور اس چیز کو ہرگز قبول نہ کریں گے جسے دیش بندھو داس نے احمد آباد میں قبول نہ کیا تھا۔ اور جسے مہاتما گاندھی کبھی قبول نہیں کرسکتے۔

اسٹیٹسمین کے خاص نامہ نگار نے دہلی سے خوب لکھا تھا کہ "بظاہر خداوند کریم نے برطانیہ کو اس لئے بنایا ہے کہ ہندوستان کی مردہ قومیت کو بار بار اپنی حماقتوں سے جِلانے کی کوشش کرے"۔

ہندوستان نے جنگ عمومی کے ایام میں ایمان تک نذر برطانیہ کردیا تھا مگر خلافت اور جزیرۃ العرب کے متعلق برطانیہ کی کارگزاریوں اور مظالم پنجاب نے ہندوستانیوں کو سوتے سے جگا دیا۔ اور ہماری مردہ قومیت کو کچھ دن کے لئے جِلایا مگر ہمارے اور مہاتما جی کے قید ہوتے ہی شدھی سنگھٹن۔ تبلیغ و تنظیم کے شور محشر نے اسے پھر اسی قبر میں جا سلایا جس میں کرزن لائڈ جارج، اوڈوائر اور ڈائر نے اسے نکالا تھا۔ اب لارڈ برکن ہیڈ بظاہر اس مردہ قومیت کو جِلا رہے ہیں خفتہ قومیت کو جگا رہے ہیں۔ مگر دیکھئے لالہ جی اور پنڈت جی شفیع صاحب، اور عبدالرحیم صاحب اسے پھر زندہ بیدار ہونے دیتے ہیں یا نہیں۔ شاید سیاسی لیڈروں پر میں حد سے زیادہ شبہ کر رہا ہوں اور ان کا غلط اندازہ لگا رہا ہوں لیکن میں یقیناً گزشتہ تجربوں کو اپنے عذر میں پیش کرسکتا ہوں کہ ظلم و جبر کا مردانہ وار مقابلہ کرنے میں وہ استقلال اور ثابت قدمی کا پورا ثبوت نہیں دے سکے اور ترک تعاون کو چھوڑ کر سوراجی اور جوابی تعاونی بن بن کے وہ اصلی تعاون اور موالات کی طرف کھسکتے رہے لیکن اب تو ان میں سے اکثر کمیشن کا بائیکاٹ کرنے کی طرف مائل نظر آتے ہیں حتیٰ کہ لارڈ ریڈنگ کے عہد کے مشہور حامی تعاون ڈاکٹر سپرو نے

Marfat.com

تو اپنی ذات سے بائیکاٹ شروع کر ہی دیا ہے۔

کاش اس سے ایسے ترک تعاون کی بنیاد پڑے جو متحدہ اور مسلسل طور سے بغیر تبدیلی کے جاری رہے۔ یہ میری دلی دعا ہے اس ذات باری سے جو انسانوں کے دلوں کا پھیرنے والا ہے۔

یہ تو لیڈروں کا حال ہے۔ مگر کیا عوام پر کچھ ذمہ داری عائد نہیں ہوتی قرآن کریم میں بار بار یہی ذکر آیا ہے کہ میدان حشر میں جب سب کے نامہ ہائے اعمال نکالے جائیں گے اور سب کا عذاب و ثواب تولا جائیگا تو عوام کہیں گے نہیں تو ہمارے امرا اور لیڈروں نے گمراہ کیا۔ ہم نے تو انہیں کی تقلید کی تھی وہ انہیں کا اتباع کیا تھا۔ مگر یہ عذر ہرگز مسموع نہ ہوگا۔ اور پوچھا جائیگا کہ کیا تم کو آنکھیں دل اور دماغ عطا نہیں ہوئے تھے؟ کاش آج جمہور ہندوستان یہی سوال اپنے سے کرے۔ اور اس سے متنبہ ہو کر اپنا انجام خود سوچے اور خود ہی اپنا فیصلہ کرے۔

Marfat.com

# سائمن کمیشن اور ہندوستان

(ہمدرد - ۲۹ - جنوری ۱۹۲۸ء)

آل پارٹیز کانفرنس منعقدہ بنارس میں یہ طے کیا گیا تھا کہ ۲۰ فروری ۱۹۲۸ء کو سائمن کمیشن کے خلاف سارے ملک میں ہڑتال کی جائے۔

اس سلسلہ میں ایک عظیم الشان جلسہ لکھنؤ کے امین الدولہ پارک میں منعقد ہوا جس میں پنڈت جواہر لال نہرو، اور مولینا ابوالکلام آزاد نے بھی تقریر کی تھی۔ محمد علی بھی مدعو تھے۔ انہوں نے بھی ایک پُر مغز تقریر کی۔

اس جلسہ میں پنڈت جواہر لال نہرو نے اعلان کیا تھا:-

"ہندو خواہ ناراض ہوں یا مجھے مطعون کریں، مگر میں اعلان کرتا ہوں کہ میرا کوئی مذہب نہیں ہے"

مولانا حسرت موہانی بھی اس جلسہ میں شریک تھے، وہ کمیشن سے تعاون کے مخالف تھے۔ لیکن اسکے مقاطعہ کے بھی خلاف تھے، ان کی رائے تھی کہ اس کا مقابلہ کیا جائے یعنی ہندوستان کی تمام قومیں اسکے سامنے متحدہ مطالبہ پیش کریں اس زمانہ میں حسرت صاحب سر شفیع وغیرہ حامیان کمیشن کیساتھ تھے۔

(مؤلف)



Marfat.com

بھائیو! یہ گلا میں نے تو پھانسی کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ مگر آپ مجھے شور مچا کر مجبور کرتے ہو کہ میں اسے تقریر میں آواز بلند کر کے یونہی پھاڑ ڈالوں۔ میرا گلا پڑ گیا ہے۔ میں کوئی طویل تقریر اگر کرنا چاہتا بھی تو نہیں کر سکتا لیکن مجھے اسکی ضرورت ہے بھی نہیں، اس لئے کہ مولانا حسرت موہانی خود ہی کہہ چکے ہیں کہ وہ کمیشن کے ساتھ تعاون کے خلاف ہیں لیکن دو ہی چیزیں ہو سکتی ہیں، یا اسکے ساتھ تعاون یا عدم تعاون، کوئی تیسری چیز نہیں ہو سکتی۔ اور عدم تعاون ہی کا نام مقاطعہ ہے حسرت صاحب مقابلہ کرنا چاہتے ہیں لیکن مجھے تعجب ہے کہ وہ مقابلہ کرانے کے لئے سر محمد شفیع اور حسن نظامی کے پاس گئے (قہقہہ) لیکن آپ حضرات حسرت صاحب سے مایوس نہ ہوں، یہ یقینی نہیں ہے کہ وہ بھی سر محمد شفیع یا حسن نظامی جیسے ہو جائیں گے ممکن ہے کہ وہ ان لوگوں کو بھی اپنا جیسا کریں۔ اور اُن سے انگریزوں کا مقابلہ کرا کے ایک متوازی حکومت ہندوستان میں قایم کرائیں (قہقہہ)۔

ایک بزرگ تھے جنکو سماع سے بہت شوق تھا۔ ایک دوسرے بزرگ کو سماع سے نفرت تھی۔ جب ایک دن وہ اپنے ان دوست کے یہاں پہنچے تو محفل سماع قایم تھی)، یہ دیکھتے ہی انہوں نے اپنی نفرت کا اظہار فرمایا، جس پر صاحب خانہ نے کہا کہ ذرا آنکھیں بند کر لیجئے۔ تھوڑی دیر بعد کہا کہ اب آنکھیں کھول لیجئے اور بتائیے کہ آپ نے کیا دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ (صلعم) آپ کے گھر میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس پر صاحب خانہ نے کہا کہ "رسول اللہ (صلعم) بھلا محفل سماع میں تشریف لاتے۔ اگر آنحضور اسکو جائز نہ سمجھتے؟ اس پر دوسرے بزرگ نے فرمایا کہ کیا معلوم منع ہی کرنے کو تشریف لائے ہوں (قہقہہ) اُمید ہے کہ مولانا حسرت موہانی بھی لاہور اور درگاہ صابر پر سر محمد شفیع اور حسن نظامی کو اپنی

Marfat.com

حرکات سے باز آنے کے لیے ہی کہنے کو جاتے ہوں (زور کا قہقہہ) انکو ہم سے کیوں شکایت ہے کہ ہم مالوی جی اور لالہ لاجپت رائے وغیرہ سے مفاہمت کرتے ہیں مالوی جی نے تو اختلاف ترک ہی کر دیا۔ اور کانگریس میں مفاہمت کی تحریک کی تائید کی۔ ہمیں امید ہے کہ لالہ جی اور ہندو مہا سبھا کے اور لیڈر بھی اسی طرح کانگریس کے فیصلوں کا اتباع کرنے لگیں گے۔ جب حسرت صاحب سر محمد شفیع اور حسن نظامی سے مایوس نہیں تو ہم بھی لالہ جی سے مایوس نہیں (قہقہہ)۔

تعجب ہے کہ حسرت صاحب کو تعمیری کام کا اسقدر شوق ہو گیا ہے اور تخریبی کام سے اتنی نفرت ہو گئی ہے اسوقت ان کے علاوہ مولانا آزاد بھی موجود ہیں میں ان دونوں صاحبوں کو یاد دلاتا ہوں کہ ۱۹۱۴ء میں ایک دن یہ دونوں صاحب میرے پاس تشریف لائے تھے اور چونکہ میں صاحب فراش تھا۔ میں نے اپنے زنانہ مکان میں انہیں بلا لیا تھا۔ اسوقت یہ ایک تخریبی کام کے لیے مجھ سے کہہ رہے تھے، اور میرا تعمیری کام پر اصرار تھا جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا تھا کہ تعمیری کام کرنیوالا کوئی نہ کوئی پیدا ہو ہی جائیگا، ہم کو اس کا انتظار نہ کرنا چاہیے، اور جو خراب عمارت کھڑی ہوئی ہے اُسے بلا تامل گرا ہی دینا چاہیے۔ اور جب تک کہ خراب عمارت گرا نہ دی جائیگی اسکی جگہ عمدہ عمارت کیسے بنائی جا سکیگی۔

حسرت صاحب کا یہ خیال غلط ہے کہ ترک تعاون کی یہ تحریک میں ہم لوگوں نے تعمیری کام کو نظر انداز کر دیا تھا۔ ہم نے گورنمنٹ کے کالجوں کو خالی کرانا چاہا تو جامعہ ملیہ اسلامیہ اور ودیا پیٹھ وغیرہ مختلف مقامات پر کھولے بھی یہ ہمارا قصور نہ تھا، ان میں طالب علم بڑی تعداد میں ابتک شامل نہیں ہوتے ہیں

Marfat.com

یا اہل ملک ان کے لئے سرمایہ فراہم نہیں کرتے۔ پھر بھی بحمداللہ دہلی میں جامعہ ملیہ احمد آباد اور بنارس میں وِدیا پیٹھ قایم ہیں۔

تخریبی کام میں سب سے زیادہ پرجوش خود حسرت صاحب ہی تھے لیکن ان تک نے کانپور میں ایک اسلامی مدرسہ کو از سر نو ترتیب دی تھی۔ اور بحمداللہ وہ مدرسہ بھی قایم ہے۔

اب بھی ہم صرف کمیشن سے مقاطعہ کی آپ کو فہمایش نہیں کرتے بلکہ ساتھ ہی ساتھ ہم نے ہندو مسلمانوں کی مفاہمت کا تعمیری کام بھی شروع کر دیا ہے اور وہ اچھی خاصی کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ لیکن حسرت صاحب جو زائد تر تخریبی کام ہی کرتے رہے ہیں۔ تعمیری کاموں سے آگاہ معلوم نہیں ہوتے۔ سارا مکان ایک ساتھ ہی ڈائنامیٹ سے اڑایا جا سکتا ہے لیکن کوئی مکان ایک دن میں تعمیر نہیں کیا جا سکتا۔ تعمیری کام میں پہلی بنیاد رکھی جاتی ہے جو زمین کی سطح پر نظر نہیں آیا کرتی۔ ہم نے پہلے وہ بنیاد رکھی، پھر اس پر ردے رکھنا شروع کئے۔ پہلے ۲۰ مارچ ۱۹۲۷ء کو دہلی میں مسلمانوں نے وہ تجاویز مرتب کریں جنکی حسرت صاحب خود میرٹھ اور پشاور میں تائید کر چکے ہیں، اور وہی ان کے مؤید نہیں ہیں بلکہ ان کے نئے دوست سر محمد شفیع بھی۔ ۲۰ مارچ کے جلسے میں موجود تھے اور ان کے ان پنجابی اعزہ اور احباب کے کامل اتفاق سے جو جلسہ میں موجود تھے دہلی کی تجاویز منظور ہوئی تھیں۔ یہی نہیں بلکہ سر محمد شفیع کا دعویٰ تھا کہ یہ سب تجاویز خود انہی کی پیش کردہ ہیں اور وہ اپنے زمانہ وزارت میں انہیں ایک یادداشت کی شکل میں تحریر فرما چکے ہیں۔ ان تجاویز کو مرتب کرنے کے بعد ہم آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے سامنے گئے۔ اور بمبئی میں اس نے بھی قبول کیا۔ اور ان کے قبول کرنے

Marfat.com

والوں میں ہندو مہا سبھا کے لیڈر مسٹر جیکر، مسٹر کیلکر اور ایک بڑی حد تک ہندو مہا سبھا کے صدر ڈاکٹر مُنجے بھی تھے، اور لالہ لاجپت رائے بھی فرماتے ہیں کہ وہ یورپ جانے سے پہلے ان تجاویز سے موافقت کا اپنے دوستوں کے سامنے اظہار کر چکے تھے، اور انہی نے دوستوں کو بھی انہیں قبول کرنے پر آمادہ کیا تھا، یہ دوسرا ردّا تھا مذہبی تنازعات کے متعلق شملہ کانفرنس میں افسوس ہے کہ کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ لیکن حسرت صاحب جانتے ہیں کہ ہم نے جدوجہد کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا تھا۔ جب ہندو مہا سبھا والوں نے ہم سے مفاہمت نہ کی تو ہم نے اُن اُن ہندوؤں کی طرف رجوع کیا جو کانگریس میں شریک تھے۔ اور الحمد للہ کہ کلکتہ میں ہم کو کامیابی حاصل ہوئی، یہ تیسرا ردّا تھا جو ہم نے چڑھایا۔ اس کے بعد ہم مدراس گئے اور وہاں تمام تنازعات کا فیصلہ ہو گیا۔ اور باوجود بہت سے اختلافات کے جن پر رات کے ڈھائی بجے تک بحث ہوتی رہی۔ کانگریس نے ہماری ہی تجویز کو تسلیم اور قبول کیا۔ اور مالوی جی کی ترمیمیں نہ منظور ہوئیں۔ اس بحث میں ایک مسلمان کو بھی حصہ لینا پڑا۔ خود ہندوؤں کو ہندو مخالفین کا جواب دینا پڑا۔ یہ چوتھا ردّا تھا جو ہم نے چڑھایا۔ اسکے بعد خود مالوی جی نے جو یقیناً ہندو مہا سبھا کے سب سے بڑے ممتاز اور با اثر لیڈر ہیں ہماری تائید کی۔ کانگریس کی مجلس عاملہ میں جو اس کانگریس کے فیصلہ کی سارے ہندوستان سے تعمیل کرانیکی کوشش کرے گی۔ شامل ہو گئے۔ یہ پانچواں ردّا تھا جو چڑھایا گیا کیا یہ تعمیری کام نہیں ہے؟

۹۔ فروری کو دہلی میں کانگریس کی مجلس عاملہ وہی تعمیری کام کرنا شروع کرے گی جس پر آج حسرت صاحب اس طرح مصر ہیں۔ یعنی ہندوستان کا دستور اساسی بنانا شروع کیا جائیگا۔

Marfat.com

۱۲- فروری کو اور انجمنوں کی کمیٹیاں بھی شریک کی جائینگی۔ اور اسکے بعد ہی یہ یہ۔ پورے ملک کا ایک کنونیشن دہلی میں مجتمع ہوگا جس میں ہر ملت، ہر جماعت اور ہر سیاسی فرقہ کو شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔ سب آئیں اور ہندوستان کا دستور اساسی تیار کریں۔ کیا یہ تعمیری کام نہیں ہے؟ اور کیا اس سے جلد بھی کوئی تعمیری کام ہوسکتا ہے؟

لیکن سوال یہ ہے کہ ۳ فروری کو جس دن کمیشن کے منحوس قدم ہندوستان کی سرزمین پر رکھے جائیں گے اس دن کیا کیا جائیگا۔ کیا اس سے پہلے کوئی کامل مفاہمت ممکن ہے اگر اس سے پہلے ہوجائے تو اور بھی اچھا ہے۔ لیکن اس کے ہونے تک ہم ان خیالات کے اظہار کو ملتوی نہیں کرسکتے جو کمیشن کے متعلق ہمارے دلوں میں موجزن ہیں۔ ہماری غیرت اور حمیت کا بھی تقاضہ ہے کہ اگر ہم کمیشن کو ہندوستان آنے سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتے تو کم از کم اتنا تو کرلیں جس کے کرنیکی یقیناً ہم میں طاقت ہے کہ اپنی دکانیں بند کرلیں اور اس دن صرف اُن کے دکانداروں کی دکانیں کھلی رہیں، اور ہر ہندوستانی کی دکان بند ہو۔

حسرت صاحب چاہتے ہیں کہ کمیشن کو ایک ڈاکخانہ بنایا جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے دستور اساسی کے تیار ہونے تک جسے حسرت صاحب اس کمیشن کے منہ پر پھینکنے کے لئے ہم سے کہتے ہیں۔ ہم ایک پوسٹ کارڈ اس ڈاکخانے میں ڈالدیں جس میں لکھا ہو کہ ہم تمہارا خیر مقدم نہیں کرسکتے۔ یہ پوسٹ کارڈ صرف ۳ فروری کی ہڑتال ہی ہوسکتی ہے۔

کمیشن کے متعلق مجھے صرف اسقدر کہنا ہے کہ ہم کو جیوری سے اتنی شکایت نہیں ہے۔ جتنی جج سے ہے اگر جیوری میں سب کے سب ہندوستانی ہی ہوتے جب بھی ہم اسکے سامنے اپنے مقدمے کی پیروی کرنا گوارا نہیں کرتے۔ اسلئے کہ جج ہندوستانی

Marfat.com

نہیں ہے۔ بلکہ ایک غیر ملک انگلستان اور اسکا پارلیمنٹ اور اس کا کابینہ وزارت ہے ہر شخص کو اپنے گھر کے انتظام کرنیکا فطرتی حق ہے۔ غیر تو غیر کوئی غیرتمند اپنے حقیقی بھائی کو اس بنا پر اپنے بیوی بچوں کا انتظام سپرد نہیں کر دیتا کہ اسکا بھائی اپنے بال بچوں کا انتظام اس سے اچھا کرتا ہے۔ اگر کوئی ایسا بےغیرت اس جلسہ میں موجود ہے جو اپنی بیوی اور اپنے بچوں کو بھائی کے حوالے کردے تو بولے۔ یہی حال ملکوں کی حکومت کا ہے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ انگلستان میں ہر محکمہ کا انتظام مساوی طور پر عمدہ نہیں بعض محکموں کا انتظام جرمنی میں اچھا ہے۔ بعض کا فرانس میں اور بعض کا روس میں اور بعض کا امریکہ میں۔ لیکن کیا انگلستان کا کوئی محکمہ اس بنا پر کسی دوسرے ملک کی حکومت کے سپرد کر دیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ اسکا انتظام انگلستان کی حکومت سے بہتر کر سکیگی؟

ابھی حکیم سید وزیر حسن صاحب کا گلا خشک ہو گیا تھا۔ اور کتنے ہی لوگ اس وقت چلا رہے تھے کہ "ہم نہیں سنتے"، "ہم نہیں سنتے"، اور غصے کے مارے ان کے منہ سے کف اڑ رہا تھا۔ کیا حکیم صاحب اسکو گوارا کر سکتے تھے کہ ان کے کسی دوست کا لعاب دہن ان کے گلے کو تر کر دیتا؟ ہر گز نہیں، اپنا گلا اپنے ہی تھوک سے تر ہوتا ہے، کوئی دوسروں سے اپنے منہ میں نہیں تھکواتا۔ پھر ہم کس طرح غیروں کو اجازت دے سکتے ہیں کہ ہمارے ملک کی حکومت کا دستور اساسی وہ تیار کریں اور ہم بے وہ حکومت کرتے رہیں؟

اب مجھے صرف دو لفظ اور کہنا ہیں، ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی محنت کی کمائی پر خود قابض رہے اور اسکو خود خرچ کرے پھر بھی اگر وہ کمزور

Marfat.com

ہوتا ہے تو ڈاکو اسکی پونجی کو اس سے چھین سکتے ہیں، اور جب تک وہ کمزور رہیگا وہ اپنی پونجی پر قابض نہ ہو سکیگا۔ دنیا میں ہزاروں ڈاکے پڑتے ہیں، اور خود ہمارے ہندوستان میں انکی کوئی کمی نہیں لیکن کیا کبھی ڈاکوؤں نے بھی کوئی کمیشن بنا کر اس امر کی تحقیقات کرنے کے لئے بھیجا ہے کہ جس ضعیف و ناتواں کی پونجی انہوں نے لوٹی ہے وہ اب اسقدر قوی ہو گیا ہے کہ نہیں کہ اپنی پونجی ان سے دوبارہ لے سکے؟ ایک ملک والوں کا دوسرے ملک والوں پر قبضہ کرکے اس ملک والوں پر حکومت کرنا یقیناً ایک طاقتور ڈاکو کا، ایک کمزور شخص کی پونجی پر ڈاکہ ڈالنا ہے۔ جبتک وہ قوی نہ ہو سکیگا اپنی پونجی اس سے دوبارہ نہیں لے سکیگا۔

ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ہم اس قدر قوی نہیں کہ ڈاکو سے اپنی پونجی چھڑا سکیں۔ اسکے لئے کسی کمیشن کے بھیجنے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر تم ہم سے پوچھتے ہو کہ پونجی ہے کس کی، اس کا حقدار کون ہے تو ہمارا صاف جواب ہے کہ وہ ہماری ہے، اور صرف ہم ہی اسکے حقدار ہیں۔ اگر ہم ڈاکو کو اپنے گھر سے نہیں نکال سکتے تو کیا ضرورت ہے اسکی کہ جس کوٹھڑی میں ہم خود بیٹھے ہیں اس کا دروازہ بھی کھول دیں تاکہ ڈاکوؤں کا ایک کمیشن ہماری قوت کی آزمایش کرے اور اس کا امتحان لے۔ کم از کم اتنا ہی کیا جائے کہ اس کوٹھری کا دروازہ بند کیا جائے اور یہی انشاء اللہ ۳ فروری کو سارا ہندوستان کریگا۔

---

Marfat.com

Marfat.com

# کتاب راجپال

## فہرست مضامین


(۱) رنگیلا رسول........ ......
(۲) توہین انبیا و بزرگان دین............
(۳) تقریر دلپذیر........ .......
(۴) آمدن باجازت..............
(۵) والیسرائے کے نام خط.......




Marfat.com

Marfat.com

# رنگیلا رسول

(ہمدرد ۔ ۲۷ ۔ ۲۸ ۔ ۲۹ جون ۲۷ء)

لاہور کے ایک شخص راجپال نے "رنگیلا رسول" نامی ایک کتاب شائع کی تھی جس میں سرورِ کائنات کی حیاتِ طیبہ پر ناپاک حملے کئے گئے تھے۔ مقدمہ پیش ہوا۔ ہائیکورٹ لاہور کے جسٹس دلیپ سنگھ نے اسے بری کر دیا۔

اس واقعہ نے سارے اسلامی ہندوستان میں ایک آگ لگا دی۔ مدینہ بجنور، اور زمیندار لاہور نے دلیپ سنگھ مستعفی ہو جاؤ کا نعرہ ایجاد کیا۔ ان پر توہین عدالت کے سلسلہ میں کارروائی بھی ہوئی۔

محمد علی اس معاملے میں بالکل ہمدردی رکھتے تھے، وہ عاشقِ رسول تھے لیکن اس نعرہ میں شریک نہیں ہوئے۔ انہوں نے فرمایا فیصلہ قاضی کا نہیں قانون کا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ قانون بدلنا چاہئے۔ ایسا قانون بننا چاہئے کہ کوئی دلیپ سنگھ ایسے گندہ ذہن مجرموں کو رہا نہ کر سکے۔

شروع شروع میں ان کی بڑی مخالفت کی گئی۔ ایک الزام یہ بھی تھا کہ چونکہ جسٹس دلیپ سنگھ ان کے رفیق آکسفورڈ ہیں اسلئے وہ ان کی جانب داری کر رہے ہیں۔

بہرحال سب کو محمد علی کے آگے جھکنا پڑا۔ سب نے محمد علی کی بات مانی اور



Marfat.com

آخر میں "انبیا اور بزرگانِ دین" کی توہین کا قانون بھی اسمبلی میں بنگیا۔
بعد میں راجپال کو ایک مسلمان نے قتل کر دیا تھا
(مؤلف)

---

۴۔ مئی کی شب کو لاہور کے چند نہتے مسلمانوں کے، سکھوں کی کرپانوں سے مقتول و مجروح ہونے کی خبر ۵ مئی کو دفتر ہمدرد میں پہنچی اور اسی دن "ہمدرد" مورخہ ۵ مئی میں شایع کر دی گئی۔

دوسرے دن پھر لاہور کے فسادات کی خبریں موصول ہوئیں اور ہمدرد مورخہ ۶ مئی میں شایع کر دی گئیں۔ مگر باوجودیکہ فسادات لاہور نے ایک نہایت مہیب شکل اختیار کر لی تھی۔ میرے قلب پر ان کے متعلق پے در پے آنیوالی خبروں نے ہرگز وہ اثر نہیں کیا جو ایک نہایت ہی مختصر سی اس خبر نے کیا تھا جو اسی دن موصول ہوئی تھی کہ لاہور کے ہائیکورٹ میں جسٹس دلیپ سنگھ نے "رنگیلا رسول" نامی پمفلٹ کے شایع کرنے والے ملزم راجپال کو بری کر دیا۔

اس نہایت ہی دلخراش خبر کے شایع ہونے کے دوسرے ہی دن مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب کو میں نے اپنے غریب خانہ پر آنیکی تکلیف دی۔ اور جو واقعات مجھے گزشتہ شب میں سر شیخ عبد القادر اور سردار سردول سنگھ کویشر سے ٹیلیفون پر گفتگو کرنے سے معلوم ہوئے تھے ان کی اطلاع دی، اور ان سے عرض کیا کہ میں تو حسب معمول آج بھی نماز جمعہ کے بعد مسجد جامع میں تقریر کروں گا۔ مگر میری استدعا ہے کہ آپ دونوں حضرات بھی آج تقریر فرمائیں، اور مسلمانوں کو ہدایت فرمائیں کہ ان اشتعال پیدا کرنیوالے واقعات کے بعد

Marfat.com

مسلمانان دہلی کو کیا کرنا چاہئے، اور کیا نہ کرنا چاہئے۔ اور اخباروں کے دستور کے خلاف "ہمدرد" کی تعطیل بجائے اتوار کے جمعہ کو ہوا کرتی ہے۔ اس لئے اس دن ایسوسی ایٹڈ پریس اور رائٹر کے تار بھی چپراسی کو بھیجکر اور دنوں کی طرح علی الصباح نہیں منگائے جاتے۔ مگر میں نے ٹیلیفون دیکر اس ایجنسی کے چپراسی کی معرفت اس دن تار منگائے۔ اور ترجمہ کرکے دونوں حضرات کو سنائے لیکن آخر میں عرض کیا کہ ان فسادات سے کہیں زیادہ خطرناک وہ چھوٹی سی خبر ہے جو کل لاہور سے آکر ہمدرد میں شایع ہوئی ہے کیونکہ کنور دلیپ سنگھ صاحب کے فیصلے سے معلوم ہوتا ہے کہ دفعہ ۱۵۳ الف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بانی انت دامی) کی شان میں گستاخیوں اور دریدہ دہنی کے سنگین جرم پر عاید نہیں ہوتی اور برطانوی حکومت کا قانون ناقص معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہ فیصلہ صحیح ہے تو جو نتائج اس فیصلے سے پیدا ہوں گے وہ ان ... فسادات سے کہیں زیادہ مہلک ثابت ہوں گے۔ چنانچہ اسی دن ہم تینوں نے مسجد جامع میں لاہور کے فسادات پر تقریر کی، اور جب ایک صاحب نے میری تقریر کے دوران میں مجھے ٹوکا، اور اس ذہنیت کا ثبوت دیا جو آج مسلمانوں کی عام ذہنیت ہے کہ خود تو کچھ کرتے دھرتے نہیں اور دوسروں پر خواہ مخواہ نکتہ چینی کرکے اپنے مذہبی اور ملی جوش کی نمایش کرتے رہتے ہیں۔ تو میں نے عرض کیا کہ سب کے مذہبی اور ملی جوش کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ یہ فسادات اور ... مسلمانوں پر مسلح غیر مسلموں کا حملہ کیا ہے، اب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر گندے سے گندا حملہ ہوگا۔ اور ایسے گندے اور ناکام حملے کرنے والے بے جرم قرار دئے جائیں گے۔ بلکہ عدالتوں سے صاف چھوٹ کر آیا کریں گے۔

پرسوں ہی جسٹس دلیپ سنگھ نے ہائیکورٹ میں "رنگیلا رسول" جیسے گند

اور ناپاک پمفلٹ شائع کرنیوالے کو بری کر دیا۔ اور فیصلہ میں لکھدیا کہ دفعہ ۲۹۵ (الف) میں جس جرم کی سزا درج ہے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر اطلاق نہیں ہوتا۔ اور وہ دفعہ بالکل غیر متعلق ہے۔ اس پر معترض صاحب خاموش ہو گئے۔ اور سامعین میں سخت جوش پیدا ہوا۔

میں نے عرض کیا کہ میں تو اس سرکار اور اسکی عدالتوں کے انصاف کا پہلے بھی قائل نہ تھا۔ اور میرے دل میں ان دونوں میں سے ایک کی بھی وقعت نہیں ہے میں راجپال کے مقدمہ میں بھی توہین عدالت کر چکا ہوں اور آج بھی کرنیکو تیار ہوں۔ مجھے سرکار کے قانون کا خوف نہیں ہے۔ مگر خدا کے قانون کا میرے دل میں ضرور خوف ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی کو الزام دینے سے پہلے الزام کی تحقیقات ضرور کر لیا کرو۔ میں انشاء اللہ لاہور سے جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلے کی نقل منگاؤنگا نیز رنگیلا رسول نامی پمفلٹ کا ایک نسخہ حاصل کرنیکی کوشش کروں گا۔ اگر حاضرین میں سے کسی صاحب کے پاس ہو تو عنایت فرما دیں بیحد ممنون ہونگا۔ چنانچہ ایک صاحب نے مجھے اسوقت فرمایا جبکہ میں مسجد جامع کی سیڑھیوں سے اتر کر دفتر خلافت کی طرف جا رہا تھا کہ اس پمفلٹ کا ایک نسخہ میرے پاس تھا۔ مگر ایک صاحب پڑھنے کے لئے لے گئے ہیں۔ میں انشاء اللہ جلد ان سے منگا کر آپ کو ضرور دونگا۔

اپنے دفتر کو لاہور سے کنور دلیپ سنگھ صاحب کے فیصلہ کے نقل منگانے کی ہدایت کر گیا ہوں تو اس کے چار پانچ دن بعد بمبئی روانہ ہو گیا اور ۱۰ جون کو واپس آیا۔ مگر جبکہ ان صاحب نے "رنگیلا رسول" کا نسخہ لا کر نہ دیا۔ البتہ فیصلہ کی نقل ہائیکورٹ سے موصول ہو چکی ہے

Marfat.com

# مسلمانوں کی غفلت

افسوس کہ کنور دلیپ سنگھ صاحب کے فیصلہ صادر کرنے کے بعد ایک مدت گزر گئی۔ مگر مسلمانوں نے اس امر کی طرف ۲۴ مئی سے پہلے بظاہر کوئی توجہ [illegible] کی جبکہ "انقلاب" وغیرہ میں اس فیصلہ کی نقلیں شائع ہوئیں اور "مسلم آؤٹ لک" [illegible] میں اس پر تبصرہ کیا گیا۔

میں سمجھ سکتا ہوں کہ فسادات لاہور نے مسلمانانِ پنجاب کی توجہ کو [illegible] اپنی طرف کھینچ لیا ہوگا۔ اور شاید فیصلہ کی نقلیں بھی ہائیکورٹ سے جلد [illegible] ہوں مگر یقیناً یہ امر فسادات لاہور سے زیادہ ہماری توجہ کا مستحق نہ تھا کیونکہ جب تک یا تو عدالت کا یہ فیصلہ رد نہ کر دیا جائے، یا قانون کی اصلاح نہ ہو لے [illegible] فسادات لاہور کا جنین اس فیصلہ میں نشوونما پاتا رہیگا۔

افسوس ہے کہ خود "ہمدرد" کے دفتر میں یہ فیصلہ ۳۰ مئی سے پیشتر نہ آ سکا اور جو تاریخ نقل دئے جانے کی اس امر پر ہائی کورٹ کے دفتر نے ڈالی [illegible] بھی ۲ مئی ہے۔ حالانکہ نقل کی درخواست وصول ہونے کی تاریخ ۴ [illegible] ہوئی ہے۔ مگر جہاں تک میرا اپنا تعلق ہے، افسوس ہے کہ دہلی سے ایک [illegible] باہر رہنے کے باعث اس امر پر خود قلم اٹھانے سے معذور تھا۔ اور [illegible] میں نے اخبارات میں پڑھا کہ پنجاب کے چند [illegible] اور [illegible] مسلمان [illegible] وہ کارروائی کر دی جسکی پہلے دن سے ضرورت تھی یعنی ہائیکورٹ [illegible] کی رائے پڑھکر جس نے اس پمفلٹ کے شائع کرنے [illegible] کیا ہے۔ انہوں نے گورنر پنجاب کے پاس ایک وفد لے جاکر درخواست کی [illegible] جج کی رائے صحیح ہے اور قانون درحقیقت ناقص ہے تو نیا قانون فوراً [illegible]

Marfat.com

جائے۔ تاکہ وہ گم کردہ راہ اور کینہ پرور ہندوؤں کی جماعت جو اسلام اور مسلمانوں سے اپنی دشمنی کا روز ثبوت دیتی رہتی ہے۔ قانون کے اس نقص کا فائدہ اٹھا کر اللہ کے سب سے زیادہ پاک اور برگزیدہ بندے پیغمبر کی توہین اور ان کے غلامانِ غلام کی دل آزاری کرنا شروع نہ کر دے مجھے معلوم نہیں کہ اخبار ورتمان نے "سیر دوزخ" کا ناٹک کنور دلیپ سنگھ صاحب کے فیصلہ کے بعد شائع کیا یا اس سے پیشتر لیکن اگر یہ ناٹک اس فیصلہ کے بعد تیار ہو کر شائع ہوا ہے۔ تب تو صاف ظاہر ہے کہ جس گندگی اور خباثت کا حمل ۴ مئی کو قرار پایا تھا اس کا وضع حمل بہت ہی جلد ہو گیا۔

"پرتاب" جیسے پاجی پن کی اشاعت کرنیوالے اخبارات تو اسی دن سے زہر کی پھریاں لگا رہے تھے۔ جس دن راجپال کو بری کیا گیا تھا۔ اور جس جماعت کا سارا سرمایہ انکی کینہ پروری اور ریدہ دہنی، اور جلوس نکالکر اشتعال انگیز بھجن گانا اور تقریروں اور اخبارات کی تحریروں کے ذریعے سے جنگجوئی ہو۔ اور جس کے شتر کینہ اور تلخ ترین لب و لہجہ کی شکایت خود مہاتما گاندھی بھی اپنے قیام جو ہو سے لیکر کے سوامی شردھانند کے قتل کے قبل تک کرتے رہے ہوں۔ اس فتنہ انگیز جماعت کے لیے تو یہ فیصلہ باوجود اس پمفلٹ پر سخت اظہار نفریں کرنے کے بھی (نعوذ باللہ من ذالک) ایک دعوی آسمانی تھا کہ اسلام اور پیغمبر اسلام (روحی فداہ) پر حملہ کیے جاؤ۔ تمہارے لئے اب میدان خالی ہے۔

البتہ بعض مسلمانانِ پنجاب کے وفد کو سر مالکم ہیلی نے جو جواب دیا اس سے اس جماعت میں ضرور کھلبلی پڑ گئی ہو گی۔ میں سر مالکم ہیلی سے بخوبی واقف ہوں۔ میں انہیں حریت پسند اور حریت طلب ہندوستانیوں کا سب سے بڑا

Marfat.com

دشمن سمجھتا ہوں لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ ہم حریت پسندوں اور حریت طلبوں کے سب سے زیادہ ہوشیار اور چالاک دشمن ہیں۔ غالباً نہ وہ اور نہ کوئی اور مجھ سے امید رکھتا ہوگا کہ میں ان کے ساتھ کوئی رعایت کرونگا مگر حریت پسند ہونے کے ساتھ ساتھ میں حق پسند ہونیکا بھی دعویٰ کرتا ہوں اور میری حق پسندی مجھے مجبور کرتی ہے کہ میں صاف کہہ دوں کہ میں [illegible] کے جواب میں جو انہوں نے مسلمانوں کے وفد کو دیا کوئی شے قابل اعتراض [illegible] ہی نہیں بلکہ یہ وفد اگر مجھ غریب کے پاس بھی آتا تو غالباً میں اس سے بہتر جواب اسکو نہ دے سکتا۔ میں اس جواب سے مطمئن ہوگیا۔ اور میں سمجھا کہ اخبار ورتمان کے فیصلے تک سوائے صبر اور انتظار کے کوئی چارہ نہیں

## مسلم آؤٹ لک

لیکن اسکے بعد میں نے یہ خبر پڑھی کہ "مسلم آؤٹ لک" نے جو ۲ [illegible] کنور دلیپ سنگھ صاحب کے فیصلہ کے خلاف مقالات افتتاحیہ شائع کیا تھا تھا۔ ایک اور مقالہ لکھ دیا جس میں اس فیصلہ کے ۴۰ دن بعد کنور صاحب سے یکایک اس کا مطالبہ کر دیا گیا کہ "مستعفی ہوجاؤ" [illegible] جائے کہ جج نے ایک ایسے اہم مقدمہ میں تعصب مذہبی یا بددیانتی سے فیصلہ لکھا ہے تو میں اس کی تعمیل میں ذرا بھی تامل نہ کروں۔ اور اگر [illegible] شمر کانت کار کی پوری جماعت مجھے اپنے سامنے بلا کر تحقیر عدالت کے [illegible] کرنے لگے تو میں اقبال جرم میں بھی ذرا تامل نہ کروں [illegible] تمہارا رفیق متعصب اور بددیانت ہے۔ میرا فرض ہے کہ اس کی تعمیل کروں اگر یہ جرم ہے تو زیادہ سے زیادہ سزا جو تم دے سکتے ہو مجھے بخوشی دو میں

Marfat.com

اسے بھگتنے کے لئے تیار ہوں - میرا ایک شعر ہے کہ ؎

ہم کو خود شوق شہادت ہے، گواہی کیسی ؟
فیصلہ کر بھی چکو مجرم اقراری کا

لیکن اگر مجھے اسکا کافی تحقیقات کے بعد یقین نہیں ہوا ہے کہ جج نے تعصب مذہبی میں ڈوب کر دیانتداری کے خلاف فیصلہ کیا ہے تو میں ہرگز اسکی تذلیل نہ کرونگا اور اگر میرے قلم سے جلدی میں چند ایسے الفاظ نکل گئے ہوں جن کے کم از کم ایک معنے وہ بھی ہو سکتے ہیں جنکی رو سے جج کی تذلیل ہو سکتی ہو تو میں ضرور ایسے الفاظ کے استعمال پر اظہار افسوس کروں گا - اور صاف ظاہر کر دوں گا کہ میں جج کو متعصب یا بد دیانت نہیں سمجھتا -

یقیناً جو فیصلہ کنور دلیپ سنگھ نے لکھا ہے اور جسے میں نے بار بار پڑھا اور جس کا ترجمہ میں نے حرف بحرف پرسوں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کو سنا دیا ہے، اس سے کنور صاحب کی قابلیت کا یا کم از کم ایثار داری کا مجھ پر کوئی اچھا اثر نہیں ہوا لیکن اس میں مجھے کوئی ایسی چیز بھی نظر نہیں آئی جس سے انکا تعصب مذہبی ظاہر ہوتا - یا انکی بد دیانتی مترشح ہوتی -

مجھے ان کے والد ماجد سے نیاز حاصل ہے اور ان کے بھائی کنور مہاراج سنگھ صاحب تو میرے ساتھ کے آکسفورڈ کے پڑھے ہوئے ہیں اور میرے عزیز دوست ہیں - لیکن کنور دلیپ سنگھ سے صرف دو تین بار یونہی ملنے کے سوا مجھے زیادہ ذاتی واقفیت نہیں ہے - میں نے حال میں ان کا اور مسٹر دلیپ سنگھ کا نام (غالباً انہیں کا نام ہوگا گو میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا) لالہ لاجپت رائے اور بھائی پرمانند کو اس سوسائٹی کے دو سو دو لاکھ کے چندہ کی فہرست میں دیکھا ہے جو لالہ جی

Marfat.com

متعصب انگریزی ہفتہ وار (اخبار پیپل) اور روزانہ اردو اخبار "بندے ماترم"
کے حصوں کی بھی مالک ہے۔

یہ نام ایک بار چھوڑ دو بار آیا ہے، اور ایک بار دو ہزار چندہ عطا ہوا ہے
اور دوسری بار ایک ہزار۔ میں صاف کہدوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ لالہ جی اسلام
اور مسلمانوں کے کسی طرح دوست نہیں، بلکہ دشمن ہیں۔ گو بہت ممکن ہے کہ وہ
دشمنی ہندو دھرم کی دوستی کی بنا پر ہو۔ بلکہ محض اپنی لیڈری کو فروغ دینے کے
لئے ظاہر کی جاتی رہتی ہو۔ میں ان کے شرکا اور معاونین سے بھی بہت ہی بدگمان
ہوں۔ مگر ان چند دلوں ہی کی بنا پر میں ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ کنور صاحب بھی لالہ جی
اور بھائی پرمانند کی طرح تعصب میں ڈوبے ہوئے ہیں اور جہت قرین قیاس
ہے کہ ان کا فیصلہ تعصب مذہبی کی بنا پر ہو، وہ کن حالات میں لکھا گیا جسکی تحقیقات
کرنے کی ضرورت ہے۔ ابتک ظاہر نہیں کیا گیا۔ افسوس ہے کہ پنجاب میں بار بار اس
قسم کے اشارات کئے جاتے ہیں لیکن کوئی ہمت کر کے انکو واضح نہیں کرتا۔ خود
پنجاب ہائیکورٹ کے چیف جسٹس سر شادی لال کے متعلق میں نے ہزار ہا شکایتیں
مسلمانوں سے سنیں، لیکن جب غالباً "مسلم آوٹ لک" ہی میں اسکے نیم فاتر العقل
سابق ایڈیٹر مسٹر آلیسن نے لکھ مارا کہ مسلمان سب ججوں کو شکایت ہے کہ وہ ہندو
سب ججوں کے ساتھ رعایت کرتے ہیں اور مسلمان سب ججوں پر نامہربان رہتے
ہیں تو مسلمان سب ججوں کی طرف سے فوراً اسکی تردید شایع کرائی گئی۔

بہر حال جبتک کوئی بھی صاف صاف یہ کہنے کے لئے تیار نہیں ... 
سخت متعصب ہیں، میں تو ہرگز کنور صاحب سے مطالبہ نہیں کر سکتا کہ تم مستعفی
ہو جاؤ۔ نہ ان کے فیصلے کی عبارت اور طرز استدلال ہی کے ناقص ہونے پر میں

Marfat.com

ان سے اسکا مطالبہ کر سکتا ہوں۔

## قاضی اور قانون

اب تک قاضی کے متعلق کوئی بات بھی ایسی مجھے معلوم نہیں کہ جس بنا پر میں اس سے استعفا طلب کروں، بلکہ اسکا فیصلہ پڑھنے کے بعد اور تعزیرات ہند کے باب ششم دربارہ جرائم خلاف امن عام کی دفعہ ۱۵۳ (الف) اور باب پانزدھم دربارہ جرائم متعلق مذہب "کی تمام دفعات یعنی ۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-اور ۲۹۸ کا بار بار اور بغور مطالعہ کرنے کے بعد مجھے خود بہت سخت شبہ ہوتا ہے کہ قصور قاضی کا نہیں ہے، بلکہ قانون کا ہے۔ اور اگر گورنر پنجاب نیا قانون وضع کرنے کی آمادگی ظاہر نہ کر چکے ہوتے تو میں کنور دلیپ سنگھ سے نہ کہتا بلکہ ان سے اور ان کی تمام قوم سے جو ہندوستان پر حکمران ہے کہتا کہ مستعفی ہو جاؤ"۔

میں لاہور کے جلسہ کی اس تجویز سے یقیناً متفق نہیں ہوں جس میں وزیر ہند سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ انگریزی انصاف کے وقار کو اس ملک میں قائم رکھنے کی خاطر جسٹس دلیپ سنگھ کو مستعفی ہونے پر مجبور کریں۔" انگریزی انصاف کا وقار شاید پنجاب کی سرزمین میں اب بھی قائم ہو لیکن جسٹس دلیپ سنگھ سے لارڈ برکن ہیڈ کا استعفیٰ طلب کرنا پنجابی مذاق کی لاجواب مثال ہوگی۔ البتہ میں اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں جو اس جلسہ میں پیش کی جانیوالی تھی جس کا ۱۹ جون کے زمیندار میں اعلان کیا گیا تھا۔ مگر جو حسب اعلان ۱۹ جون کو منعقد نہ ہوا۔ اور جس کے متعلق ۲۱ جون کے زمیندار میں اعلان کر دیا گیا کہ حکام نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ متذکرہ بالا قرارداد پر جلد سے جلد عملدرآمد کیا جائیگا۔ اور ان تمام بغویتوں کا جو فریق مخالف کی طرف سے ظہور میں آ رہی ہیں سدباب کر دیا جائیگا ان وجوہ کی بنا پر

Marfat.com

سردست اجلاس کا اعادہ ملتوی کر دیا گیا۔ اگر دو ایک روز تک حکومت نے اس قرار داد کے متعلق کوئی عملی کارروائی نہ کی تو پھر انشاء اللہ جلد ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا جائیگا۔"

سنا گیا ہے کہ اس جلسہ کا انتظام ظفر علی خان صاحب کے لاہور سے باہر ہونے کے باعث عزیزم اختر علی خان صاحب کرنے والے تھے، اس پر جن الفاظ میں انقلاب نے تبصرہ کیا ہے، اور بالخصوص اس تبصرہ کا تقریباً آخری فقرہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "ذوکار و حوادث"، اب مقالات افتتاحیہ تک پہنچ گئے۔ مگر یہ ایک دوسرا قصہ ہے جو تجویز اس جلسہ میں پیش ہونیوالی تھی وہ ذیل میں دی جاتی ہے، اور اسکے مطالبہ سے مجھے اتفاق ہے، اس لئے کہ "پرتاب" کے یاجی پن کا علاج اگر اس طرح نہیں ہوسکتا کہ نیا قانون فوراً وضع کیا جائے تو بہتر ہے کہ اس قانون کو جس کا ابتک وجود نہیں ہے کوئی مسلمان اپنے ہاتھ میں نہ لے۔ وہ تجویز یہ ہے:۔

"مسلمانان لاہور کا یہ جلسہ ان مسلسل حملوں کو نہایت تشویش اور اضطراب کی نظر سے دیکھتا ہے جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں۔ پنجاب کی عدالت عالیہ نے ایسے سفیہانہ حملوں کے انسداد کے متعلق جنکے شعلے ممکن ہے کہ ملک کے امن و امان کو جلا کر خاک کر دیں قانون کی جس بے بسی کا اعلان کیا ہے اسکی اطلاع مسلمانوں نے نہایت حوصلہ فرسا مایوسی سے سنی ہے۔

یہ جلسہ حکومت سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس خطرناک صورت حالات کے متعلق ضروری کارروائی کرنے میں اغماض سے کام نہ لے اور اگر ان امن سوز و عافیت کش جرائم کے سد باب کے لئے مستقل ذرائع موجود

Marfat.com

اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے زیادہ وقت مطلوب ہو تو حکومت ان دریدہ دہن اور فساد پرور اشخاص کی مفسدانہ سرگرمیوں کو روکنے کے لئے جن کے مجرمانہ طرزِ عمل نے تہذیب و متانت اور امنِ عامہ کو خطرہ میں ڈال رکھا ہے۔ فوراً ایک عارضی قانون نافذ کر دے۔"

میں مسلمانوں سے بہایت عجز و ادب سے عرض کرونگا کہ اس جوش میں جو رسول اکرمؐ کی دلخراش توہین میں طبعاً ہر مسلمان کے دل میں پیدا ہوا ہوگا وہ کوئی غلط کارروائی نہ کریں۔ ایسے ہی نازک موقع ہماری عقل اور ہماری حق پسندی اور حق جوئی کی آزمایش کے موقع ہوتے ہیں اور ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ اسلام نے ہمارے دلوں کو عشق ہی سے نہیں بھر دیا ہے بلکہ ہمارے دماغوں کو عقل سے بھی بھر دیا ہے ؎

درکفے جامِ شریعت، درکفِ سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نہ داند جام و سنداں باختن

## تبصرہ

میں نے ابتک "رنگیلا رسول" نامی پمفلٹ تو کیا اسکے اقتباسات تک نہیں پڑھے ہیں۔ اس لئے میں اس پر تبصرہ نہیں کر سکتا، البتہ ایک حد تک اُس فیصلہ ہی پر تبصرہ کر سکتا ہوں جو اس پمفلٹ پر کنور دلیپ سنگھ صاحب نے صادر کیا جو کچھ اس پمفلٹ کے متعلق سنا گیا ہے اس سے البتہ اس کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایسے جرایم کی نوعیت کیا ہے۔ حقیقتاً یہ نام ہی ان جرایم کی نوعیت کا صاف پتہ دیتے ہیں، جو نام محمد شاہ جیسے بداخلاق مغل بادشاہ کو دیا جا چکا ہے، اور جو نام پرتاب کے تازہ ترین پرچہ مورخہ ۲۶ جون میں واجد علی شاہ جیسے بداخلاق آخری شاہ اودھ کو دیا گیا ہے، وہ نام حبیب خاتم النبیین وافضل البشر صلی اللہ علیہ وسلم

کو دیا جائے تو میرے نزدیک یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کے تصور سے بھی میرا رونگٹا رونگٹا کانپ جاتا ہے، اللہ کا یہ سب سے زیادہ برگزیدہ بندہ اور پیغمبر جسکے ذریعے سے اسکے نوع انسانی کے اور تمام کائنات کے خالق نے انسانی زندگی کے لئے سب سے آخری اور مکمل نظام بھیجا جسکو پیدا کرنا اگر اس خالق کا مقصود نہ ہوتا تو کل کائنات میں سے ایک شے بھی پیدا نہ کی گئی ہوتی وہ ضرور "رنگیلا" تھا۔ مگر اسکا رنگ خود خدا کا رنگ تھا صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ (ہم نے تو اللہ ہی کا رنگ قبول کر لیا۔ اور اللہ کے رنگ سے اچھا کس کا رنگ ہے)

لیکن جن معنوں میں لفظ "رنگیلا" رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اس مغلظ کے دریدہ دہن اور خبیث مصنف نے استعمال کیا ہے انہیں بھی ایک عالم جانتا ہے۔

یورپ اور امریکہ کے عیسائیوں نے اس دریدہ دہنی اور خباثت کا کیا کچھ ثبوت نہیں دیا ہے؟ میرے سامنے اسوقت رسول اکرمؐ کی حیات پاک کے متعلق ایک کتاب رکھی ہوئی ہے جس کا مصنف ایک امریکن آر. ایف. ڈل ہے، اور جو رسول اکرمؐ کے متعلق ایک عیسائی مصنف کی غالباً تازہ ترین تصنیف ہے اس لئے کہ یہ ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی تھی اور ایک امریکن سیاح نے جو مجھ سے دہلی میں آکر ملے تھے۔ اور جن کے قلب پر اسلام کے متعلق میری گفتگو کا بہت گہرا اثر ہوا تھا۔ مثال کے لئے اسی کو دیکھ لیجئے۔

اس کتاب کی امریکہ میں خاصی شہرت ہوئی۔ اس لئے غالباً یہ سمجھتے ہوئے اس شخص نے ایک جلد خرید کر مجھے بھیج دی۔ اور خیال کیا ہوگا کہ جس مسلمان کو میں نے اپنے مذہب اور اسکے بانی کے عشق میں اسقدر ڈوبا ہوا پایا

Marfat.com

وہ بڑے شوق سے اس کتاب کو پڑھیگا جو اسی بانی مذہب اسلام،، کے متعلق مشرق سے اسقدر دور ایک قابل امریکن نے بھی زحمت لکھنے کی گوارا کی۔ میں نے اس کتاب کے چند ہی اوراق پڑھے تھے کہ کسی انگریز افسر کے ایک مسلمان ماتحت نے اپنے اس افسر کی ڈاک میں ایک امریکن رسالہ دیکھا جس میں اسی کتاب پر ریویو شایع ہوا تھا اور کچھ اقتباسات بھی دئے ہوئے تھے ان کو پڑھکر میرے اس بھائی کو بیحد غصہ آیا۔ اور اس نے وہ صفحہ رسالہ میں سے پھاڑ کر میرے پاس بھیجدیا اور لکھا کہ ان لغویتوں کا علاج اور انسداد کیجئے۔ کاش میرے بھائی کو معلوم ہوتا کہ اس قسم کی لغویتیں اور خباثتیں مغربی دنیا میں کس قدر عام ہیں حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اوس یا خزرج کے ایک سردار نے عقبۂ ثانیہ میں اس وقت کہا تھا جب یثرب سے آئے ہوئے ۷۳ نومسلم رسول اکرمؐ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے لئے بڑھ رہے تھے، مسلمان ہونے کے یہ معنے ہیں کہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیئے اس کا ایک بندہ ساری خدائی سے جنگ تک کرنے کے لئے اظہار آمادگی کرتا ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام خدا کے نزدیک تو ایک ہی سچا دین ہے اور اس کا نام اسلام ہے۔ اس پر حملہ کرنا ان انسانوں کے لئے بھی آسان کام نہیں جو اسلام کو قبول نہ کرکے خدا کی دی ہوئی ہوئی عقل کا استعمال کریگا۔ وہ اسے قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس لئے جو لوگ نوع انسان کو دین فطرۃ کے سیدھے راستہ سے ہٹا کر گمراہ کرنا، یا گمراہ لوگوں کو گمراہ ہی رکھنا چاہتے ہیں وہ بھلا اسکو کیونکر گوارا کرسکتے ہیں کہ وہ خدا کی دی ہوئی عقل کو استعمال کریں۔ اور دین فطرت کے متعلق غور و خوض کریں؟ لہذا انہوں نے یہ طریقہ نکالا ہے کہ "بانی اسلام،، (حالانکہ اس کا بانی تو کوئی انسان نہیں، بلکہ خود

Marfat.com

خدا ہی اس کا بانی ہے) کی حیات پاک کے واقعات کو اس طرح توڑ مروڑ کر، اور جھوٹے افسانے گھڑ کر بیان کریں کہ ان کی ان گندی تصانیف کے پڑھنے والوں کے دل میں رسول اکرمؐ کی محبت اور ان کے دماغ میں رسول اکرمؐ کی وقعت جاگزیں نہ ہو سکے بلکہ رسول اکرمؐ کی جو توہین و تذلیل تحقیر و تضحیک وہ ان کتابوں اور رسالوں میں کریں اسکے باعث پڑھنے والوں کو "بانی اسلام" سے نفرت پیدا ہو جائے۔ اور اسکے بعد وہ اسلام کی طرف رخ بھی نہ کریں۔

اسلام کے عقاید کو دیکھئے، اس کے ارکان دین کو دیکھئے، اور اسکے نظام زندگی کو دیکھئے۔ نوع انسان کے تجربات اور مشاہدات لوگوں کو آجکل کی نصرانیت اور یہودیت، ہندو دھرم اور دوسرے مذاہب نیز لامذہبیت اور دہریت وغیرہ سے بھی ہٹا رہے ہیں۔ اور اسلام کے قریب لا رہے ہیں۔ لیکن بانی اسلام کے متعلق جو خرافات کے انبار لگائے جا چکے ہیں وہ ان نصف نومسلموں کو اسکا اقبال کرنے سے روکتے ہیں کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی طرف مائل اور کم از کم نیم مسلمان ہیں۔

## چالاک دشمن

اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رسول اکرم کی حیات پاک پر یہ حملے یقیناً اسلام پر اسکے سب سے زیادہ چالاک دشمنوں کے حملے ہیں۔ اور اگر ہم کو دنیا میں اسلام پھیلانا ہے تو ان حملوں کا جواب دینا چاہئے۔ اور وہ صرف دو طرح دیا جا سکتا ہے۔ ایک تو رسول اکرمؐ کی سیرت پر ہر زبان میں ایسی کتابیں لکھی جائیں جو اس زبان میں تصنیف کردہ کتب سیر کا اچھی طرح رد کر سکیں اور ان جوابات کا طرز تحریر اور جو طریقہ استدلال ان میں استعمال کیا جائے وہ ایسا ہو کہ اس ملک و قوم کے لوگوں کے

Marfat.com

دلوں پر پورا اثر پڑسکے، نہ کہ ایسا ہو جس پر صرف ہم واہ واہ کہہ سکیں، اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر اپنی زندگی کو ڈھالیں۔ اور غیر مسلموں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کریں کہ جس کے متبع اور پیرو ایسے نیک خصلت اور نیکوکار ہیں وہ خود کیسا ہوگا۔ اور وہ مذہب کیسا ہوگا، جس کے ماننے والے ایسے ہیں، لیکن افسوس کہ اردو کی چند ہی اور دو تین انگریزی کتابوں کے سوا ہم نے کچھ بھی نہیں کیا اور نشر و تبلیغ تو ان معدودے چند تصانیف کی بھی نہیں کی جاتی۔ مسلمانان عالم فقط بائبل سوسائٹی کی کارگزاریوں کو دیکھیں، اور شرمائیں۔ رہیں خود ہماری زندگیاں تو ان کا کیا پوچھنا ہے؟ کون نہیں جانتا کہ ہیں یورپ سے کس قدر بیزار ہوں اور بالعموم غیر مسلموں کے متعلق میرے کیا خیالات ہیں؟ لیکن ایمان کی نعمت کے سوا ہمارا خزانہ انکے مقابلہ میں بالکل خالی معلوم ہوتا ہے۔ جس چیز پر غیر مسلموں کو ایمان ہے خواہ وہ حکومت اور ملک گیری ہو خواہ تجارت اور نفع کمانا ہو۔ خواہ وہ سیندور سے رنگے ہوئے پتھر کے ٹکڑے، یا پتھر کی گھڑی ہوئی مورتیں ہوں۔ یا گائے بیل ہوں ان کے حصول یا ان کی خوشنودی کے لئے وہ ہم سے کہیں زیادہ سرگرم ہیں حقیقتاً وہ تو ایمان بھی نہیں جس کے ساتھ عمل صالح نہ ہو۔ لیکن اگر ایمان ہمارے پاس ہے اور عمل صالح دوسروں کی ملک ہے، اور یہی وجہ ہے کہ باوجود مومن ہونے کے ہم حکومت سے محروم کئے جا رہے ہیں کیونکہ وہ صالحین کا حصہ ہے

دل کے درد نے مجبور کر دیا کہ اپنے موضوع سے کسی قدر ہٹ جاؤں، میرا ایک شعر ہے ؎

بھائیگا نہیں قصۂ عزیز عیش رفتہ کا      یہ کیا کیجے ہمیں تو اک یہی افسانہ آتا ہے

Marfat.com

میں "رنگیلا رسول" نامی پمفلٹ کے مصنف اور ناشر و طابع کے جرم کی نوعیت کے متعلق لکھ رہا تھا، اور میں نے عرض کیا تھا کہ گو میں نے اس پمفلٹ کو ابتک نہیں پڑھا ہے مگر جو کچھ یورپ اور امریکہ کے عیسائی اور بعض لامذہب بھی رسول اکرمؐ کی سیرت کے متعلق لکھتے رہتے ہیں ان سے اور اس پمفلٹ کے گندے اور ناپاک نام ہی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس میں کیا کچھ گندگی نہ بھری ہو گی اب ذرا اس گندگی اور خباثت کو قانونی نام دینے کی کوشش کیجئے۔

اس گندگی اور خباثت کا پہلا نام رسول اکرمؐ کی توہین اور آپ کی شان میں سخت گستاخی ہے اور اس کا دوسرا نام بلا استثناء سب مسلمانوں کی دل آزاری ہے جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں ایسی گندگی اچھالنے والے خبیثوں کی نیت اور ارادہ بھی ہوتا ہے گو میں بالتصریح عرض کر چکا ہوں کہ ان کی اس سے اصلی غرض یہ ہوتی ہے کہ مذہب اسلام کی توہین بھی کی جائے۔ یقیناً ان کا یہ منشا ہوتا ہے کہ ایسی تصانیف کے پڑھنے والوں کے دلوں میں پیغمبر اسلام اور اسلام سے نفرت پیدا ہو اور مسلمان جو دونوں پر ایمان لائے ہیں۔ اور دونوں کو جو دل و جان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں ان کے خلاف ان تصانیف کے پڑھنے والے کے دل میں حقارت پیدا ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ قارئین کرام ایک بار پھر اس کو پڑھیں اور پھر سوچ کر اور [illegible] زور دے کر کہیں کہ کیا اس جرم کی نوعیت یہی نہیں ہے؟ "بانی اسلام کی توہین (جس کا نتیجہ اسلام کی توہین بھی ہے) مسلمانوں کی دل آزاری اور غیر مسلموں کے دلوں میں "بانی اسلام" اور پھر اسلام کی نفرت پیدا کرنا اور مسلمانوں کے خلاف ان کے دلوں میں حقارت پیدا کرنا یہی تو ان خبیثوں کے جرم کی نوعیت ہے۔ یا اور کچھ ہے؟ اگر یہاں تک آپ نے مجھ سے اتفاق کر لیا تو معاملہ آسان ہے۔

Marfat.com

میں ذکر کر چکا ہوں کہ کنور دلیپ سنگھ صاحب نے اپنا فیصلہ لکھنے میں کچھ زیادہ قابلیت، یا کم از کم زیادہ انشاپردازی کا ثبوت نہیں دیا ہے۔ مگر میں معاف کہنا چاہتا ہوں کہ غالباً وہ پہلے جج ہیں جنہوں نے ہم پر یہ احسان کیا ہے، خواہ وہ کتنے ہی بھونڈے طریقے پر کیوں نہ کیا ہو۔ کہ ہم پر ظاہر کر دیا کہ تعزیرات ہند میں ایک دفعہ بھی ایسی نہیں جسکی رو سے (۱) توہین بانی اسلام (۲) توہین اسلام (۳) بانی اسلام کے خلاف نفرت پھیلانا (۴) اسلام کے خلاف نفرت پھیلانا۔ (۵) مسلمانوں کی دل آزاری۔ اور (۶) مسلمانوں کے خلاف غیر مسلموں کے دلوں میں حقارت پیدا کرنا۔ ان چھ سنگین ترین جرائم میں سے ایک بھی جرم ہو۔ اسکو پھر پڑھیے اور سوچیے اور خوب غور کیجئے کہ کنور دلیپ سنگھ صاحب ہی کے فیصلہ نے سب سے پہلے اسکو ہم پر ظاہر کیا ہے، کہ قانون رائج الوقت کے مطابق توہین بانی اسلام، کوئی جرم نہیں، توہین اسلام کوئی جرم نہیں، بانی اسلام کے خلاف نفرت پھیلانا کوئی جرم نہیں، اسلام کے خلاف نفرت پھیلانا کوئی جرم نہیں، مسلمانوں کی دل آزاری کوئی جرم نہیں، اور مسلمانوں کے خلاف غیر مسلموں کے دل میں حقارت پیدا کرنا کوئی جرم نہیں۔

دفعہ ۱۵۳ (الف) کی رو سے مسلمانوں کے خلاف غیر مسلموں کے دلوں میں حقارت نہیں، صرف نفرت اور عداوت پیدا کرنا جرم ہے۔ مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانا ضرور جرم ہے۔ مگر جو ذاتِ گرامی ہر مسلمان کو اپنی جان اور تمام مسلمانوں سے زیادہ عزیز ہے اسکے خلاف نیز اسلام کے خلاف نفرت بھی پھیلانا کوئی جرم نہیں۔ اور نہ مسلمانوں کی دل آزاری جو اس توہین و تذلیل، اور حقارت، نفرت، اور عداوت پھیلانے سے ہوتی ہے وہی کوئی جرم ہے۔

Marfat.com

# تعزیرات ہند

"رنگیلا رسول" نامی پمفلٹ کے مصنف و طابع و ناشر، ان چھ سنگین ترین جرموں کا مجرم تھا۔ مگر از روئے تعزیرات ہند ان میں سے ایک بھی قابل سزا جرم نہیں۔ وہ جرم یہ ہیں:

(۱) توہین "بانی اسلام"

(۲) توہین اسلام

(۳) بانی اسلام کے خلاف نفرت پھیلانا۔

(۴) اسلام کے خلاف نفرت پھیلانا

(۵) اس طریقے سے مسلمانوں کی دل آزاری، اور

(۶) مسلمانوں کے خلاف غیر مسلموں کے دلوں میں حقارت پیدا کرنا۔

ہر شخص قبول کرے گا اور کنور دلیپ سنگھ نے بھی صاف صاف قبول کیا ہے کہ جس گندی کتاب کا مقدمہ ان کے سامنے پیش تھا اس میں بانی اسلام کی توہین کی گئی ہے یہ پہلا جرم ہے، اور نہایت سنگین جرم ہے اسلئے کہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ نہ اس کے ماں باپ، نہ اسکی اولاد، نہ اس کے بھائی بہن، نہ اسکی بیوی، نہ اسکے کنبے قبیلے والے، نہ اس کا مال جسے اس نے اپنا پسینہ گرا کر کمایا ہے، نہ اسکی تجارت جسکے مندے ہو جانے کے خوف سے وہ لرزتا رہتا ہے، نہ اس کا وہ گھر جس میں رہتا ہے اور بہت بھاتا ہے اسے اتنے عزیز ہو سکتے ہیں جتنا کہ اس کا خدا اور اس کے خدا کا رسول اور خدا کی راہ میں جہاد اسے عزیز ہے۔ یہ کسی شاعر یا کسی افسانہ نگار کے مبالغہ آمیز الفاظ نہیں یہ خود خدا کا کلام پاک ہے۔ یہ اسلام کی مشہور ترین دفعہ ہے جسے خود خدا نے اسکے لئے وضع فرمایا ہے۔ قل ان کان آباءکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ

Marfat.com

تخشون کسادھا ومساکن ترضونہا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجہاد
فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفٰسقین
اگر کسی کو اعزہ یا رشتہ داروں یا چیزوں سے ایک بھی خدا اور رسول اور خدا کی راہ
میں جہاد سے زیادہ عزیز ہو تو اسے عذاب الٰہی کا انتظار کرنا چاہئے جو اس قدر دردناک
ہوگا کہ اس کا ذکر تک خدا نے اس جگہ نہیں فرمایا۔ بلکہ ہمیں چھوڑ دیا ہے کہ اس کا تصور
کریں اور کانپیں اور لرزیں۔ سرکاری عدالتیں ہندوستان میں مسلمانوں کی شخصی
معاملات مثلاً نکاح، طلاق، وراثت، وغیرہ میں شریعت اسلام کے مطابق فیصلے
صادر کیا کرتی ہیں۔ لیکن اگر انہیں معلوم ہو کہ کوئی شخص جو اس شریعت حقہ کے مطابق
اپنے شخصی معاملہ کا فیصلہ کرانا چاہتا ہے مسلمان ہی نہیں ہے تو وہ اپنا فیصلہ
شریعت اسلام کے مطابق صادر نہ کریں گی۔ اگر وہ اصرار کرے کہ نہیں میں مسلمان
ہوں تو اسے اپنے اسلام کا ثبوت دینا پڑے گا۔ اور اگر فریق مخالف اس کے
دعوے اسلام کو غلط ثابت کرنا چاہے تو اس کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ثابت کر دے
کہ اس شخص کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے ماں باپ اپنی اولاد اور تمام نوع
انسانی سے زیادہ عزیز نہیں۔ اگر اس نے یہ ثابت کر دیا تو کوئی ہندوستانی عدالت
بھی اس کے اسلام کو مسلمان تسلیم نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ اس شریعت اسلام کا
جس کے احکام کے مطابق سرکاری عدالتیں ایسے معاملات میں فیصلہ صادر کیا کرتی
ہیں صاف اور صریح حکم ہے کہ کوئی شخص مومن نہیں جب تک اسے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد اور تمام نوع انسانی سے زیادہ
عزیز نہ ہوں۔ رسول اکرم کی حدیث صحیح بخاری شریف میں موجود ہے کہ
لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین

Marfat.com

اس کے بعد کیسے شک ہو سکتا ہے کہ مسلمان کے نزدیک سب سے زیادہ سنگین جرم رسول اکرم کی توہین ہے؟

لیکن، توہین رسول اکرم توہین اسلام بھی ہے۔ گو بظاہر جسٹس دلیپ سنگھ جیسے قانون داں تک کو اسکا علم نہیں۔ ان کے والد ماجد ریاست کپورتھلہ کے شاہی خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ اور کم از کم وہ تو ضرور جانتے ہوں گے کہ ایک سکھ بھی گرو نانک جی کی توہین کو سکھ مذہب کی توہین سمجھتا ہے۔ اگر کنور دلیپ سنگھ جی اسکو نہ جانتے ہوں تو تعجب ہے۔ لیکن باوجودیکہ وہ اس وقت پیدا ہوئے جبکہ انکے والد ماجد سکھ مذہب کو چھوڑ کر عیسائی مذہب کو قبول کر چکے تھے۔ اور پیدا ہونے کے بعد ہی خود ان کا بپتسمہ بحیثیت ایک عیسائی کے ہوا ہوگا۔ لیکن وہ کیا یہ بھی نہیں جانتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس قسم کی توہین مذہب عیسائیت کی بھی توہین ہے۔ اگر کوئی شخص (نعوذ باللہ من ذالک) حضرت عیسیٰ کو "رنگیلا رسول" کہے اور جو تعلقات آپ کے مریم مگدلینی جیسی عورتوں سے تھے ان کی گندی تاویل کرے، اور ان کا بیہودہ ذہنیت سے مذاق اڑائے اور آپ کی تضحیک کرے لیکن یہ بھی لکھ دے کہ آپ جیسا کیا کرتے تھے ویسا کوئی نہ کرے، ہاں آپ جیسا فرمایا کرتے تھے کہ

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ زنا نہ کر، لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اس سے زنا کر چکا"

ویسا کرنا چاہئے تو کیا کنور دلیپ سنگھ صاحب کہہ سکیں گے کہ اس شخص نے حضرت عیسیٰ کی تو توہین کی لیکن عیسائیت کی توہین نہیں کی؟ اگر وہ ایسا فرمائیں تو میں ان سے عرض کروں گا کہ ابھی انہیں ایک "رنگیلے رسول" ہی جا کر اپنے مذہب کے ابتدائی

واقفیت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

بہرحال جب وہ اپنے فیصلہ میں فرماتے ہیں کہ میں اس توجیہہ کو قبول کرنے سے انکار کرنے میں ذرا تامل نہیں کرتا۔ کہ پمفلٹ شایع کرنیکا منشا ایک ملت کے جذبات کو مجروح اور انکی توہین کرنا نہ تھا۔ بلکہ اس سے صرف اسی قدر غرض تھی کہ تعداد ازدواج اور کم سن شوہر کی اور کم عمر بیوی کی شادی کی خرابیاں ظاہر کی جائیں اور اس توجیہہ کیخلاف جو وکیل صفائی نے پیش کی تھی وہ فرماتے ہیں کہ "بلاشک وشبہ یہ پمفلٹ اس سے زیادہ ہے نہ کم ہے کہ وہ ایک گندہ ذہن کی لکھی ہوئی ہجو ہے جو مسلمانوں کے مذہب کے بانی کی شان میں لکھی گئی تھی، لیکن میں اسمیں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا کہ جس سے ظاہر ہو کہ اس کا منشا مذہب محمدی پر حملہ تھا...... برخلاف اسکے یہ پمفلٹ تو صاف طور پر کہتا ہے کہ لوگوں کو وہ کرنا چاہئے جسکی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نصیحت کی ہے مگر وہ نہ کرنا چاہئے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خود کرتے تھے" تو میں ان سے عرض کرونگا کہ آپ مذہب اسلام سے بالکل واقف نہیں، اور فیصلہ لکھنے سے پہلے آپکو چاہیئے تھا کہ مسٹر جسٹس ظفر علی خاں یا مسٹر جسٹس سید آغا حیدر ہی سے آپ پوچھ لیتے کہ کیا کوئی شخص اپنے کو مسلمان کہہ سکتا ہے جو کہے میں محمدؐ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے قول پر تو عمل کرنا اپنا دین سمجھتا ہوں مگر آپ کے فعل کو مذموم اور قابل اعتراض سمجھتا ہوں۔ گو جج صاحب نے ضرور ہے کہ شریعت اسلام پر بھی ایک آدھ کتاب پڑھی ہوگی لیکن سخت حیرت کا مقام ہے کہ انہیں ابتک اس کا مطلق علم نہیں کہ قانون اسلام احکام قرآن اور سنت رسول اللہ یعنی اقوال وافعال رسول اللہ کو کہتے ہیں، یا فقہا کے اس قیاس کو کہتے ہیں یا امت کے اس اجماع کو جس کا دارومدار احکام قرآن وسنت رسول اللہ پر ہو اور رسول اللہ کے اقوال سے کسی طرح کم نہیں،

بلکہ ایک معنی میں تو اس سے کچھ زیادہ ہی ہمارے لئے افعال رسول اللہ شریعت اسلام اور اسلام کا وہ قانون ہیں جس کے مطابق فیصلے صادر کرانے کے لئے ہم ہائیکورٹ تک جاتے ہیں لیکن پنجاب ہائیکورٹ کا ایک جج اس ابتدائی اصول شریعت سے بھی ناواقف ہے۔

تیسرے جرم کے متعلق کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی شخص رسول اکرمؐ کی توہین کرتا ہے تو جس کتاب میں وہ توہین شایع ہوتی ہے یقیناً اسکے پڑھنے والے دل میں رسول اللہؐ کے خلاف نفرت پھیلانے کی کوشش کی جاتی اور یہی ایسی کتابوں کی اشاعت کی غرض ہوتی ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے اس مذہب کے خلاف نفرت پھیلانا ہوتا ہے جسکی بنا ایک ایسی قابل نفرت ہستی نے ڈالی ہو جس مذہب کا بانی خود گندا عیاش اور رنگیلا ہو کہ وہ کیسے پاک اور تقوی پرور اور تزکیہ بڑھانیوالا ہو سکتا ہے۔

اب ان چار جرائم کے ارتکاب کا کیا نتیجہ ہوگا؟ سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے دل دکھیں اور غیر مسلموں کے دلوں میں اس ملت کی حقارت جاگزیں ہو جو ایسے گندے عیاش اور رنگیلے رسول سے محبت کرے اس کا احترام کرے اور اسکا اتباع کرے؟

لیکن میرا خیال ہے کہ تعزیرات ہند نے ان چار سنگین ترین جرائم میں سے ایک کو بھی قابل سزا جرم نہیں ٹھہرایا ہے جسکی تفصیل میں اب بتاتا ہوں۔

## جرائم متعلق بہ مذہب

تعزیرات ہند کے ۲۳ ابواب ہیں جن میں سے ایک یعنی باب پانزدہم جرائم متعلق بہ مذہب ہے اور کوئی نہیں خیال کرے گا کہ اس باب میں یہ چار

ترین جرایم بھی درج ہوں گے۔ اور ان کی سخت سزائیں بھی۔ مگر افسوس ایسا نہیں ہے
اور کنور دلیپ سنگھ صاحب کا فیصلہ صحیح نہ بھی ہو، اور راجپال کا جرم دفعہ ۱۵۳ (الف)
میں آبھی جاتا ہو، تب بھی مجھے ان سے کامل اتفاق ہے کہ دفعہ ۲۹۷ میں جو اس باب
کی ایک دفعہ ہے ان جرایم اور ان کی سزاؤں کا اضافہ ہونا چاہئے جن کا میں نے
اس تفصیل کے ساتھ اوپر ذکر کیا ہے۔

اب ذرا موجودہ قانون میں اس باب کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ دفعہ ۲۹۵ نہ صرف
ہر شخص کو دو برس قید سخت اور جرمانہ تک کی سزا دیتی ہے جسکی نیت کسی جماعت کے
مذہب کی توہین ہو۔ بلکہ ہر اس شخص کو بھی یہی سزا دیتی جس کی نیت تو کسی جماعت کے
مذہب کی توہین نہ ہو، مگر ہاں اُسے علم ہو کہ ایک جماعت ایسی بھی اس ملک میں
بستی ہے جو شاید اسکے فعل کو اپنے مذہب کی توہین سمجھے۔ بتایئے اس سے بہتر کیا ہوگا
اب کس اضافہ کی ضرورت رہی؟ مگر ٹھہریئے اور دیکھئے کہ یہ دفعہ کن افعال تک محدود
ہے۔ ایک مسجد کا شہید کرنا اس میں داخل ہے، حالانکہ جو مسجد شہید کر دی جائے اسے
اینٹ چونے سے سنگ مرمر سے نہیں صاحب سونے سے اور چاندی سے بھی پھر بنا
سکتے ہیں اس میں ایک مسجد کو نقصان پہنچانا بھی داخل ہے۔ اور گوہنیل کے کٹرہ
کی مسجد کے دروازہ کا کوڑا ذرا سا جلنے پایا تھا لیکن اگر اس بدمعاش کا پتہ ملک
دلیو بدیال صاحب کو ملجائے (خدا ہم چنیں کند) جس نے اسے جلانے کی کوشش کی تھی تو
اسے مسٹر جولنس یا مسٹر ہنوٹ یا مسٹر لوئس یا مسٹر سورت سنگھ دو سال قید سخت
اور ایک اچھی خاصی رقم کے جرمانہ کی سزا دے سکتے ہیں۔ یہی نہیں اگر کوئی بدمعاش
راستہ چلتے کسی مسجد میں ذرا سی گندگی پھینک دے تو یہی سزا اسے بھی مل سکتی ہے اسے
بھی جانے دیجئے۔ اگر کسی تعزیہ کو کوئی جلا ڈالے یا توڑ ڈالے (حالانکہ عشرہ کے دن

اسے توڑا ہی جائیگا اور دفن بھی کیا جائیگا) یا اس پر گندگی پھینک دے تب بھی اس دفعہ کی رو سے اُسے بہت سخت سزا دی جا سکتی ہے مگر رسولِ اکرم کی کوئی دریدہ دہن کتنا کتنا ہی سخت توہین کسی کتاب کو شایع کر کے کیوں نہ کر دے اس دفعہ کی رو سے اُسے ایک گھنٹہ کی قید محض کی سزا بھی نہیں دی جا سکتی، نہ اس پر ایک کوڑی جرمانہ کیا جا سکتا ہے۔

خیر آگے چلئے، ابھی تو تین دفعات اور ہیں، سنئے دفعہ ۲۹۶ کیا کہتی ہے "اگر کوئی جماعت اپنی عبادت یا کسی مذہبی رسم کی ادائیگی میں مشغول ہو تو جو شخص عمداً اس میں خلل انداز ہوگا، اسکو بھی ایک برس قید سخت اور جرمانہ تک کی سزا دی جا سکتی ہے چاہے وہ رسم ختنہ ہی کیوں نہ ہو،"

گو ہم نے نہیں سنا کہ کبھی کسی مجسٹریٹ نے ان آریہ سماجیوں کو ایک گھنٹہ کی قید محض، یا ایک کوڑی جرمانہ کی بھی سزا دی ہو، جو کوتوالی کے پاس کی سنہری مسجد کے سامنے کھڑے ہو کر پاؤ گھنٹہ یا اس سے بھی زیادہ دیر تک خوب اطمینان سے سنکھ اور ڈھول بجاتے ہیں، اور اشتعال انگیز بھجن گاتے ہیں۔ جس کے باعث بالکل ناممکن ہو جاتا ہے کہ تراویح پڑھنے والے امام کی قرأت کو سن سکیں۔ اسے ہم نے خود اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہے۔ مگر شاید کوتوالی میں کسی کی اس پر نظر پڑی نہ کسی کے کانوں میں ان ڈھول ڈھماکے کی آواز آئی۔ شاید ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ خان بہادر [illegible] یا سپرنٹنڈنٹ [illegible] صاحب اگر کوتوالی ہوتے بیٹھے تو اس دفعہ کا استعمال کیا جا سکتا تھا۔ لہٰذا یہ اب تک تو مسلمانوں سے انکی قربانی کی گائیں حاصل کرنے میں مشغول ہیں۔ خیر کچھ بھی ہو مگر توہینِ رسولِ اکرم اس خلل اندازی میں کسی طرح داخل نہیں ہو سکتی ہے بھی نہ سہی آگے چلئے، ہاں یہ دفعہ تو بالکل راجپال کے جرم پر صادق آتی ہے۔

Marfat.com

دفعہ ۲۹۵ کی ابتدا ہوتی ہے۔

"جو کوئی اس نیت سے کہ کسی شخص کے جذبات مجروح کئے جائیں یا کسی شخص کے مذہب کی توہین کی جائے، یا یہ جانتے ہوئے کہ شاید کسی شخص کے جذبات مجروح ہوں، یا شاید کسی شخص کے مذہب کی توہین ہو........"

لیجئے اب تو اسکی بھی ضرورت نہیں کہ کوئی ایسا فعل کیا جائے جس سے کسی ساری جماعت کے جذبات مجروح ہوں، یا کسی جماعت کے مذہب کی توہین ہو۔ ایک شخص کے جذبات مجروح ہونے یا ایک شخص کے مذہب کی توہین ہونے کا امکان بھی کافی ہے۔ اور مجرم کو ایک سال کی قید سخت اور جرمانہ تک کی سزا دی جاسکتی ہے۔ یہاں تو ایک شخص کے جذبات مجروح نہیں ہوئے بلکہ سات کروڑ مسلمانوں کے جذبات کا خون ہوگیا، کسی ایک شخص کی توہین نہیں ہوئی۔ ہندوستان کی چوتھائی آبادی کے مذہب کی توہین ہوئی۔ اور امکان کیسا صریحاً امر واقعہ ہے۔ لیکن افسوس اس پر بھی وہ راجپال جس نے ایسی دریدہ دہنی اور خباثت کی اشاعت کی دندناتا پھرتا ہے۔ اور مزے اُڑاتا ہے اور جیل میں سڑ رہے ہیں تو وہ جوشیلے مسلمان جنکو رسول اکرم کی توہین کے مقابلہ میں خود پھانسی پر لٹک جانا زیادہ پسند ہے۔ آخر اسکی وجہ؟ وجہ کچھ نہیں، صرف واضعان قانون کی حماقت کہ وہ اسکو تو جذبات کا مجروح ہونا یا مذہب کی توہین خیال کیا جانا تسلیم کرتے ہیں کہ کوئی شخص کسی عبادت گاہ میں، یا قبرستان میں یا کسی ایسی جگہ جو تجہیز وتکفین (یا مردوں کے جلانے) یا میتوں کے رکھے جانے کے لئے مخصوص کردی گئی ہو، ناجائز طور پر داخل ہوجائے یا کسی میت کی بیحرمتی کا مرتکب ہو، یا ان لوگوں کی جماعت میں خلل انداز ہو جو تجہیز وتکفین (یا مردوں کے جلانے) کی رسم ادا کرنے کے لئے جمع ہوئے ہوں لیکن اس سے ہمارے جذبات کے

Marfat.com

مجروح ہونے یا ہمارے مذہب کی توہین ہونے کے امکان کو بھی تسلیم نہیں کرتے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ایک نفس پرست عیاش کی گندی زندگی کہا جائے اور آنحضرت کو دہلی کے محمد شاہ اور لکھنؤ کے واجد علی شاہ کا لقب دیا جائے! اطمینان رکھئے آپ کی مساجد اور آپ کے قبرستانوں میں کوئی گھس آئیگا تو اُسے ضرور سزا دیجائیگی آپ کی میت کو کوئی تنکے سے بھی نہیں چھو سکتا۔ نہ اسکی طرف دیکھ کر آخ تھو کہہ سکتا ہے۔ نہ جس وقت آپ کسی میت کی تجہیز و تکفین کے لئے جمع ہوں، اور بیری کی پتیاں پانی میں ڈالکر اُسے گرم کر رہے ہوں، یا میت کو غسل دے رہے ہوں یا کافور لگا کر اسے کفن پہنا رہے ہوں۔ آپ کے کام میں خلل انداز ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ "رنگیلا رسول" نامی پمفلٹ ضرور نکال سکتا ہے۔ اور کروڑ قلوب کو زخمی کر سکتا ہے اور ہندوستان کی چوتھائی آبادی کو جان سے بیزار کر سکتا ہے۔

مگر ٹھیریئے ابھی ایک دفعہ اس باب پانزدھم میں اور باقی ہے۔ عجب نہیں کہ اس سے آپ کی تمام مشکلات حل ہوجائیں وہ یہ ہے:

"جو شخص جان بوجھ کر اس نیت سے کہ کسی شخص کے مذہبی جذبات مجروح ہوں کوئی لفظ اپنی زبان سے نکالتا ہے، یا کوئی آواز اس طرح نکالتا ہے کہ اس شخص کے سننے میں آسکے یا کوئی اشارہ ایسا کرتا ہے کہ وہ شخص دیکھ سکے۔ یا کوئی شے اسطرح رکھتا ہے کہ اس شخص کو نظر آسکے اسے ایک برس تک کی قید دونوں قسم میں سے کسی قسم کی یا جرمانہ یا دونوں کی سزا دی جائیگی"

آپ فرمائیں گے کہ بھلا اس سے زیادہ کیا احتیاط ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی شخص جان بوجھکر اس نیت سے کہ کسی کے مذہبی جذبات مجروح ہوں ایک حرف بھی زبان سے نکالتا

Marfat.com

ایک حرف کیسا کوئی بے معنی آواز بھی اپنے حلق سے اس طرح نکالتا ہے کہ وہ دوسرا شخص اسے سن لے تو سرکار اسے سزا دینے پر تلی بیٹھی رہتی ہے، لیکن اب بھی محمد علی تعزیرات ہند میں اضافہ کرانا چاہتا ہے۔ جی ہاں محمد علی مجبور ہے اس لیئے کہ ”رنگیلا رسول“ کے مصنف یا اسکے طابع یا ناشر نے ایک حرف بھی اپنی زبان سے نہیں نکالا نہ کوئی بے معنی آواز ہی ہماری دلآزاری کے لیئے اسکے حلق سے نکلی، اسلئے کہ بجائے زبان کے جس سے ادا کیا ہوا لفظ ایک دو شخص ہی سن پاتے اور جس طرح گیا وقت پھر نہیں آتا اس لفظ کے ادا ہو جاتے ہی سوائے اسوقت کے سننے والوں کے کوئی اور اسے ہرگز نہ سن سکتا اس نے قلم کو استعمال کیا۔ اور اسکی کاپی تیار کرائی اور پتھر پر چھپوائی اور ہزاروں لاکھوں جلدیں چھپوانے کا انتظام کر لیا۔ تاکہ ممکن ہے کہ قیامت تک بھی انسان اس گندگی کو پڑھتے رہیں لیکن چونکہ کوئی لفظ اس پمفلٹ کے دریدہ دہن مصنف یا طابع و ناشر کی زبان سے نہیں نکلا۔ اس لیئے وہ ہرگز مجرم نہیں، بلکہ پرتاب جیسے گندے پرچوں کا بطل اعظم ہے اور ممکن ہے کہ ایک دن اوتار ہو جائے۔

آج میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ کل دفعہ ۱۵۳ (الف) اور قانون ازالہ حیثیت عرفی کے متعلق انشاءاللہ بالتفصیل بحث کروں گا۔ آج میں نے ثابت کر دیا ہے کہ جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور مسلمانان ہندوستان کی دلآزاری کی گئی ہے وہ ازروئے تعزیرات ہند کوئی جرم متعلق مذہب ” نہیں ہے۔ اور کل انشاءاللہ ثابت کروں گا کہ اگر وہ کوئی جرم ہے تو اس لیئے نہیں کہ ہمارے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور ہمارے دین کی توہین ہوتی ہے تو صرف اسلیئے کہ کہیں اس سے امن عام میں خلل نہ پڑ جائے اور حقیقتاً اس لیئے

Marfat.com

وہ بالکل ناکافی ہے۔

میں حکومت کی نیت پر ذرا سا بھی حملہ نہیں کرتا۔ مگر یقیناً واضعان تعزیرات ہند کی بیوقوفی پر میں سخت حملہ کر رہا ہوں۔ اور یہ حملہ اسوقت تک جاری رہیگا۔ جب تک عدالت عالیہ پنجاب، یا پریوی کونسل ایک فیصلہ کنور دلیپ سنگھ کے فیصلے کے خلاف نہ صادر کر دے، بلکہ اسکے بعد بھی جاری رہیگا اس لئے کہ راجپال کے جرم کی نوعیت درا صل یہ نہیں ہے کہ امن عامہ میں خلل پڑ نیکا احتمال ہے بلکہ یہ ہے کہ وہ مذہب کی توہین اور اہل مذہب کی دلآزاری کا مجرم ہے میں یہ بھی بتاؤں گا کہ انگلستان میں ازالہ حیثیت عرفی صرف اسی لئے جرم سمجھا گیا ہے کہ اس سے امن عامہ میں خلل پڑ جانیکا اندیشہ ہے۔ اسلئے کہ جب کسی کی حیثیت عرفی کا ازالہ کیا گیا ہو اسکے اور اسکے ورثاء کے جذبات مجروح ہوں گے۔ اور اسی لئے ازالہ حیثیت عرفی کا جرم انگلستان میں اسی باب میں آتا ہے جس میں اور جرائم خلاف امن عامہ داخل اور شامل ہیں۔ لیکن برخلاف اسکے ہندوستان میں تعزیرات ہند کے واضعین نے ہمارے جذبات کا خیال فرما کر ازالہ حیثیت عرفی کو ایک علیحدہ باب دیکر اور اس سے قطع نظر بھی اسے جرم قرار دیا ہے کہ اس سے امن عام میں خلل پڑنیکا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ واد رے واضعین تعزیرات ہند! ہماری اور ہمارے باپ دادا کی حیثیت عرفی کا تو ہمیں اسقدر خیال رہا لیکن اس افضل الخلق، افضل الانبیاء، انسانوں اور فرشتوں سے برتر، سرور کائنات اور حقیقتاً باعث تکوین دو عالم کی حیثیت عرفی کا کچھ خیال نہ آیا جس پر ہمارے باپ دادا اور ہم ہزار بار اور لاکھ بار قربان ہیں۔ جبتک مجھ پر ثابت نہ ہو جائے کہ کنور دلیپ سنگھ نے تعصب یا بد دیانتی سے راجپال کو رہا کر دیا ہے تو الٹا ان کا شکریہ ادا کروں گا کہ سب سے پہلے انہیں نے تعزیرات ہند کے نقص

Marfat.com

# توہین انبیاء و بزرگان دین

(ہمدرد - یکم - جولائی ۱۹۲۷ء)

یہ مضمون بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

(مؤلف)

جس طرح "رنگیلا رسول" نامی پمفلٹ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور مسلمانوں کی دلآزاری کی گئی ہے وہ از روئے تعزیرات ہند کوئی "جرم متعلق مذہب" نہیں ہے۔ حالانکہ تعزیرات ہند کا باب پانزدہم ایسے ہی جرائم کے لئے وضع کیا گیا تھا۔ اور میں نے اس تمام بحث سے اپنے مقصد کو صاف الفاظ میں اس مضمون کے عنوان ہی میں ظاہر کر دیا تھا، اور وہ یہ ہے کہ "تعزیرات ہند میں فوراً اضافہ کیا جائے۔ اور توہین انبیاء و بزرگان دین اور اسکے باعث ہر مذہب کے پیرووں کی دلآزاری کو جرم بنایا جائے"

کل کے مضمون کے آخر میں میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ "کل انشاء اللہ ثابت کروں گا کہ اگر وہ (یعنی توہین رسول اکرمؐ اور مسلمانوں کی اس توہین سے دلآزاری) کوئی جرم ہے تو اسلئے نہیں کہ ہمارے دین کی توہین ہوتی ہے، بلکہ صرف اسلئے کہ کہیں اس سے امن عام میں خلل نہ پڑ جائے۔ اور حقیقتاً اس لئے بھی وہ



Marfat.com

بالکل ناکافی ہے "

میں آج ایک بار مسلمانان ہندوستان سے پھر پوچھتا ہوں کہ کیا وہ نہیں چاہتے کہ توہین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و بزرگان دین اور اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دل آزاری خود بھی جرم قرار دیدئے جائیں۔ کیا وہ اسی پر قانع ہیں کہ یہ جب ہی جرم سمجھے جائیں جب ان سے پبلک سکون میں خلل پڑنے کا بھی اندیشہ ہو؟ میری رائے ہے کہ یہ سنگین ترین جرائم ہر حال میں جرم قرار دئے جائے۔ خواہ پبلک سکون میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہو یا نہو۔ اور اگر میرے ہم مذہب بھی یہی چاہتے ہیں تو ان کو ہائیکورٹ یا پریوی کونسل سے کنور دلیپ سنگھ صاحب کے فیصلے پر نظر ثانی کرانے پر قناعت نہ کرنی چاہیے۔ بلکہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۲۹۷ میں حسب تجویز کنور دلیپ سنگھ ضرور بالضرور اضافہ کرالینا چاہیے۔

میں جلد دفعہ ۱۵۳ (الف) سے بحث کروں گا اور اسکے متعلق جو فیصلہ کنور دلیپ سنگھ صاحب نے لکھا ہے اسکی تنقید کروں گا۔ اور ان کے استدلال کی متعدد خامیوں کو ظاہر کروں گا لیکن اس سے پیشتر میں چاہتا ہوں کہ ازالہ حیثیت عرفی کے قانون کے متعلق بھی اس چیز کو اور بھی واضح کردوں۔

میں نے عرض کیا تھا کہ انگلستان میں ازالہ حیثیت عرفی اسلئے جرم سمجھا گیا ہے کہ اس سے امن عام میں خلل پڑجانیکا اندیشہ ہے، نہ اسلئے کہ جس کی حیثیت عرفی کا ازالہ کیا گیا ہو اسکے اور اسکے ورثا کے جذبات مجروح ہوں۔ اور اسی ازالہ حیثیت عرفی کا جرم میں انگلستان اسی باب میں آتا ہے جس میں اور جرائم خلاف امن عام میں داخل اور شامل ہیں۔

لیکن برخلاف اسکے ہندوستان میں تعزیرات ہند کے واضعین نے ہمارے

Marfat.com

جذبات کا خیال فرما کر، ازالۂ حیثیت عرفی کو ایک علیحدہ باب دیا ہے۔ اور اس سے قطع نظر بھی اسے جرم قرار دیا ہے کہ اس سے امن عام میں خلل پڑنیکا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ واہ رے واضعین تعزیرات ہند، ہمارے اور ہمارے باپ دادا کی حیثیت عرفی کا تو تمہیں اس قدر خیال رہا لیکن اس افضل البشر، افضل الانبیاء، انسانوں اور فرشتوں میں سب سے برتر، سرورِ کائنات اور حقیقتاً باعث تکوینِ دوعالم کی حیثیت عرفی کا کچھ خیال نہ آیا جس پر ہمارے باپ دادا اور ہم ہزار بار اور لاکھ بار قربان ہیں؟"

واضعین تعزیراتِ ہند نے اس مجموعہ قانون در بارۂ جرائم کو ۲۳ ابواب میں تقسیم کیا تھا۔ لیکن جب لارڈ ہارڈنگ پر دہلی میں داخل ہوتے وقت دسمبر ۱۹۱۲ء میں بم پھینکا گیا تو "سازش مجرمانہ" کے ایک اور باب کا ۱۹۱۳ء میں اضافہ ہو گیا اور جب کونسلوں کے انتخابات کا مرض ایک عالمگیر مرض بنگیا تو ۱۹۲۰ء میں ایک اور باب "جرائم متعلق انتخابات" بھی بڑھا دیا گیا۔ ان ۲۵ ابواب میں پہلے پانچ تو ابتدائی ہیں جن میں اُن چیزوں کی تشریح کر دی گئی ہے۔ جو تمام جرایم اور انکی سزاؤں سے تعلق رکھتی ہیں،

پھر چھٹا باب نئے جرم "سازش مجرمانہ" کا ہے اور چونکہ یہ سازش ہر جرم کے متعلق کیجا سکتی ہے اسلئے مخصوص جرائم کے متعلق جو ابواب ہیں ان سے پہلے ہی اسکو جگہ دی گئی ہے۔ حالانکہ یہ بنایا گیا ہے باقی تعزیرات ہند کے ابواب کے نافذ کئے جانے کے اکیاون برس بعد۔ مخصوص جرایم کے متعلق جو ابواب ہیں ان میں سب سے پہلا نمبر جیسا کہ یقین کیا جا سکتا تھا "جرائم خلاف مملکت" کا ہے، پھر جرائم متعلق بری و بحری فوج" کا ہے۔ اسکے بعد "جرایم خلاف سکون عام" کا ہے۔ پھر سرکاری ملازمین

Marfat.com

انتخابات، توہین ملازمین سرکار، جھوٹی شہادت اور جرائم خلاف عدالت عامہ، سکہ جات اور اسٹامپ، اوزان اور ناپ، صحت عامہ، وغیرہ کا ہے، اور اسی موخر الذکر باب کے آخر میں جرایم خلاف آداب و اخلاق بھی داخل ہیں۔

ان سب کے بعد جاکر کہیں باب پانزدھم "جرائم متعلق مذہب"، کا (جو اب در اصل سترھواں باب ہو گیا ہے) نمبر آتا ہے باقی ابواب میں باب بست و یکم بھی ہے جو "ازالہ حیثیت عرفی"، کے لئے مخصوص ہے، یہ سلطنت اسلامی نہیں، ورنہ یقیناً سب سے پہلا نمبر اس باب کا ہوتا۔ جو ان جرائم کے بارے میں ہوتا جن کا تعلق مذہب سے ہے لیکن یہاں خدا و رسول، اخلاق و آداب، سب سے پہلے خود "مملکت"، یعنی حکومت کا نمبر ہے جس میں سلطنت کے خلاف جنگ کرنا جس کا الزام مولانا حسرت موہانی پر مسلم لیگ کی صدارت کرنے کے سلسلے میں لگایا گیا تھا۔ اور حکومت کے خلاف نفرت و حقارت و بد دلی پھیلانا جس کے لئے مشہور دفعہ ۲۴ (الف) ہے۔ اور اسی قسم کے جرایم شامل ہیں، یہ ضرور ہے کہ "جرایم خلاف سکون عام"، کا نمبر عمال حکومت، اور عدالتوں کی توہین سے پہلے آیا ہے لیکن ابتداءً یہ جرم صرف تین قسم کے تھے، ایک پانچ یا زائد آدمیوں کا ناجائز اجتماع، دوسرے اتنے ہی آدمیوں کا بلوہ کرنا۔ تیسرے اسٹرک وغیرہ پر دو چار آدمیوں میں مار پیٹ، اور مختلف جماعتوں میں عداوت یا نفرت پھیلانا ان میں داخل نہ تھا، اور مطلق جرم نہ تھا۔ اسی لئے اس جرم کے لئے جو دفعہ بعد میں وضع کی گئی اسکو اس باب میں ایک علیحدہ نمبر دینا ناممکن تھا مجبور ہو کر اسے دفعہ ۱۵۳ کے بعد رکھ کر وہی نمبر صرف الف کے اضافہ کے ساتھ دیا گیا تقریباً اسے آخر میں ازالہ حیثیت عرفی کے نمبر کی، اور جان، مال

Marfat.com

اعضاء، دستاویزات، اور بیوی بچوں، سب کے بعد عزت آبرو کی باری آئی ہے۔ لیکن غنیمت ہے کہ سرکار کے تحفظ کے بعد رعایا کے امن وسکون کے تحفظ کا بھی انتظام کر دیا گیا۔ گو مذہب کی باری ان دونوں کے بعد آئی اور غنیمت ہے کہ عزت آبرو کی بھی چلتے چلتے باری آگئی۔ گو جان، مال وغیرہ سب کے بعد ہی کیوں نہ آئی ہو۔ مگر توہین انبیا و بزرگان دین کی باری اور اسطرح کروڑہا کروڑ کی تعداد والی ایک ملت کی سخت سے سخت دل آزاری کی باری آخر تک نہ آئی۔

تعزیرات ہند کی دفعہ ۴۹۹ کی رو سے سوائے ان دس حالتوں کے جو مستثنیٰ قرار دی گئی ہیں یہ ایک جرم ہے کہ کوئی شخص زبان سے، یا تحریر کے ذریعہ سے یا اشاروں سے، یا تصاویر کے ذریعہ سے کسی شخص پر اس نیت سے الزام لگائے یا اسکو شایع کرے کہ اس شخص کو نقصان پہنچے، یا یہ جان کر، یا اسکا یقین کرنیکی کافی وجوہ رکھ کر، کہ اسطرح الزام لگانا اس شخص کی حیثیت عرفی کو نقصان پہنچائیگا۔ اور اسی دفعہ کی پہلی تشریح کی رو سے ایک متوفی شخص پر بھی اس طرح الزام لگانا جرم ہے اگر وہ زندہ ہوتا تو اسکی حیثیت عرفی کو اس سے نقصان پہنچتا۔ اور اگر الزام لگانے والے کی نیت اس متوفی شخص کے خاندان، اور دیگر قریب کے عزیزوں کے جذبات کو ٹھیس لگانا ہے۔

اس دفعہ کی چوتھی تشریح میں درج ہے کہ کسی شخص پر کوئی الزام لگانا اس شخص کی حیثیت عرفی کو نقصان پہنچانا نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ الزام لگانا بلاواسطہ یا بالواسطہ دوسروں کے نزدیک اس شخص کے اخلاقی یا دماغی کیریکٹر کو کم نہ کر دے اور گھٹا نہ دے۔ یا اسکی ساکھ کو نہ بگاڑ دے، یا لوگوں کو یہ باور

Marfat.com

نہ کرادے کہ اس کا جسم کریہہ حالت میں ہے، یا ایک ایسی حالت میں جو عام طور پر شرمناک اور ذلیل خیال کی جاتی ہے۔ یقیناً اگر "رنگیلا رسول" نامی پمفلٹ کا طابع و ناشر ان چیزوں کو جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اس نے شایع کی ہیں کسی ایسے شخص کے خلاف شایع کرتا جو آج زندہ ہے تو ضرور دفعہ ۴۹۹ کی رو سے مجرم قرار پاتا۔ اور کسی متوفی شخص کے خلاف بھی شایع کرتا تو گمان کر لیا جاتا کہ اس کے خاندان اور اسکے قریب کے رشتہ داروں کے جذبات کو مجروح کرنا بھی ضرور اسکی نیت تھی لیکن نہ معلوم کہ افضل البشرؐ کے پاکیزہ ترین اخلاق کے متعلق یہ گندہ دہنی کیوں جرم نہیں؟ کیا صرف اس لئے کہ وہ تو صرف آج سے تیرہ سو برس پیشتر "بل الرفیق الاعلیٰ" "بل الرفیق الاعلیٰ" کہتا ہوا اس دنیا کو چھوڑ کر الرفیق الاعلیٰ کے پاس پہنچ گیا۔

یاد رہے کہ قانون فوجداری میں تمادی عارض نہیں ہوا کرتی، آج کے جرم کی سزا ابدالاباد تک دی جا سکتی ہے۔

یا اس لئے کہ اس گندہ دہنی سے نہ صرف اس کے خاندان والوں ہی کے جذبات کو ٹھیس لگیگی، بلکہ دنیا کے چالیس کروڑ غلامان غلام محمدؐ بھی اپنے جذبات کا اس طرح خون کئے جاتے وقت چیخ اٹھیں گے؟

لیکن میں اسوقت اس لئے وکیل سرکار کی شکایت کرنے نہیں بیٹھا ہوں کہ انہوں نے عدالت کو کیوں نہیں بتایا کہ دفعہ ۴۰۹ کے تحفظ سے ایک نبی کو محروم نہ ہونا چاہئے جبکہ اس نبیؐ کی امت کا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ شہری بھی اس سے محروم نہیں کیا گیا ہے۔ اسوقت میری غرض صرف اسقدر ہے کہ قارئین کرام کو سمجھا دوں کہ بہ از الہ حیثیت عرفی کا قانون اس غرض سے

Marfat.com

وضع نہیں کیا گیا تھا۔ جس غرض سے انگلستان کا قانون "لائبل" وضع کیا گیا تھا۔ بلکہ اسکے وضع کئے جانیکی غرض بالکل دوسری تھی، انگلستان کا قانون "لائبل" اس لئے وضع کیا گیا تھا کہ سکون عام میں خلل نہ پڑنے پائے، اور ہندوستان کا قانون متعلق ازالہ حیثیت عرفی اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ لوگوں کے قلوب بھی مجروح نہ ہونے پائیں، خواہ اس کا نتیجہ سکون عام میں خلل ہو یا نہو، انگلستان کا قانون "لائبل" اسی غرض سے وضع کیا گیا

. . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . .

ہے جس غرض سے ہندوستان کے قانون کی دفعہ ۱۵۳ (الف) یعنی امن و سکون عام کے تحفظ کے لئے لیکن دفعہ ۴۹۹ دربارہ ازالہ حیثیت عرفی امن و سکون عام کے تحفظ کے لئے وضع نہیں کی گئی تھی، بلکہ محض ہمارے انفرادی اور ذاتی سکون طبع کے تحفظ کے لئے، اور میرا مطالبہ یہ ہے کہ توہین رسول اکرم سے جو خلل ہم میں سے ہر ایک کے سکون طبع میں پڑتا ہے اس کا انسداد بھی اسی طرح کیا جائے کہ توہین انبیاء و بزرگان دین اور اس کے باعث ان کے پیروں اور ان کی عظمت کرنیوالوں کی دلآزاری خود ہی جرم قرار دیدیئے جائیں، خواہ سکون عام میں خلل پڑے یا نہ پڑے۔ ہم توہین انبیاء و بزرگان دین کو، اور اپنی دلآزاری کو انگلستان کے قانون "لائبل" کی پابندیوں میں جکڑنا نہیں چاہتے۔ کہ سکون عام میں خلل اندازی کی بخ نکالی جائے۔ جس طرح ہندوستان کا قانون ازالہ حیثیت عرفی محض ہماری دلآزاری کے لئے بھی ایک شخص کو مجرم قرار دے سکتا ہے اور اسکو سزا دے سکتا ہے اسی طرح قانون دربارہ توہین انبیاء و بزرگان دین اور بنا دیا جائے۔ تاکہ ہماری اس طرح کی دلآزاری کا

Marfat.com

انسداد ہو سکے۔

انگلستان میں اگر زبانی کچھ کہا جائے تو وہ "لائبل" نہیں ہے، لیکن ہندوستان کا قانون ازالہ حیثیت عرفی "لائبل" اور "سلانڈر" کے اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ اور زبانی الزام اور تحریری الزام دونوں کی مجرمانہ حیثیت کو تسلیم کرتا ہے۔ انگلستان میں چونکہ "لائبل" سے نقص امن کا اندیشہ ہے اس لئے یہ بھی کافی ہے کہ جس شخص کی "لائبل" کی گئی ہو اسی کو وہ تحریر ارسال کر دی جائے لیکن چونکہ ہندوستان کا قانون اس بارے میں نقص امن سے قطع نظر کرتا ہے اور اور بلا نقص امن کے اندیشہ اور احتمال کے بھی ازالہ حیثیت عرفی کو جرم قرار دیتا ہے۔ اس لئے کہ اس سے قلوب کو چوٹ لگتی ہے۔ اور اسکی بھی اس قانون نے ایک سزا ٹھہرادی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ کسی اور شخص کے سامنے الزام لگایا جائے۔ ورنہ ازالۂ حیثیت عرفی کس طرح ہو سکتا ہے۔ صرف اسی شخص کو جسکی حیثیت عرفی پر ضرب لگانا مقصود ہے وہ الفاظ سنا دینے یا لکھ کر دیدینے سے جرم نہیں قرار دیا جا سکتا۔ یہ ضرور ہے کہ جب تک کسی دوسرے کو وہ الفاظ نہ سنائے یا نہ دکھائے جائیں حیثیت عرفی میں فرق نہیں آ سکتا ہے لیکن یہ الفاظ صرف اسکو سنا کر بھی خود اس شخص کے قلب کو دکھایا جا سکتا ہے۔ مگر اس کیلئے تعزیرات ہند کی دفعہ ۵۰۴ وضع کر دی گئی ہے جو اس شخص کو مجرم قرار دیتی ہے جو عمداً کسی شخص کی ہتک کرے اور اس طریقہ پر اسکو اشتعال دے اور اسکی نیت یہ ہو، یا کم از کم وہ یہ جانتا ہو کہ یہ اشتعال شاید اس شخص سے نقص امن عام کرا دے، یا کسی اور جرم کا ارتکاب کرا دے۔ میرے نزدیک تو وکیل سرکار کنور دلیپ سنگھ کو بتا سکتے تھے کہ خبیث راجپال نے اس گندے پمفلٹ کو شائع

Marfat.com

کر کے اس کے خبیث مصنف کی اس جرم میں اعانت کی جس کا ذکر دفعہ ۵۰۴ تعزیرات ہند میں ہے۔ کیونکہ رسول اکرمؐ کی اس گندہ دہنی سے توہین کرنا بیشک ہر مسلمان کی عمداً ہتک کرنا۔ اور اسکو اشتعال دلاکر نقض امن پر آمادہ کرنا ہے۔ اور اس جرم کے ارتکاب کے لئے ضروری نہیں کہ واقعۃً مسلمانوں نے نقض امن کیا بھی ہو۔ مگر یہ ایک دوسری داستان ہے۔ میں ظاہر کر چکا ہوں کہ انگلستان کے قانون میں "لائبل" کے لئے تحریری ہونے کی شرط ہے اسلئے کہ اسکی بنا نقض امن کے اندیشہ پر ہے۔ اور اس کے لئے خیال کیا گیا ہے کہ چونکہ تحریر دیرپا بھی ہے۔ اور دور رس بھی اس لئے نقض امن کے بڑے پیمانے پر ہونے اور دیر تک ہوتے رہنے کا احتمال ہے۔ اور اسیکو اسقدر سنگین جرم بنایا جا سکتا ہے۔ مگر ہندوستان میں ازالہ حیثیت عرفی کے قانون کی بنا نقض امن پر نہیں ہے۔ بلکہ ایک شخص کی حیثیت عرفی کو نقصان پہنچنے سے اسکے اور اس کے اعزا، اور اقربا کے دلوں کے دکھنے پر ہے۔ اس لئے اس ذریعے سے، زبانی دلآزاری بھی جرم قرار دی گئی ہے۔ اور ہم کو اسی کا مطالبہ کرنا چاہئے۔ کہ انبیاء کرام، اور بزرگان دینؒ کی توہین اور اسکے ذریعہ سے ہماری دلآزاری اگر زبانی بھی ہو تو جرم قرار دی جائے۔ اور مجرم کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

انگلستان کے قانون میں ایک اور بھی امتیاز کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض الفاظ اگر وہ ضبط تحریر میں آگئے ہوں تو "لائبل" کا جرم سرزد ہو گیا لیکن اگر وہ صرف زبان سے ادا کئے گئے ہیں تو "سلانڈر" کا جرم سرزد نہیں ہوا

Marfat.com

یہ بھی اسی لئے کہ نقضِ امن کے اندیشہ پر قانون "لائبل" کی بنا ہے۔ اور قانون ازالۂ حیثیت عرفی کی بنا نقض امن کے اندیشہ پر نہیں ہے بلکہ ایک شخص کے دل دکھائے جانے پر ہے۔

المختصر ہمارا مطالبہ یہ ہونا چاہئے کہ جب ایک معمولی شخص کی توہین اور اسکے مرجانے پر بھی اسکے اعزا اور اقربا کی دلآزاری محض ان کے دل دکھنے کی بنا پر جرم قرار دی گئی ہے تو انبیائے کرام اور بزرگان دین کی توہین اور ان کے کروڑوں متبعین کی دلآزاری بھی صرف ان کے دل دکھنے کی بنا پر جرم قرار دے دی جائے۔ تاکہ ہم اس جھگڑے ہی میں نہ پڑیں۔ کہ کنور دلیپ سنگھ کا فیصلہ صحیح ہے یا اس پر جو مسٹر دلال نے رائے ظاہر کی ہے۔

ہمدرد کے اگلے پرچہ میں انشاء اللہ دفعہ ۱۵۳ (الف) سے بحث کیجائیگی اور اس سلسلہ میں کنور دلیپ سنگھ کے استدلال کی خامیوں کو بھی ظاہر کیا جائیگا اور ان کے آخری فیصلے کے صحیح یا غیر صحیح ہونے پر بھی پوری بحث کی جائیگی اور مسٹر دلال کے فیصلے میں جس رائے کا اظہار کنور دلیپ سنگھ کے فیصلہ کے متعلق کیا گیا ہے اس پر بھی بحث ہوگی۔ مگر قارئین کرام اجازت دیں تو اتنا عرض کردوں کہ محمد علی وہ شخص نہیں ہے جو کنور دلیپ سنگھ صاحب کے قصور سے اس بنا پر چشم پوشی کرے کہ اسے ان کے والد ماجد سے نیاز حاصل ہے اور ان کے بڑے بھائی اس کے ساتھ آکسفرڈ میں پڑھتے تھے اور اب بھی اس کے دوست ہیں۔ میں معمولی ملکی معاملات میں ان تعلقات کا پاس نہیں رکھتا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے معاملہ میں انکا پاس کیسے رکھا جائیگا؟

سال گزشتہ میں جب حج و زیارت اور مؤتمر عالم اسلام کے لئے میں

Marfat.com

شریک ہوئے گیا تھا تو میں نے اس عادت اور اس پر عمر بھر کی عادت، کو یہیں چھوڑ گیا تھا کہ اپنے اس بھائی کی غلامی اب نہ کروں گا جو میرے باپ کی جگہ ہے اسلئے کہ خوف تھا کہ اسکی خفگی کے ڈر سے موتمر عالم اسلام میں کسی ناروا بات پر سکوت نہ کر جاؤں۔ اور ارضِ پاکِ حجاز کے انتظامات اور احیائے خلافت راشدہ کے متعلق اظہار رائے کرتے وقت سوائے خدا کے خوف اور خدا کی خوشنودی کے اور سوائے رسول اکرم اور خلفائے راشدین کی تقلید کے کسی کے خوف اور کسی کی خوشنودی اور کسی کی تقلید کے خیال کی گنجائش نہیں۔

Marfat.com

# تقریر دلپذیر

(ہمدرد ۳- جولائی سنہ ۱۹۲۶ء)

اسی مسئلہ پر دہلی میں ایک عظیم الشان احتجاجی جلسہ منعقد ہوا تھا محمد علی نے ایک مسلمان کی آن کے ساتھ اس میں ایک یادگار تقریر کی۔

(مولف)

دنیا کے وسیع بتکدے میں ان دیکھے ایک خدا پر ایمان رکھنے والو! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرور کونین اور باعث تکوین دو عالم جاننے والو! میں تم سے کہتا ہوں کہ آؤ اللہ کے حکم پر عمل کرو، جو کام خود خدا، اور اسکے فرشتے کرتے ہیں اسکی تم بھی تقلید کرو، اللہ اور اسکے فرشتے رسول اکرم پر درود بھیجتے ہیں۔ آؤ ہم تم بھی اس ذات گرامی پر درود بھیجیں ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ (اس پر اس سارے عظیم الشان مجمع نے ایک آواز سے درود شریف پڑھا)

یامعشر المومنین! دہلی کا یہ جلسہ اپنی نوعیت میں تمام جلسوں سے علیحدہ ہے جس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت بنی پر یورپ میں الٹہ: ول کی



Marfat.com

جانب سے حملہ کیا جارہا تھا۔ اسوقت ہندوستان اور اس مرکز ہندوستان میں ایک بڑا بھاری اور مؤثر مظاہرہ کیا گیا تھا جسکی مثال اسوقت تک اس ملک میں کیا اور ممالک اسلامیہ میں بھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ لیکن آج رسول اللہ کی خلافت پر حملہ نہیں ہو رہا ہے، بلکہ آج خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس و اطہر پر حملہ ہو رہا ہے۔ اور یہ جلسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر لعنت کرنے کے لئے منعقد کیا گیا ہے۔ جو جوش خلافت رسول اللہ پر حملہ کے وقت تم نے دکھایا تھا۔ آج اس سے بیس گنا جوش دکھلاؤ اور یہی نہیں بلکہ دیکھو، یہ جوش اس جوش کی مدت سے بھی بیس گنی مدت تک قایم رہے۔

جس وقت سب سے پہلے مجھے لاہور کے فسادات کی خبروں کے ساتھ ساتھ ۵ مئی کو یہ چھوٹی سی خبر ملی کہ کنور دلیپ سنگھ نے "رنگیلا رسول" نامی گندے پمفلٹ کے طابع و ناشر راجپال کو بری کر دیا۔ اور اپنے فیصلے میں لکھا کہ یہ گندہ ذہنی کے ساتھ رسول اکرم کی توہین، اور مسلمانوں کی سخت طبعی دلآزاری ضرور ہے مگر یہ جرم دفعہ ۱۵۳ (الف) کے تحت میں نہیں آتا۔ اور وکیل سرکار بھی نہیں بتا سکے کہ اور کس دفعہ کی تحت میں یہ جرم ہے، تو میں نے اسکے دوسرے ہی دن مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب کو اپنے غریب خانہ پر بلا کر ان حضرات کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ ان فسادات لاہور سے بھی کہیں زیادہ خطرناک یہ چھوٹی سی خبر ہے۔ اس فیصلہ نے رسول اکرم و اقدس کی توہین اور آپکی شان میں نہایت ہی گندہ ذہنی سے گستاخیوں کے لئے ایک پھاٹک کھول دیا ہے۔ وہ فیصلہ صحیح ہو یا غلط، مجھے اس سے اسوقت بحث نہیں جبتک وہ فیصلہ

Marfat.com

یونہی موجود ہے۔ اس قسم کی بلکہ اس سے بھی بدتر گندہ دہنی کے لئے پھاٹک کھلا ہوا ہے۔ اور ہمیں سب سے اول اس پھاٹک کو بند کرنا ہے اور جو ریزولیوشن آپ کے سامنے ابھی پڑھکر سنایا گیا ہے اور جس کے علاوہ کوئی دوسرا رزولیوشن آج پیش نہیں کیا جائیگا۔ وہ تمامتر اسی اہم ترین مقصد کے حاصل کرنے کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ اصل شے وہ ہے باقی سب امور جزئیات ہیں اور ہمیں اسوقت اپنی ساری توجہ کو اسی اصلی شے کے لئے وقف کر دینا چاہئے۔ اگر اس پھاٹک کو جو اس فیصلہ نے کھول دیا ہے بند نہ کیا گیا۔ تو ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں فسادات لاہور سے کہیں زیادہ خطرناک اور مہلک فسادات برپا ہونیکا اندیشہ ہے۔ اس فیصلہ کے بعد مسلمانوں کے جو جذبات ہیں ان کا ہر طرف مظاہرہ ہو رہا ہے۔ اور یقیناً دہلی میں مسلمانوں کا اس سے زیادہ شاندار جلسہ نہ کبھی ہوا نہ ہو ہی سکتا ہے۔ لیکن میں اپنے ان ہندو بھائیوں سے جو نیچے بیٹھے جلسہ کی روداد اپنے اخبارات وغیرہ کے لئے لکھ رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ ہندو بھائیوں کو میری طرف سے سنادیں کہ مجھے سخت افسوس اور حیرت ہے کہ ابتک انہوں نے اس گندے پمفلٹ پر جسکے طابع و ناشر کو ہائیکورٹ نے بالکل بری کر دیا۔ اس طرح اظہار نفرت نہیں کیا ہے جس کا وہ یقیناً مستحق ہے۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ ہندوستان بھر کے ہندو بھائیوں کو مطلع کر دیں کہ کوئی مسلمان خواہ کانگریس کا ممبر ہو۔ یا خواہ وہ جمعیت خلافت میں داخل ہو۔ خواہ وہ ہندوؤں کے ساتھ کتنی ہی محبت کیوں نہ رکھتا ہو۔ وہ رسول اکرم تو کیا غلامان غلام رسول کی بھی توہین کو کبھی گوارا نہیں کر سکتا۔ (نعرہ ہائے تحسین۔ بیشک، بیشک، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں) ایک

Marfat.com

مسلمان کے جتنے تعلقات ہیں، خواہ ماں باپ کے ساتھ، خواہ اولاد کے ساتھ خواہ بیوی کے ساتھ۔ خواہ شوہر کے ساتھ، دوستوں کے ساتھ یا دشمنوں کے ساتھ سب کے سب خداوند کریم کے واسطے سے ہیں۔ بلا اس واسطہ کے ہمارا کسی سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک مسلمان جب کسی عورت سے نکاح بھی کرتا ہے تو خود قرآن کریم کے الفاظ میں وہ عورت اللہ کی ضمانت پر اسکے سپرد کیجاتی ہے۔ اگر اللہ کی یہ ضمانت درمیان میں نہ ہوتی تو محمد علی کی وہ بیوی جو اس قنات کے پیچھے بیٹھی ہے، اس میں اور چاوڑی بازاری ایک گندی عورت میں کوئی فرق نہ ہوتا۔

پس اگر ہم ان تعلقات کے رشتہ کو توڑ ڈالیں جو ہمارے اور ہمارے خدا اور اس کے سب سے زیادہ برگزیدہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان میں ہیں تو دنیا کا اور کوئی تعلق بھی باقی نہیں رہ سکتا۔ نہ وطن کی محبت کا رشتہ باقی رہ سکتا ہے۔ نہ حکومت کے ساتھ وفاداری کا۔ نہ کانگریس کی ممبری کا، نہ خلافت کی ممبری کا، نہ نان کوآپریشن کا، نہ کوآپریشن کا۔ نہ مہاتما گاندھی کے ساتھ محبت کا، نہ کسی مسلمان کے ساتھ محبت کا۔ (بلند اور پیہم نعرہ ہائے تحسین) میں مبالغہ ہرگز نہیں کر رہا ہوں۔ نہ مسلمانوں کی کھوئی ہوئی محبت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیئے یہ کہہ رہا ہوں۔ مسلمانان دہلی کا یہ کس قدر عظیم الشان اجتماع ہے۔ مگر مجھے اسکی مطلق پرواہ نہیں۔ یہ میرے ساتھ محبت کرے یا نہ کرے۔ مجھے جس چیز کی پرواہ ہے وہ اس خدا کی خوشنودی ہے جس کا محبوب وہ رسول ہے جس کی اس گندے پمفلٹ کے مصنف نے اس گندہ ذہنی کے ساتھ توہین کی ہے۔ یہ کوئی شاعرانہ قول نہیں ہے۔ یہ خدا کا بنایا ہوا وہ قانون ہے جو قرآنِ

Marfat.com

کریم اور حدیث شریف کے "کوڈ" میں موجود ہے۔ سنو، اس خدائی پینل کوڈ کی سب سے زیادہ مشہور دفعہ یہ ہے:

قل ان کان اباؤکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفٰسقین ہ

اسی رسول کی معرفت جسکی شان میں اس گندہ ذہن کتے نے سخت ترین گستاخیاں کی ہیں جو اس گندے پمفلٹ کا مصنف ہے خدا نے ہم تک یہ قانون پہنچایا ہے۔ کہ اگر تمہارے ماں باپ، تمہارے لڑکے لڑکیاں، تمہارے بھائی بہن تمہارے میاں بیوی، تمہارا کنبہ، قبیلہ، تمہارا وہ مال جسکو تم نے اپنا پسینہ گرا کر کمایا ہے، تمہاری وہ تجارت جس کے مندے پڑ جانے کے خیال سے تم لرزا کرتے ہو، تمہارے وہ مکانات جن میں رہنا سہنا تمہیں بہت بھاتا ہے، تمہیں خدا اور اسکے رسول اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب اور پیارے ہیں تو اچھا ٹھہرو، خدا کے حکم کا انتظار کرو۔ دیکھو وہ کیسا دردناک عذاب تمہیں دیتا ہے۔ اور وہ نافرمانوں کی قوم کو راہِ راست کی طرف ہدایت نہیں کیا کرتا بولو، تعزیرات ہند کی کس دفعہ میں ایسی سخت سزا کا حکم ہے؟

تم جانتے ہو کہ ہم مسلمان ہیں، مگر تم نہیں جانتے کہ مسلمان کس کو کہتے ہیں؟ یہ عبدالعزیز صاحب وکیل عدالت بیٹھے ہیں۔ اگر کسی شخص کو یہ اس کے متوفی عزیز کا ترکہ دلانے کے لئے عدالت میں جا کر پیروی کریں اور کہیں کہ شرع اسلام کے مطابق یہ جائداد میرے موکل کو ملنی چاہئے تو فریق ثانی اپنی

Marfat.com

اسی پنجاب ہائی کورٹ اور پریوی کونسل تک میں صرف یہ کہہ کر ہار سکتا ہے کہ یہ شخص مسلمان ہی نہیں۔ شرع اسلام کی رو سے یہ کیسے نزکہ مانگ سکتا ہے اسکو تو رسول اکرمؐ اپنے ماں باپ اور اپنے بیٹے بیٹیوں اور تمام نوع انسانی سے زیادہ محبوب نہیں! یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے یا نہیں؟

میرے ہاتھ میں اسوقت "گرو گھنٹال" نامی اخبار کا وہ پرچہ ہے جس میں اس گندے پمفلٹ کے طابع و ناشر کے خلاف وہ فیصلہ شایع ہوا تھا، جو مسٹر فیلبوس، لاہور کے سٹی مجسٹریٹ نے صادر کیا تھا۔ اس میں آج ہی میں سے وہ اقتباسات پڑھے ہیں جو اس گندے کتے کی اس گندی کتاب سے لئے گئے۔ جس کا نام اس نے "رنگیلا رسول" رکھا ہے۔ اگر یہ سچ ہے جیسا کہ جسٹس دلیپ سنگھ کہتے ہیں کہ کوئی قانون موجود نہیں جو اس گندہ دہنی کے ساتھ رسول اکرم کی توہین کی، اور مسلمانوں کی اس دلآزاری کی جو اسکے باعث طبعاً ہوئی ہے اسکے طابع و ناشر کو سزا دے سکے، تو اسکا نتیجہ کیا ہوگا؟

میں جناب صدر کی خدمت میں عرض کروں گا کہ آپ نے اس رزولیوشن کے تیار کرنے میں ایک بڑی غلطی کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر اسکا تدارک نہیں کیا گیا اور فوراً قانون کی اصلاح نہیں کر دی گئی تو سخت اندیشہ ہے کہ مسلمان اس اضطراری حالت میں جو بالکل طبعی ہوگی قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیں گے؟ ہاں صاحب، میں بھی ہمیشہ مسلمانوں کو کہتا آیا ہوں کہ خدارا کہیں قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لے لینا۔ اگر تم صبر نہیں کر سکتے ہو، اگر تم ہندوؤں کو معاف نہیں کر سکتے ہو۔ اگر تم سوراج کا، اور سوراجی عدالتوں کا انتظار نہیں کر سکتے ہو، تو جاؤ اس سرکار کی عدالت میں جا کر استغاثہ کرو،

Marfat.com

مگر یہاں تو جسٹس دلیپ سنگھ خود فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ کی گندہ دہنی کے ساتھ توہین کرنے اور مسلمانوں کے دلوں کو گھائل کر دینے کے خلاف اس سرکار کا کوئی قانون موجود نہیں ہے۔ اگر یہ امر واقعی ہے اور میرا بھی خیال یہی ہے تو پھر مسلمان کس قانون کو ہاتھ میں لے لیں گے؟ مسلمان خالی ہاتھ ہیں۔ اور وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے نہیں سکتے۔ البتہ خالی ہاتھوں سے اس گندہ دہن پمفلٹ کے مصنف اور اسکے طابع و ناشر کے کلوں پر گلے لگا سکتے ہیں۔ میں جب نماز مغرب کے بعد اس جلسے میں شریک ہونے کے لئے مسجد جامع سے آرہا تھا تو دیکھا کہ پولیس کے سواروں کا ایک دستہ بھی یہاں آرہا تھا۔ میں اس دستہ کے سواروں سے کہوں گا کہ بھائیو! تمہارا یہاں کام نہیں یہاں بالکل امن ہے تم اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاؤ اور سرپٹ دوڑا کر ڈپٹی کمشنر صاحب اور چیف کمشنر صاحب کے بنگلوں تک پہنچو۔ اور ان سے کہو کہ انبیا اور بزرگانِ دین کی توہین اور ان کے پیروؤں اور ان کا احترام کرنے والوں کی دلآزاری کے خلاف کوئی قانون موجود نہیں ہے جو لوگوں کے جذبات کو مجروح ہونے سے بچائے۔ یا جسے لوگ اپنے ہاتھ میں لے سکیں۔ ڈر ہے کہ یہ خالی ہاتھ لوگ کہیں قانون کی جگہ ہاتھ میں ڈنڈا لے کر ایسے مجرموں کا جیسا کہ راجپال ہے سر نہ پھوڑنے لگیں۔ خدارا جلدی وائسرائے کو تار دیجئے کہ شملہ میں ماہ اگست میں اسمبلی کا جلسہ ہو گا اس میں فوراً نیا قانون پاس کرا دیں جیسا کہ خود جسٹس دلیپ سنگھ چاہتے ہیں اور جب تک وہ پاس ہو ایک آرڈیننس نافذ کر دیں (نعرہ ہائے تحسین اور ضرور ضرور)

اگر دفعہ ۱۵۳ (الف) راجپال کے سنگین جرم پر حاوی ہو بھی اور جسٹس

Marfat.com

دلیپ سنگھ کا فیصلہ غلط بھی ہو، تب بھی مجھے ان کی رائے سے اتفاق ہے کہ توہین انبیا و بزرگان دین اور اسکے ذریعے سے لوگوں کے مذہبی جذبات کو گھائل کرنا خود ایک جرم بنا دیا جائے اور ۲۹۷ میں اس کا اضافہ کر دیا جائے کہ جو ایسا کرے گا اسکو یہ سزا دی جائے گی۔ اور اسکو سکون عام کے نقض سے قطع نظر ہی ایک مستقل جرم قرار دیا جائے۔

اگر جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلے کو رد ہی نہ کیا گیا اور نیا قانون بھی وضع نہ کیا گیا تب تو مجھے اندیشہ ہے کہ مسلمانوں کو روکنا تھامنا ناممکن ہو جائیگا۔ اور دوسروں کے متعلق کیا کہوں، خود محمد علی کے سر پر جنون سوار ہو جائیگا۔ اور وہ بھی وارفتہ ہو جائیگا (بلند او پیہم نعرہائے تحسین)

Marfat.com

# آمدن بہ اجازت

(ہمدرد - ۵ اگست ۱۹۲۷ء)

"قصور قاضی کا نہیں قانون کا ہے" یہ نعرہ بلند کر کے محمد علی نے اپنے تئیں ہجوم اعدا اور نرغہ مخالفین میں محصور کرا دیا لیکن وہ اس مخالفت سے دبنے والے نہ تھے انہوں نے مضمونوں اور تقریروں کا ایک تار باندھ دیا۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک نہیں روکا جب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو گئے یعنی توہین انبیاء و بزرگان دین کا قانون بنا نہیں لیا۔ اسمبلی سے اسے منظور نہیں کرا لیا۔

لاہور کے ایک جلسہ میں وہ اپنے خیالات کا اظہار کرنے جانا چاہتے ہیں بعض دوست روکتے ہیں بعض عزیز منع کرتے ہیں۔ کچھ مخالف گالیاں دے دے کر سنگ راہ بننا چاہتے ہیں۔ مگر محمد علی کا عزم ان چیزوں کو کب خاطر میں لاتا تھا

پنجاب کے جن "بھائی" کے "عتاب نامہ" کا ذکر ہے وہ سید غلام بھیک صاحب نیرنگ ہیں۔

"واہ البخاری" سے مراد مولینا عبدالقادر قصوری ہیں۔ تو سین کے نام میں نے لکھے ہیں۔ مولینا نے اپنے مضمون میں جگہ خالی چھوڑ دی تھی لیکن چونکہ حضرت محمد علی کی تسوید کے زمانہ میں میں نے مرحوم کا اصلی خط دیکھا تھا۔ اسلئے



Marfat.com

خالی جگہ میں نے پُر کر دی ہے۔ (مؤلف)

---

ہمدرد مورخہ ۲ر اگست میں انسداد توہین بزرگان دین کے سلسلہ میں لکھنؤ کی دعوت کے بعد دو اور دعوتوں کا ذکر کر چکا ہوں۔ آج لاہور کی دعوت کا ذکر کسی قدر تفصیل سے سنئے۔

جب میرے مجھلے بھائی مولینا ذوالفقار علی خاں صاحب نے لاہور سے مجھے ٹیلیفون پر دعوت دی تو اسکا اطمینان کرکے کہ یہ جلسہ محض قادیانی جماعت کا نہ ہوگا بلکہ تمام اسلامی فرقے توہین رسول اکرم کے خلاف مجتمع ہو کر اسکے انسداد کے لیے تدابیر سوچیں گے۔ اور خواہ مخواہ کنور دلیپ سنگھ کی برطرفی کا مطالبہ نہ کیا جائیگا اور حکومت کی نہ بیجا مخالفت کیجائیگی، نہ بیجا تعریف اور خوشامد کی جائیگی۔ میں نے اس دعوت کو قبول کیا۔ اسکے بعد لاہور سے جامعہ ملیہ کے ایک پرانے پرجوش طالبعلم کا جو میرا شاگرد عزیز رہ چکا ہے ٹیلیفون آیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ

"میں نے کیا غضب کیا ہے کہ لاہور آرہا ہوں، یہ جلسہ تو قادیانیوں کا ہے، اور گورنمنٹ اسے منعقد کرا رہی ہے، مجھے ہرگز لاہور نہ آنا چاہیے"

اسکے جواب میں میں نے اس عزیز سے کہا کہ میں مذہباً اپنے بڑے بھائی صاحب کو گمکردہ راہ سمجھتا ہوں۔ لیکن جھوٹا نہیں سمجھتا، اور جو کچھ انہوں نے موچی دروازہ کے ایک پرجوش اور مجھ سے بہت کچھ محبت رکھنے والے بھائی نے ٹیلیفون پر فرمایا تھا سب دہرا دیا۔

اس پر اس عزیز نے کہا کہ "اگر آپ آئے تو اندیشہ ہے کہ کوئی شخص

Marfat.com

آپ کی شان میں گستاخی نہ کر بیٹھے، اور کوئی فساد نہ ہو جائے''

اس پر کسی قدر ہنسکر، اور کسی قدر ترشی اور تلخی کے ساتھ، مگر اسکو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ یہ عزیز میری اولاد کی طرح ہے میں نے پوچھا:-

''کیا تو مجھے ڈراتا ہے؟

جواب وہی ملا جسکی توقع تھی اور اس سوال کا وہی اثر ہوا جو مطلوب تھا، اس عزیز نے کہا:-

''حاشا وکلا وہ گستاخی کبھی نہیں کر سکتا، یہ محض اس محبت کا تقاضا تھا جو آپ سے مجھ کو جامعہ کے زمانے سے لیکر آجتک ہے۔''

میں نے جواب دیا کہ جب مجھے پہلے بلایا گیا تھا تو میں نے انکار کر دیا تھا اس لئے کہ بظاہر مسلمانان لاہور و پنجاب ایک راستہ پر پڑ چکے تھے اور کسی کی رہنمائی درکار نہیں جانتے تھے بلکہ انہیں اسی راستہ پر ایک رفیق سفر درکار تھا جو راستہ کی دشواریوں کو اگر آسان نہ کرتا تو کم سے کم ان کے ساتھ ہی ان دشواریوں کو برداشت کرتا۔ میرا راستہ دوسرا تھا۔ اور میں اسی راستہ پر چل سکتا تھا اسلئے کہ میرے نزدیک وہی راستہ صحیح ہے۔ اور منزل مقصود کی طرف وہی راستہ ہمیں لے جا سکتا ہے۔ اس راستہ میں جتنی بھی دشواریاں آئیں گی ان کے برداشت کرنے کے لئے میں تیار ہوں اور سینہ سپر رہنے کے لئے آمادہ و مستعد ہوں۔

اس جواب کو ہمدرد [illegible] صاف صاف پڑھ لینے کے بعد بعض ذمہ دار مسلمانان لاہور مجھے دعوت دیتے ہیں تو میں بجواب کہتا ہوں کہ کاش لاہور کے وہ بھائی جو مجھ سے متفق نہیں ہیں اب متفق ہو جائیں اور سب پرا باندھ کر آگے بڑھیں لیکن اگر ان کو حق حاصل ہے کہ مجھ سے اختلاف

Marfat.com

کریں، تو اوروں کو کیوں حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اُن سے اختلاف کریں؟
ایک ہفتہ ہوا تھا کہ پنجاب کے ایک بھائی کا عتاب نامہ صادر ہو چکا تھا، جس کا ابتدائی فقرہ یہ تھا کہ:-

"خدا کے واسطے آپ مقدمہ راجپال کی بحث کو اور ہر ایسے مضمون کو جو اس بحث سے لفظاً یا معناً ظاہراً یا باطناً، صراحتہً یا اشارۃً یا کنایۃً، بلاواسطہ یا بالواسطہ کوئی تعلق قریب یا بعید، حقیقی یا فرضی، واقعی یا وہمی، اصلی یا مصنوعی رکھتا ہو بند اور قطعاً بند کر دیجئے"

ان کے جواب میں میں نے یہی عرض کر دیا تھا کہ:-

"نوازشنامہ ابھی ملا - ابتدائی فقرہ پڑھا - اور چونکہ اس سلسلہ میں جو کچھ لکھنا تھا وہ سب کچھ لکھ چکا ہوں صرف ۱۵۳ (الف) کے متعلق وہ آخری چیز لکھنا باقی ہے جو برہان قاطع و دلیل ساطع ہے، جو اس وقت تک کسی کو قائل کئے بغیر نہ رہتی اسلئے ایک مضمون اور لکھ کر آپ کے حکم کی تعمیل آسان تھی لیکن اس ابتدائی فقرہ کی ابتدا پر بھی نظر پڑی تو "خدا کا واسطہ" نظر آیا اس نے مجبور کر دیا کہ جب تک آپ کی اور پنجاب کی صلاح نہ ہو جائے لکھے جاؤں"

برادرم یہ تو سوچا ہوتا کہ دیوانہ را ہوئے بس است، آپ سر فضل کا واسطہ دیتے، سر ذوالفقار علی خاں کا واسطہ دیتے ڈاکٹر اقبال کا واسطہ دیتے، ڈاکٹر کچلو کا واسطہ دیتے

Marfat.com

رانا فیروز الدین کا واسطہ دیتے۔ چودھری افضل حق کا واسطہ دیتے
غازی عبد الرحمن کا واسطہ دیتے، رواہ البخاری کا واسطہ دیتے
حبیب الرحمن لدھیانوی کا واسطہ دیتے، زمیندار کا واسطہ دیتے
انقلاب کا واسطہ دیتے۔ سیاست کا واسطہ دیتے، خود اپنا
واسطہ دیتے، تو میں ہر ایسے مضمون کو جو توہین رسول اکرم
کے انسداد کی تدابیر سے لفظاً یا معناً، ظاہراً یا باطناً، صراحۃً، یا
اشارۃً یا کنایۃً، بلاواسطہ یا بالواسطہ، قریبی، یا بعیدی، حقیقی
یا فرضی، واقعی یا وہمی۔ اصلی یا مصنوعی، مخفیانہ یا مشتہرانہ،
تعاونی یا عدم تعاونی، ہندو بھائی یا مسلم لیگی۔ شدھی یا
تبلیغی، سنگھٹنی یا تنظیمی، سوراجی یا جوابی تعاونی، پنجابی یا دیسی
ایشیائی یا یورپی، مشرقی یا مغربی۔ حامی یا سامی یا یافثی اغرض
کسی قسم، نوع، جماعت، منبع، طریقہ یا انداز کا تعلق رکھتا ہو
بند اور قطعاً بند کر دیتا۔ مگر وہ غریب پنجابی مسلمانوں کو گمراہ
کر رہے ہیں۔ اور آپ ساری خدائی کو چھوڑ کر ایک خدا کا
واسطہ دیتے ہیں کہ ان کو گمراہ کرنے دو، ان کو گمراہ ہونے
دو۔ میرا قیاس ہے کہ آپ نہ خدا کو جانتے ہیں نہ محمد علی کو!
جیسے ان کرم فرما کے عتاب نامے میں اور بھی چند باتیں تھیں جنہوں نے
قلب کو سخت تکلیف پہنچائی تھی، اور میں نے یونہی تفصیلاً ان کا جواب دیا تھا
اور ظاہر کر دیا تھا کہ جب (نعوذ باللہ من ذالک) میری نافہمی اور جیسے
راسخون فی العلم کو بھی مشیت نے بھی کم درجہ کی معلوم ہوں، اس ... میں

Marfat.com

فرمانے نہیں کہ ماھذا من عند اللہ تو میرے قلب کو سخت سے سخت تکلیف کیوں نہ پہنچے۔ ان کا جواب آچکا تھا، لہجہ بالکل بدلا ہوا تھا۔ لیکن نہ صرف میرے "اجتہاد" سے اختلاف تھا، بلکہ اپنی آزادی رائے اور اسکے اظہار کے حق کو بتانے کے بعد بھی، میری آزادی رائے اور اسکے اظہار حق کو صلب کرنے پر اصرار تھا۔ مجھے زیادہ سے زیادہ اتنا حق دینے کی توفیق ملی تھی کہ ایک دو بار اپنی رائے کا اظہار کر دوں اور پھر خاموش ہو جاؤں اور جنہیں میری رائے سے اتفاق نہ ہو وہ تو اپنی رائے کو بار بار دہراتے رہیں اور انکی تائید میں جلسے کراتے رہیں جو تکلیف مجھے اس نیاز مندانہ حق تلفی سے ہوئی تھی، اس کا اثر قلب پر باقی تھا۔ اور جب میں نے دیکھا کہ یہ مرض اسقدر متعدی ہے کہ بزرگوں سے اُتر کر خوردوں تک پہنچ چکا ہے تو میں نے اس عزیز کو ایک بار کسی قدر ترشی اور تلخی سے جواب دیکر دوسری بار محبت اور پیار سے سمجھایا کہ اگر مسلمانان لاہور و پنجاب مجھ سے اتفاق نہیں کر سکتے تو کیا اسکو بھی گوارا نہیں کر سکتے کہ میں اپنی رائے کا ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اظہار ہی کر سکوں؟

میں جانتا ہوں کہ (اور اپنے عنایت نامہ لکھنے والے کرمفرما کو بھی لکھ چکا تھا) کہ پنجاب میں "ہمدرد" کے پڑھنے والے کتنے کم ہیں، اور پنجاب کے اخبار "ہمدرد" سے میرے خیالات نقل کرنے میں بھی کس قدر بخل سے کام لیتے ہیں لیکن جب خداوند کریم نے بعض پنجابی بھائیوں کو اس پر آمادہ فرمایا کہ مجھے بلا کر نہ صرف میرے خیالات کا ایک تقریر میں اظہار کرائیں، بلکہ اپنے ایک بڑے جلسے میں صدارت بھی مجھ سے کرائیں تو مجھے کیوں تامل ہو سکتا ہے؟ کیا اور لاہور؟

Marfat.com

بھائی اتنا تحمل بھی نہیں فرما سکتے کہ میری بات سُن سکیں؟ میں دنگے اور فساد کے لئے نہیں آرہا ہوں میرے سامنے تو مولانا کا یہ شعر ہے ؎

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

میں اس لئے نہیں آرہا ہوں کہ مجسٹریٹ اور پولیس ہمارے جلسوں میں امن قائم رکھیں یا انہیں منتشر کردیں۔ اس سے زیادہ شرم کی کیا بات ہوسکتی ہے کہ کفار توہین رسول اکرمؐ کریں اور ہم مسلمان اس پر لعنت بھیجنے کے وقت بھی مجتمع ہوں تو ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں۔ اگر ۲۲ جولائی کو ایک ہی جلسہ نہیں ہوتا اور سب کو ایک ہی قسم کی تجاویز منظور نہیں ہیں تو دو جلسے منعقد کئے جائیں۔ مگر طعن اور لٹھ بازی ہوگا تو نہ ہوا اور نہ ہم خود کس طرح توہین رسول اکرمؐ کا دروازہ بند کر سکیں گے؟" اس سے میرا یہ عزیز بہت متاثر ہوا۔ اور اس لئے تو مجھے لاہور آنے دیا۔ یہ "آمدن بہ اجازت" ابتدا تھی۔

اسکے بعد میرے عزیز بھائی حسام الدین صاحب امرتسری کا ٹیلیفون آیا۔ اور اسکا بھی قریباً وہی مطلب تھا۔ میں نے انکو بھی سمجھا دیا کہ میں کس غرض سے اور ان حضرات کی دعوت پر آرہا ہوں۔ اور عرض کیا کہ بڑے افسوس سے کہ دو جلسے ہوں بھی تو دونوں کے لئے ایسے مختلف اوقات مقرر کئے جائیں کہ لوگ دونوں میں شریک ہوسکیں۔ چونکہ میں ان کے وقت بارہ بجے سے پہلے لاہور نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اسلئے جمعہ کے جلسہ کی صدارت ممکن نہ تھی۔ اور چونکہ دوسرے دن علی الصباح ہی عازم ... تشریف ہونے والا تھا اسلئے جمعہ ہی کو دوپہر کے اور رات کے وقت تک صدارت کرسکتا تھا۔ میں نے

Marfat.com

پوچھا کہ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک جلسہ اول وقت یعنی مغرب کے بعد ہی ہو جائے اور دوسرا عشاء کے بعد شروع کیا جائے۔

حسام الدین صاحب نے میرے قادیانی بھائی کی شکایت کی کہ انہوں نے اپنے امام کے حکم سے پہلے تو جلسہ کو نماز جمعہ کے بعد ہی رکھا تھا لیکن جب خلافت والوں نے اپنا جلسہ رات کو رکھا تو انہوں نے وقت بدلکر وہی وہی وقت اپنے جلسے کے لئے رکھ لیا۔ میں نے اس پر اظہار افسوس کیا اور کہا کہ میں بھائی سے ضرور پوچھونگا۔ اور اگر وقت میں کوئی تبدیلی ہوسکی تو ضرور کراؤں گا۔

اسکے بعد پھر ٹیلیفون کی گھنٹی بجی، اور میرے بھائی مولانا ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر نے فرمایا کہ بھائی، سن رہا ہوں کہ تمہیں لاہور آنے سے روکا جارہا ہے۔ جب تم نے کل ہماری دعوت قبول کرلی تو میں نے پوسٹر شایع کرا دئے اور چیپاں کرائے۔ اگر اسکے بعد بھی تم نہ آئے تو تم اندازہ کرسکتے ہو کہ میری کیا حالت ہوگی۔ میری لاج تمہارے ہاتھ ہے۔

میں نے عرض کیا کہ آپ کی لاج میرے ہاتھ ہرگز نہیں۔ خود میری لاج میرے ہاتھ ہے۔ "عہد" تو یقیناً "مسئول" ہے۔ میں وعدہ کرچکا ہوں، آپ مجھے یقین دلا چکے ہیں کہ یہ جلسہ تمام مسلمانوں کا ہے کسی خاص فرقہ کا نہیں اور کنور دلیپ سنگھ کی برطرفی کا مطالبہ نہیں کیا جائیگا نئے قانون کے وضع کئے جانے پر زور دیا جائیگا۔ پھر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ میں نہ آؤں؟ اگر کوئی صاحب یہ مشہور کر رہے ہیں کہ مجھے حکومت نے اپنا آلۂ کار بنا کر قادیانیوں کے ذریعے سے بلوایا ہے تو میری تقریر خود ظاہر کردے گی کہ

Marfat.com

کہ احکم الحاکمین کا آلہ کار بنکر آیا ہوں یا کسی انسانوں کی حکومت کا۔

جلسوں کے اوقات کے متعلق میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہی نہیں کہ دونوں بار تصادم محض غلط فہمی کی بنا پر ہوا۔ بلکہ اسی باعث ہوا کہ میرے بھائی تصادم کو بچانا چاہتے تھے، غلطی یہ ہوئی کہ دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے سے پوچھکر اوقات مقرر نہیں کئے۔ غالباً پہلے دونوں نے ایک ہی وقت کا اعلان کیا تھا۔ جب میرے بھائی کو اسکا احساس ہوا تو انہوں نے وقت بدل دیا۔ مگر اسی طرح خلافت کے عہدہ داروں کو بھی جب اسکا احساس ہوا تھا تو وہ بھی وقت بدل چکے تھے۔ مولانا ذوالفقار علی خاں صاحب کو بطور شاہد کے پیش کیا۔ اور میں اس شہادت پر مطمئن ہو گیا۔

میں لاہور گیا۔ میرے لاہوری بھائیوں نے اسٹیشن پر بھی میرا نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا۔ مگر میں نے نہایت ادب سے لاہور میں بھی وہی عرض کر دیا جو انبالہ پہنچکر عرض کیا تھا کہ میں جلوس وغیرہ کی قسم کی کسی چیز کو پسند نہیں کرتا اور اگر اس پر اصرار ہوگا تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ یہی مظاہرے رشک و حسد پیدا کرنے والے ثابت ہوئے ہیں۔ اور انہی مظاہروں نے عوام کو بھی گمراہ کر دیا ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ مذہب اور ملک کی بس یہی خدمت ہے کہ چند لیڈروں کے گلے میں سیکڑوں ہار ڈالدیئے جائیں اور ان کے جلوسوں میں ہزاروں لوگ شریک ہوں۔ اور ان کے شان میں نعرہ اور قصیدے پڑھے جائیں۔

ایک زمانہ تھا جبکہ نئی تعمیر کے لئے یہ چیزیں ہمیں بھی جائز معلوم ہوتی تھیں لیکن اب تلخ سے تلخ تجربوں نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ یہ مظاہرے بے سود

Marfat.com

ہی نہیں، بلکہ سخت مضر ہیں۔ مجھے یقین دلایا گیا کہ جلوس نہیں نکالا جائیگا۔ لیکن پھر بھی ایک وردی پہنے ہوئے موچی دروازے کے رضاکار نے بار بار جوش کی حالت میں اپنا بگل بجایا۔ اور بہت سے رضاکاروں نے مجھے اس غرض سے گھیر لیا کہ راستہ صاف ہو جائے، حالانکہ راستہ اسطرح اور بھی گھر جاتا ہے۔

میں نے اسٹیشن سے چلتے ہی بھائی سے کہا کہ میں حسام الدین صاحب سکرٹیری صوبہ خلافت کمیٹی سے ملنا چاہتا ہوں۔ اگر ہو سکے تو وہیں لے چلئے انہوں نے یقین دلایا کہ وہ خود ہی فوراً میرے پاس تشریف لانے والے ہیں چنانچہ وہ اور شفاعت اللہ خان صاحب تشریف لائے اور تخلیہ میں دیر تک گفتگو فرماتے رہے۔

ایک خط یہاں میں درج کرتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ جتھہ بندی نے مسلمانوں کو کس قدر منتشر کر دیا ہے اور ایک دوسرے کے خلاف کس قدر بدگمانیاں دلوں میں بھری ہوئی ہیں یہ خط ملاحظہ ہو:-

مکرم و محترم مولانا

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ آپ بار بار فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے پبلک رائے کی کوئی پرواہ نہیں آپ کا یہ ارشاد بہت حد تک صحیح ہے لیکن پبلک رائے کی مخالفت ہر حال میں کہاں ضروری ہے۔؟

آپ کو کل سلامت صاحب نے اور ارکان خلافت نے لاہور کے صحیح حالات بتا دیئے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ جلسہ قادیانیوں کا ہے۔ اور اس میں انگریزوں کی پولیس حفاظت کے لئے بلائی گئی ہے (وہی پولیس جسکی ملازمت کو آپ حرام کہہ چکے ہیں) اشتہار کی عبارت ڈپٹی کمشنر

Marfat.com

کے مشورے سے لکھی گئی ہے۔ اور ہر کام انگریزی حکومت کے اشارے اور ایما سے کیا گیا ہے۔ اس لئے آپ پر لازم تھا کہ ایسے جلسے میں شامل ہونے سے احتراز فرماتے جبکہ خلافت والوں کا جلسہ بھی ہونے والا تھا۔

لیکن جب آپ تشریف لے آئے ہیں تو کچھ باتیں از روئے عقیدت و اخلاص عرض خدمت کرتا ہوں۔

(۱) پنجاب کی ٹوڈی وغیرہ کا ذکر نہ کیا جائے۔

(۲) دلیپ سنگھ کے استعفے کی مخالفت نہ کی جائے۔ (کیونکہ وہ خود اب اپنا وقت ختم ہو چکنے پر ججی سے علیحدہ ہو جائیں گے)

(۳) خلافت والوں کے جلسے میں بھی شریک ہو جیئے۔

(۴) مولوی ظفر علیخاں صاحب کے ساتھ صلح کے لئے کوشش فرمائیے۔ اسلئے کہ مسلمانوں کو اتنا غصہ نہ چاہئے۔ مولوی صاحب موصوف غالباً تیار ہو جائیں گے۔

بالآخر عرض کرتا ہوں کہ خدارا آپ اپنی گزشتہ غلطی کا خیال کیجئے گا۔ پنجاب کیا سارا ہندوستان آپ کی پیروی کرنے کے لئے تیار ہے بشرطیکہ آپ کا لب ولہجہ، ہمدردی میں درست ہونا چاہئے۔ اور آپ خود لیڈری کی خواہش نہ کریں تاکہ خود دنیا آپ کو اپنا لیڈر تسلیم کرے۔

ابن سعود کے معاملہ میں آپ حق پر تھے لیکن جو طریقہ آپ نے اس حق کے اظہار کا اختیار کیا وہ چنداں خوش آیند نہ تھا۔ آج مسلمانوں کے مفاد کی خاطر آپ مولوی ظفر علیخاں صاحب کے ساتھ صلح کر لیں تاکہ

Marfat.com

دُنیا آپ کو بُردبار اور عفو شعار، کہہ سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں آپ کی عزت دوچند ہو جائے گی۔

آپ کا عقیدت مند

سید محمد عبداللہ ایم اے سابق متعلم جامعہ

ملاحظہ ہو کہ یہ خط ایک ایسے شخص کا لکھا ہوا ہے کہ جو مجھے محترم بھی کہتا ہے اور اپنے تئیں میرا عقیدتمند بھی ظاہر کرتا ہے۔ لیکن سارا خط ایسا ہے کہ مجھ سے کاتب کے احترام کا پرزور مطالبہ کرتا ہے اور مجھے اس کا عقیدتمند بنانے پر مصر ہے۔

یہ صاحبزادے عمر میں شاید میری لڑکیوں سے زیادہ نہ ہوں گے لیکن مجھے وعظ و پند سے سرفراز فرمانے میں ذرا تامل نہیں۔ "احکام عشرہ ربانی" کے انداز میں میرے لئے احکام صادر فرمائے گئے ہیں۔ کہ یہ ضرور کرنا اور یہ ہرگز نہ کرنا۔ یہی وہ "نیم حکیم خطرۂ جان،، نیم ملا خطرۂ ایمان،، ہیں جو آج مسلمانوں اور ہندوؤں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ یہی وہ "تعلیم یافتہ،، حضرات ہیں جو اپنے زعم باطل میں، اپنی نفس پرستیوں اور خود غرضیوں کے باعث "پبلک،، بن بیٹھے ہیں اور خادمان ملک و ملت کو دبانا۔ ڈرانا دھمکانا، اور لالچ دلانا چاہتے ہیں۔ ان کو راضی کر لیجئے پھر آپ کی لیڈری مسلم! یہ اور ان کے بنائے ہوئے لیڈر ہی وہ لوگ ہیں جن کی شان میں آیا ہے کہ "پیراں نمی پرند مریداں می پرانند،، میں ایسی پیری سے باز آیا۔ اور ایسے مریدوں کو دور ہی سے سلام کہتا ہوں۔ افسوس اس کا ہے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ آخر ہیں کس کے سکھائے ہوئے؟ تمہیں نے تو انہیں جامعہ میں تعلیم و تربیت دی تھی، افسوس

Marfat.com

ہے کہ میں اپنے ان شاگرد کو اسوقت تک نہ پہچان سکا۔ خدا کرے کہ میں نے انہیں ایک دن بھی نہ پڑھایا ہو، ورنہ خوف ہے کہ کہیں حشر میں مواخذہ نہ کیا جائے۔ بہرحال میں بھی مبلغ ہوں، وکیل کسی کا نہیں ہوں یقیناً میں نے ان "خورد دار" کو اپنے بزرگوں کی نصیحت کے لئے یہ ناصحانہ انداز نہیں سکھایا تھا۔

Marfat.com

# وائسرائے کے نام خط

(ہمدرد - ۲۹ - اگست ۱۹۲۷ء)

---

ذیل میں سب سے پہلے اس خط کی نقل شایع کی جاتی ہے جو محمد علی نے لارڈ اروِن (اب لارڈ ہالی فیکس) وائسرائے ہند کو بھیجا تھا۔ اس کا جو جواب وائسرائے کے پرائیویٹ سکریٹری اور مسٹر ایس ام داس لا ممبر حکومت ہند نے دیا وہ بھی درج ہے۔ (مؤلف)

---

بخدمت پرائیویٹ سکریٹری

کیمپ وائسرائے شملہ

کوچہ چیلان - دہلی -

جناب من !

بسلسلہ اپنے خط مورخہ ۲۵ - جولائی کے جو اجمیر سے آپ کے نام ارسال کیا تھا جسکے ساتھ اجمیر کے جلسے کی کارروائی کی نقل بھی ملفوف کی گئی تھی، اور جسکے جواب میں آپ مطلع فرماتے ہیں کہ ہز اکسلنسی وائسرائے نے آپ سے خواہش کی ہے کہ آپ میرا شکریہ ادا کریں۔ میں ہز اکسلنسی اور ان کی گورنمنٹ کی توجہ کے لئے



Marfat.com

ایک جدید دفعہ کا مسودہ ارسال کرنیکی جسارت کرتا ہوں۔ جو تعزیرات ہند کے باب پانزدہم ،جرایم متعلق مذاہب ،، میں اس غرض سے اضافہ کی جائے کہ انبیا و اولیا اور اشخاص کی عمداً توہین و تذلیل کا جن کو مختلف طبقات کے لوگ ایسی ہی تقدیس کرتے ہوں سدباب کیا جائے۔

مجالس مقننہ کے اراکین کے غور و توجہ کے لئے میں نے پہلے ہی اس کو شایع کر دیا ہے۔ تاکہ ان میں سے کوئی صاحب اسکو پسند کریں اور منظوری ہز اکسلنسی جمعیت مقننہ میں بطور اپنے مسودہ قانون کے پیش کرنے کی اجازت حاصل کریں۔ چنانچہ یہ امر واقعہ ہے کہ ان میں سے ایک صاحب نے بذریعہ تار مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ ایسا کرنے کے خواہش مند ہیں۔ انہوں نے کسی اخبار میں دفعہ مذکور کے مسودہ کو پڑھکر یہ طے کیا ہوگا کیونکہ ذاتی طور سے میں نے ان سے مراسلت نہیں کی۔ اور نہ مسودہ مذکور کی کوئی نقل ان کے پاس ارسال کی تھی۔ ہز اکسلنسی کی گورنمنٹ کی توجہ کے لئے میں یہ عرض کروں گا کہ وہ سرکاری مسودہ قانون کی حیثیت سے اسکو پیش کرائیں۔ ہز اکسلنسی بیک نظر اسکا معلوم کر سکتے ہیں کہ مجوزہ دفعہ قانون جسکو میں نے مرتب کرنے کی جسارت کی ہے کوئی فرقہ وارانہ حیثیت نہیں رکھتی۔ بلکہ اس سے منشا ان تمام مقدس ہستیوں کی توہین و تضحیک کی سزا دینی ہے۔ جنکو اشخاص کی کوئی جماعت بلا امتیاز عقیدہ اور ملت کے خاص تقدیس اور حرمت کی نظر سے دیکھتی ہو اور اسلئے ہندو نمائندگان بھی اسطرح کے قانون کے نفاذ کی تائید کر سکتے ہیں۔ بلکہ فی الواقع اسکو بطور اپنے مسودہ بل کے اسی طرح بلا ادنیٰ تامل کے پیش کر سکتے ہیں جس طرح کہ کوئی مسلمان اسے پیش کرے اور یہی عیسائی اور یہودی سکھ اور پارسی بودھ اور جین مت

Marfat.com

والوں کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے۔ نیز ہز اکسلنسی یہ امر بھی بسہولت تمام معلوم کر سکتے ہیں کہ صرف ایسی مقدس ہستیوں کی عمداً اور بے لگام توہین و تضحیک ہی کو جرم قرار دیا جانا تجویز کیا گیا ہے۔ اور خاص زور ملزم کی نیت پر دیا گیا ہے اور جہاں نیت صرف یہی ہو کہ کسی شخص کے مذہب کی توہین کی جائے یا اسکے مذہبی حسیات کو مجروح کیا جائے وہی شخص مجرم قرار دیا گیا ہے۔ ایسی مقدس ہستیوں کی سیرۃ اور ملکات کی سنجیدہ تنقید اور ان کے افعال اور خیالات سے ناپسندیدگی ظاہر کرنے کے متعلق تبصرہ جو نیک نیتی سے اور تاریخی یا مذہبی صداقت و حقیقت معلوم کرنے کی غرض سے کیا جائے ان کے متعلق تصریح کے ساتھ یہ ظاہر کر دیا گیا ہے کہ وہ قطعاً جرم نہ قرار پائیں۔ مسلم وفد کا جواب دیتے ہوئے جو اس سلسلے میں گزشتہ ماہ جون کے وسط میں سر مالکم ہیلی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا انہوں نے بالکل صحیح طور سے ایسے مباحث کی پوری آزادی برقرار رکھنے پر زور دیا تھا جو تاریخی یا مذہبی صداقت و حقیقت معلوم کرنے کے لئے کئے جائیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ آزادی اس مسودہ میں جسے میں نے مرتب کرنے کی جسارت کی ہے کامل طور سے برقرار رکھی گئی ہے کیونکہ خود ان ہی کے الفاظ مسودہ کی تشریح میں شامل کر لئے گئے ہیں جس امر کا سد باب مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ یہ آزادی کہیں بے اعتدالی میں مبدل نہ ہو جائے۔

ہز اکسلنسی اس امر سے ضرور واقف ہوں گے کہ انگلستان میں کسی فرد واحد کو ملکی مذہب سے نہایت ملایم اور معتدل تخاطب کے ذریعے پھیر لینا قانوناً جرم ہے جیسا کہ کمشنران قانون نے جنہوں نے تعزیرات ہند کی تدوین کی ہے۔ اپنی رپورٹ میں بیان کیا ہے اور اگرچہ یہ صحیح ہے کہ زمانۂ حال میں جج صاحبان

Marfat.com

ایسی نظیریں دیتے رہے ہیں کہ اگر مناظرہ و مباحثہ میں شائستگی و سنجیدگی کا لحاظ رکھا جائے تو مذہب کے بنیادی باتوں اور اصول دین پر بھی بلا اسکے کہ ارتکاب کنندہ کو کفریہ توہین کا مجرم گردانا جائے حملہ کیا جا سکتا ہے۔ بہر کیف مدوّنین تعزیرات ہند انگلش کامن لا اسٹیچیوٹ کی پابندی سے آزاد رہے۔ جسکو برطانوی پارلیمنٹ نے ایسے زمانہ میں پاس کیا تھا جبکہ مذہبی رواداری کے دعاوی کو برتری و تفوق حاصل نہ تھا۔ اور نصب کلیسا نے قانون سلطنت سے صرف ایک ہی مذہب کی صداقت کو تسلیم کرایا۔ کمشنران قانونی نے لکھا تھا کہ: لیکن یہ عیاں و مبرہن ہے کہ اس ملک کا قانون کسی ایک مذہب کی صداقت کو یا بطلان کو قانون میں متجاوز عن المباحثہ نہیں قرار دیا گیا۔ اس لئے یہاں پوری آزادی دی گئی ہے۔ لوگوں کو ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں تبدیل کیا جا سکے۔ لہذا مختلف مذاہب کے بانیوں اور دوسرے ایسی ہستیوں کے اقوال اور خود انکی مثال پر بحث کیا جا سکتی ہے جنکو ان کے متبعین خاص تقدس و احترام کی نظر سے دیکھتے ہوں اس آزادی کو ہم بھی قایم و برقرار رکھنے کا خواہشمند ہوں۔ اور جو نشہ تج مسودہ میں سے لی ہے۔ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ وہ اس غرض و منشاء کے لئے کافی و وافی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ میں جس چیز کو محفوظ رکھنا چاہتا ہوں اور وہ ہی امن و امان عامہ کے اغراض کے لئے اور نیز اس غرض کے لئے کہ کسی مذہبی جماعت یا افراد کی اذیت اور آزار رسانی سے لوگوں کو باز رکھا جائے۔ وہ مذہبی مباحثہ و مناظرہ کی شائستگی و سنجیدگی ہے۔ یہ صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ بانیان مذاہب اور مذہبی عقاید و اعمال کے ایسے ہی دیگر پیشواؤں کی بے لگام سب و شتم کرنے سے ایسے اشخاص کو باز رکھا جائے جو تاریخی یا مذہبی حقیقت و صداقت معلوم کرنے کے قطعاً اہل نہیں ہیں

Marfat.com

اور جن کی صرف یہ نیت ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کے مذہب کی محض اسلئے توہین کریں کہ وہ ان کا مذہب نہیں ہے اور ان کے حسیات مذہب کو مجروح کریں۔ اگر کوئی منافرت موجود ہے جو مناظرہ مذہبی کی منافرت سے بھی زیادہ بدتر ہے تو وہ نیم جاہل اور لامذہب "سیاسئین" کی بدولت ہے جو محض دنیاوی اغراض کیوجہ سے بین الملی بغض وحسد وبے اعتقادی کے بیج بونے سے ظاہر کی جا رہی ہے۔

خود انگلستان میں جب منکرین مذہب مروجہ کو ایسے ایسے تاریخی مراکز علوم میں بھی جیسا کہ آکسفورڈ ہے سولی پر زندہ جلایا گیا تھا۔ لوگ اپنی ہی زبان میں اس شخص کے خیالات پڑھنے لگے جو ایک نسل پہلے لارڈ چانسلر رہا اور جس نے اٹوپیا تصنیف کی تھی۔ سر تامس مور نے اس خیالی وطن "کامن ویلتھ" دولت مشترکہ کے قایم کرنے والے سے اس قانون کے نفاذ کو منسوب کیا تھا "جو شخص جو مذہب چاہے اختیار کرے۔ اور دوسروں کو اس میں بحث دلیل کے زور سے اور محبت کے طریقے سے داخل کرے مگر مخالف رائے رکھنے والوں کے خلاف کوئی تلخی و ناگواری نہ اور اسکو سوائے ترغیب کے کوئی دوسری قوت و زور نہ استعمال کرنا چاہیے اور اس میں ملامت اور تشدد کی آمیزش نہ ہو اور جو لوگ اسکے خلاف کریں گے وہ جلاوطنی اور غلامی کی سزا کے مستوجب نہ ہوں گے"۔

یہ بیان کیا گیا تھا کہ اس نے یہ قانون "نہ صرف امن عامہ کو محفوظ رکھنے کے لئے بنایا ہے۔ جس میں روزانہ کی بحث و تکرار اور غیر ممکن الاصلاح جوش و غضب کی وجہ سے خلل واقع ہوتا ہے۔ بلکہ خود مذہب کے فوائد و اغراض کے لئے اسکی ضرورت تھی"۔

مور کے معاصر جرمنی کے میلنگتھن نے بھی کہا تھا کہ اس قسم کے مذہبی مباحثوں

Marfat.com

سے کسی چیز کو اتنا ضرر نہیں پہنچتا جس قدر کہ خود مذہب کو۔

بظاہر ان ہی اصول پر کمشنران قانونی بسرکردگی لارڈ میکالے تعزیرات ہند کی تدوین کرنے کے لئے بیٹھے تھے۔ باب پانزدہم "جرایم متعلق مذہب" کو شروع کرتے وقت انہوں نے لکھا تھا کہ:-

وہ اصول جس پر باب ہذا مدوّن کیا گیا ہے ایک ایسا اصول ہے جس پر تمام حکومتوں کا عمل کرنا پسند ہوگا۔ لیکن جس سے برطانوی حکومت ہندوستان کے اندر بغیر اسکے کہ سوسائٹی کو تباہی و بربادی کے خطرہ میں ڈال دے گریز نہیں کرسکتی۔

وہ اصول یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے مذہب کے قبول کرنے میں آزادی ہو اور یہ کہ کسی شخص کو دوسرے کے مذہب کی توہین کی اجازت نہ ہو۔ ہمارے نزدیک یہ سوال کہ کسی مذہب کی توہین کی پاداش میں سزا دی جائے یا نہیں اس سوال پر مطلق منحصر نہیں ہے کہ وہ مذہب سچا ہے یا جھوٹا۔ مذہب جھوٹا ہو یا سچا ہو مگر جو اذیت کہ اس قسم کی توہین سے اس مذہب کے ماننے والوں کی ہوتی ہے وہ تو اصلی ہے اور جیسا کہ بہت سطحی ملاحظہ اور ادنیٰ تامل سے یقین ہو سکتا ہے یہ اذیت اکثر حالات میں ایسی واقعی اذیت اور اسقدر شدید تکلیف کا باعث ہوتی ہے جیسا کہ کسی کی ذات یا جائداد یا کسی کے بال بچوں کے خلاف کسی جرم کے ارتکاب سے پہنچائی جائے اور نہ کسی قسم کا بدل اس اذیت کے لئے ہو سکتا ہے مباحثہ حقیقت میں صداقت کے معلوم کرنے کا وسیلہ ہوتا ہے لیکن توہین میں اس قسم کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا۔ اور توہین کے کلمے سچے مذہب کے خلاف بھی ایسی ہی آسانی کے ساتھ کئے جا سکتے ہیں جیسا کہ انتہائی درجہ کے توہمات

Marfat.com

بینی پر ۔ باطل کے خلاف دلائل کا قایم کرنا آسان ہے ، بہ نسبت صداقت کے ، لیکن صداقت کے مندروں کو منہدم کرنا یا بے حرمت کرنا اسی قدر آسان ہے جس قدر کہ باطل کے مندروں کا ۔ ان اشخاص کے مجمع کو جو متبرک اور ہاتفلانہ پرستش کے اغراض کے لئے مجتمع ہوں ۔ فحش گفتاری اور شور و غل سے دق کرنا ایسا ہی آسان ہے جس قدر ان لوگوں کو دق کرنا جو نہایت مہمل مراسم میں مشغول ہوں ۔ ایسے حملوں سے جو غلط خیالات کے خلاف کئے گئے ہوں ، شاذ و نادر ہی اسکے علاوہ دوسرا اثر ہوتا ہے کہ یہ خیالات اور بھی زیادہ راسخ ہو جائیں اور مذہبی تکرار میں ایک خاص قسم کی خونخواری پیدا ہو جائے اور بجائے صداقت کے معلوم کرنے کے تعصبات کو زیادہ مشتعل کردیں یہ تمام باتیں ہندوستان کے حالات پر خاص طور سے منطبق ہوتی ہیں ۔ غالباً ایسا کوئی ملک نہیں ہے جس میں حکومت کو رعایا کے مذہبی اشتعال سے اس درجہ اندیشہ ہو ۔

انہیں اصولوں پر برطانوی حکومت نے اب تک ایک ممتاز طریقہ اور خیال پر عمل کیا ہے ۔ ور ایسی ہی نمایاں کامیابی کے ساتھ اور انہیں اصولوں پر ہم تعزیرات ہند کا یہ حصہ مرتب کرتے ہیں ،،

ہم نے کمشنران قانونی کی رپورٹ میں سے اسقدر طویل اقتباس صرف یہ ظاہر کرنے کے لئے پیش کیا ہے کہ میں نے اس باب کی دفعات میں جسے انہوں نے مرتب کیا تھا ۔ اضافہ کرنیکی جو کوشش کی ہے وہ بالکل اس اسپرٹ کے مطابق ہے جس کے ماتحت انہوں نے اپنے کام کا آغاز کیا تھا ۔ نیز یہ اسی مقصد کی تکمیل کی لئے ہے جو ان کے پیش نظر تھا ۔ بلاشبہ ان لوگوں نے

Marfat.com

تعزیرات ہند کے اس حصہ کو نہایت حزم و احتیاط سے مرتب کیا ہے۔ تاہم انسان
کا کوئی کام ایسا نہیں ہوتا جس میں جان بوجھ کر شریر لوگوں کو لاکھوں انسانوں
توہین کے لئے کوئی گنجائش باقی چھوڑی جائے۔ اور اس طرح اس مذہب کے
بانی، کو جیسا کہ دوسرے مذاہب والے عام طور پر اسے کہتے ہیں شرمناک
طور پر گالیاں دیکر انہیں شدید طور پر صدمہ پہنچایا جائے۔ اور ان کی گمراہ
تخیل کی بناء پر اسے اور اسکے خاندان کو دوزخ میں دکھلایا جائے۔ مقننان
قانون نے بیشک کسی عبادت گاہ یا کسی ایسی چیز کو جسے ایک طبقہ متبرک سمجھتا
ہو۔ توڑنے، پھوڑنے، نقصان پہنچانے یا بےحرمتی کرنے کو کسی ایسی جماعت میں
جو کسی مذہبی عبادات یا مراسم کی ادائی میں مشغول ہو، مداخلت کرنے۔ کسی عبادت گاہ
یا قبرستان یا کسی ایسی جگہ میں جو تجہیز و تکفین کے مراسم کی ادائی کے لئے مخصوص ہو
یا جہاں لاش دفن کی جاتی ہو بیجا طور پر داخل ہونے یا کسی لاش کی توہین کرنے
یا کسی ایسی جماعت میں فساد برپا کرنیکو جو تجہیز و تکفین کے لئے جمع ہو جرم قرار دیا
ہے۔ مگر بڑا تعجب ہے کہ انہوں نے انبیاء، بانیان مذہب، اولیاء اور بزرگ
ایسی مقدس ہستیوں کی تضحیک، توہین اور دشنام دہی کو جنہیں مختلف مذاہب
کے ماننے والے مخصوص طور پر قابل احترام سمجھتے ہیں جرم قرار نہیں دیا۔ خواہ ایسے
اشخاص کی نیت جو اس قسم کی تضحیک کرتے ہیں دوسروں کے مذہب کی توہین
کرنی اور ان کے حسیات کو مجروح کرنا ہی کیوں نہ ہو یقیناً اگر [illegible]
مندر کی بےحرمتی یا توڑنے پھوڑنے سے یا انکی جماعت کو خواہ وہ [illegible]
عبادت کے لئے جمع ہوتی ہو یا انتہائی درجہ کی مہمل مراسم کے لئے [illegible]
یا تہمت زنائی سے تنگ کیا جائے تو اگر اس سے اسے تکلیف پہنچتی ہے تو ان کے

Marfat.com

بانی کی قصداً تضحیک توان کے لئے اور بھی زیادہ باعث تکلیف ہوگی۔ کیونکہ ان نئے مذہب کے اسی بانی نے انہیں عبادت گاہوں کی تعمیر اور انکو متبرک جاننے اور وہاں متبرک عبادت کے لئے جمع ہونے کی تعلیم دی ہے۔

یہ سچ ہے کہ اس باب میں ایک دفعہ ۲۹۸ کے نام سے موجود ہے جسکی رو سے کسی شخص کے مذہبی حسیات کو مجروح کرنیکی نیت سے قصداً نہ صرف زبان سے کوئی لفظ نکالنے کو جرم قرار دیا گیا ہے، بلکہ اشارہ کرنے اور آواز نکالنے یا کوئی شے رکھنے کو بھی جرم قرار دیا گیا ہے۔ مگر ایسا کرنا صرف اسوقت جرم ہے جبکہ وہ الفاظ جن سے تکلیف پہنچے ادا کئے جائیں۔ یا آواز نکالی جائے، یا اشارہ بھی کیا جائے۔ یا وہ چیز اس شخص کے سامنے رکھی جائے، پس کتاب پمفلٹ رسائل اور اخبارات کے وہ مضامین جو نہایت فحش گندے قسم کے ہوں کشر ان قانونی نکتے بہانے ہوئے اس قانون کی زد سے بالکل بچ جاتے ہیں۔

دفعہ ۱۵۳ الف کی تدوین بعد میں اسوجہ سے کرنی پڑی ہے کہ اس کی رو سے ان جرائم کے متعلق کارروائی کیجائے جو امن عامہ میں خلل ڈالیں، اور انکی وجہ سے لوگوں کے مختلف طبقات میں نفرت و عداوت کے جذبات پیدا کرکے امن کو نقصان پہنچنے کا امکان ہو۔ مگر اس دفعہ میں جرائم متعلق مذاہب کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ گو یہی جرائم مختلف مذہبی جماعتوں میں اس قسم کے جذبات پیدا کرنے میں بہت زیادہ تقویت بخش سکتے ہیں۔

کسی شخص کو دفعہ ۱۵۳ (الف) کے ماتحت مجرم ثابت کرنے کے لئے، یہ ضروری ہے، کہ یہ بھی ثابت کیا جائے کہ ملزم کا ارادہ تھا کہ اس نے خواہ کامیابی کے ساتھ یا ناکامی کے ساتھ ایک جماعت کے خلاف نفرت و عناد پیدا

Marfat.com

کرنیکی کوشش کی۔ صرف اس مذہب کے رہنما کی توہین کو ہندوستان کی عدالت ہائے عالیہ نے بظاہر کبھی جرم قرار نہیں دیا چہ جائیکہ پریوی کونسل کی جوڈیشل کمیٹی اسے دفعہ ۱۵۳ الف کے ماتحت جرم قرار دیتی۔ یہی وجہ ہے کہ کنور دلیپ سنگھ نے باوجود یہ تسلیم کرنے کے ملزم راجپال نے ملت مسلمانان کے جذبات کو مجروح کیا ہے اور پیغمبر اسلام کی نہایت پاجیانہ طریقہ پر توہین کی ہے۔

چونکہ موجودہ قانون ناکافی ہے اس لئے وہ مجبور رہے، چنانچہ انہوں نے بھی وہی مشورہ دیا جو میں اسوقت پیش کر رہا ہوں کہ اس قسم کے پاجیانہ اور فحش حملے، جو مقدس مذہبی ہستیوں پر کئے جائیں۔ ایک جدید دفعہ کی رو سے صریحاً جرم قرار پائیں جو دفعہ ۲۹۷ کے انداز پر مرتب کی جائے۔

عدالت عالیہ کے ڈویژنل بنچ کے فیصلے نے کنور دلیپ سنگھ کے فیصلہ کی نظر ثانی نہیں کی ہے۔ اور چیف جسٹس براڈوے نے بھی اس جج کی قانونی بحث کی صحت یا عدم صحت کے متعلق کوئی رائے ظاہر نہیں کی ہے اور قانون کی انہوں نے جو تعبیر کی ہے اگر اسے صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تو وکیل دونوں مقدمات میں باسانی تفریق کر سکتا ہے۔ کیونکہ راجپال نے صرف پیغمبر (صلعم) اور آپ کے خاندان کی تضحیک کی ہے۔ مگر رسالہ دوزخ میں پیغمبر کے پیرووں کو دوزخ میں دکھلایا گیا ہے۔ اور یہ جرح کی جا سکتی ہے کہ ملت مسلمانان سے نفرت پیدا کرنیکی کوشش کی گئی تھی، صرف پیغمبر ہی کی تضحیک مسلمانوں کو برافروختہ کرنے کے لئے کافی ہے، لیکن یہ ثابت کرنا دشوار ہوگا کہ انہیں صرف تضحیک کرنے والے ہی کے خلاف نہیں، بلکہ اس جماعت کے خلاف مشتعل کرنیکی کوشش کی گئی جس جماعت سے خود تضحیک کرنیوالے کا تعلق ہے اور بلاشبہ ایک طبقہ یا جماعت کے خلاف

Marfat.com

اشتعال پیدا کرنا ہمیشہ جائز نہیں ہوتا جبکہ جرم کا ارتکاب ایک فرد واحد نے کیا ہو۔ اور خصوصاً جبکہ اسمیں اسکی جماعت کی کوئی سازش ثابت نہ ہوتی ہو۔ علاوہ بریں یہ بہت زیادہ مشتبہ ہے کہ مجرم نے اس قسم کی تضحیک سے مد مقابل جماعت کو اپنی جماعت کے خلاف اکسایا۔ کم سے کم اتنا تو ضرور ہے کہ ایک ایسے شخص کو جو اپنی انفرادی حیثیت میں۔ اور یہ اسکی اپنی جماعت کے خواہشات کے خلاف ہو سکتا ہے ا دوسری جماعت کے مذہب کی توہین کرتا ہے اور اسکے حسیات کو پیغمبر یا ولی یا کسی اور مقدس ہستی کی تضحیک کر کے مجروح کرتا ہے۔ اسطرح سزا دینا براہ راست جرم نہیں ہے بلکہ گھما پھرا کر ہے۔ ان حالات میں میرا خیال ہے کہ دفعہ ۱۵۳ الف کو تو یونہی ان لوگوں کو سزا دینے کے لیے چھوڑ دیا جائے جو ایک جماعت کی تضحیک کریں اور دفعہ ۲۹۷ کے بعد تعزیرات ہند میں ۲۹۷ الف بڑھا دی جائے، جو ان لوگوں کے متعلق ہو جو بانیان مذاہب کی یا ان لوگوں کی توہین کریں جنہیں کوئی جماعت اسی عزت اور اسی احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہو۔

قانون تعزیرات ہند کی تدوین کرنیوالوں کی غلطیوں اور فروگزاشتوں کی کئی بار تصحیح کی گئی ہے اور درست کیا گیا ہے۔ چنانچہ دفعہ ۱۵۳ الف خود اسکی ایک مثال موجود ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہز اکسلنسی کی حکومت اس قانون کی دفعہ ۲۹۷ کے بعد ایک ایسی جدید دفعہ کے اضافہ میں پس و پیش نہ کرے گی جسکی غرض یہ ہو کہ اسکے ذریعہ سے ایک اور جرم متعلق مذہب کی سزا دی جا سکے۔ یعنی ایک شخص کے مذہب کی توہین کرنا اور ایسی مذہبی ہستیوں کی تضحیک کے ذریعے سے اسکے حسیات کو مجروح کرنا جسے اسکی جماعت خاص احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہو۔ جرم ہو بحالیکہ لوگوں کے مذہب کی توہین اور ان کے حسیات کو دوسرے

Marfat.com

طریقے پر مجروح کرنیکو جو بلاشبہ اس سے کہیں کم تکلیف دہ ہے۔ ملک کے مروجہ قانون کی رو سے جرم قرار دیا گیا ہے۔

میں یہ بھی عرض کردوں کہ میں نے الفاظ کے انتخاب میں بڑی احتیاط کی ہے یعنی صرف وہی الفاظ اور جملے استعمال کئے ہیں جو قانون تعزیرات ہند میں استعمال کئے جاچکے ہیں۔ تاکہ اس جدید دفعہ کی تعبیر میں جسے میں نے مرتب کرنے کی جرأت کی ہے۔ نہ عدالت کو نہ وکیل کو اور نہ ملزم کو (اگر میں یہ ان لوگوں کے لئے استعمال کرسکتا ہوں جن کے متعلق یہ فرض کیا جاتا ہے کہ وہ قانون کی متابعت نہیں کرتے اسلئے خود قانون ان کی متابعت کرتا ہے) کوئی زحمت نہ ہو۔ ان لوگوں کی آسانی کی خاطر جو میرے مسودہ پر غور کریں گے میں نے قانون کے تمام الفاظ کا جہاں جہاں سے وہ اخذ کئے گئے ہیں پورا حوالہ دیدیا ہے۔

میں اس عریضہ کی طوالت کی معافی چاہتا ہوں۔ لیکن مسئلہ کی اہمیت اور اسکی فوری ضرورت میرے لئے عذر ہیں۔ میں نے اس سے قبل ہز ایکسلنسی یا ان کی حکومت کی کبھی اس طرح تضیع اوقات نہیں کی ہے اور اب بھی جو یہ کر رہا ہوں تو وہ محض دوسروں کے لئے ہے۔ مجھ جیسا شخص بھی جو قانون کو تسلیم نہ کرتا ہو یہ نہیں چاہتا کہ لوگ قانون کو اپنے ہاتھ میں لیں اور ایک دوسرے کا سر پھوڑیں اور ایسی صورت میں جبکہ کوئی قانون موجود نہ ہو۔ جیسا کہ مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے وہ اپنی شکایت کو دور کرنے کے لئے کوئی دوسری راہ تلاش کرسکتے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ آپ میرے خط کو ہز ایکسلنسی کے سامنے پیش کردیں گے اور بہت جلد آپ سے ممکن ہو مجھے اطلاع بخشیں گے کہ انہوں نے اور انکی حکومت نے اس بارے

Marfat.com

میں کیا کارروائی اختیار کرنا طے کیا ہے۔

میں ہوں آپ کا وفادار

محمد علی

ایڈیٹر کامریڈ و ہمدرد

ہز اکسلنسی وائسرائے کے پرائیویٹ سکریٹری کے پاس سے ۲۰۔ اگست کو اسکا مندرجہ ذیل جواب آیا۔

جناب من! مجھہ سے خواہش کی گئی ہے کہ میں آپ کے خط مورخہ ۱۴؍ اگست کے موصول ہونیکی رسید ارسال کروں جو حکومت ہند کے محکمہ داخلیہ کے پاس بھیجدیا گیا ہے۔

آپ کا وفادار

دستخط اسسٹنٹ پرائیویٹ سکریٹری وائسرائے

آنریبل مسٹر ایس آر داس، ممبر قانون نے مولانا کے خط کا جو جواب دیا وہ حسب ذیل ہے:۔

"ہرٹ ہاف" شملہ

۱۹؍ اگست ۱۹۲۷ء

مجبی محمد علی۔

مجھے آپ کا خط مورخہ ۱۴۔ اگست معہ اس مسودہ کے ملا جسے آپ قانون تعزیرات ہند میں اضافہ کرانا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اسپر پوری توجہ کی جائیگی۔

آپ کا مخلص۔ ایس آر۔ داس

Marfat.com

# سوامی شردھانند کا قتل

فہرست مضامین


۱ کدھر جا رہے ہو؟ ..................

۲ اے راہرو پشت بمنزل ہشدار .......




Marfat.com

Marfat.com

# کدھر جا رہے ہو

(ہمدرد - ۱۱- فروری ۱۹۲۷ء)

ہندوؤں کے مشہور مذہبی رہنما سوامی شردھانند کو ایک مسلمان عبدالرشید نے ان کے گھر پر جا کر قتل کر ڈالا۔

بڑی نازیبا حرکت تھی یہ۔ محمد علی نے اس پر سخت غم و غصہ کا اظہار کیا۔ لیکن ایک اور پہلو بھی تھا۔ اس واقعہ کی آڑ لیکر متعصب، امن سوز اور فرقہ پرستی کی آگ بھڑکانے والے مہاسبھائی عناصر نے مسلمان قوم، مذہب اور اسلامی تعلیمات پر گندہ دہنی کے ساتھ نکتہ چینی شروع کر دی۔ محمد علی یہ چاہتے تھے کہ اس ناگوار واقعہ کو ختم کر دیا جائے، یا اسے اسی حد تک محدود رکھا جائے آگے نہ بڑھایا جائے۔ لیکن جن لوگوں کو ہندو اور مسلمانوں کو لڑانے میں مزا آتا تھا وہ کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔

محمد علی نے اس موضوع پر کئی مرتبہ اظہار خیال کیا۔ ایک نمونہ درج ذیل ہے۔ (مؤلف)

سوامی شردھانند کا جو مرتبہ اپنی ملت میں تھا وہ ہرگز ایسا نہ تھا کہ ان کا بستۂ مرض پر قتل کیا جانا ان کے اہل ملت کے قلوب کو ایک سخت چوٹ نہ لگاتا۔ اسکے



Marfat.com

یہ معنی نہیں کہ دوسری ملتوں کے افراد کے قلوب پر اس کا اثر نہ ہوا۔ یا وہ ایک گہرا اثر نہ تھا۔ اور جس طرح سارے ہندوستان میں اظہار رنج و غم کیا گیا ہے۔ اسکے بعد اسکے متعلق مزید تشریح کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ عیاں راچہ بیاں۔ یہاں میں صرف اس گہرے اثر کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو خود ان کے اہل ملت کے قلوب پر ہوا۔ یہ عین تقاضائے فطرت انسانی تھا کہ ان کے قلوب پر اوروں کے قلوب سے کچھ زیادہ ہی اثر ہوتا۔ دوسری ملتوں کے افراد تو ایک طرف، آج خود ہندو ملت یا آریہ فرقہ کے افراد بھی ناصح مشفق بنکر آتے، یا ہنود کو یا آریہ فرقہ کو سمجھاتے کہ جو ہونا تھا ہو چکا۔ رونا دھونا فضول ہے۔ اور خیر اگر رونا ہے تو رو لو۔ مگر اب غصہ کو تھوک دو، انتقام کا خیال دل سے نکال ڈالو۔ ایک ناسمجھ اپنی بیوقوفی سے یہ حرکت کر بیٹھا۔ مناسب یہی ہے کہ اسے معاف کر دو۔ تب بھی انسانی کمزوریوں کا خیال رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ ۲۲ کروڑ ہنود میں سے ۲۲ ہزار تو بہت بڑی تعداد ہے شاید ۲۲ سو بھی اس نصیحت پر عمل نہ کرتے۔

مہاتما گاندھی کو انسان کے نیک نہاد ہونے پر اتنا اعتماد و وثوق ہے کہ بعض اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ضعیف البنیان سے ایسی توقعات رکھتے ہیں جن کا پورا ہونا ناممکن ہے۔ لیکن حقیقتاً ان کا پورا ہونا ناممکن نہیں ہوا کرتا ہاں بیحد دشوار اکثر ہوا کرتا ہے۔ اور فضائے موجودہ کو دیکھا جائے تو محال معلوم ہوتا ہے۔

سوامی شردھانند کے قتل کی خبر ہم سب کو لالہ لاجپت رائے کے اس تار سے ملی جو مہاتما جی کو گوہاٹی کے راستہ میں ملا تھا۔ لالہ جی نے دریافت کیا تھا کہ وہ گوہاٹی آئیں یا دہلی جائیں۔ کانگریس میں شرکت کا خیال تو جہاں تک مجھے علم ہے

Marfat.com

وہ پہلے ہی ترک کر چکے تھے۔ اسلئے گو ہاؤس آف کامنز کی نسبت استصواب بظاہر یہی خیال ہے تھا کہ وہ آکر اس نہایت ہی اہم واقعہ کے متعلق کانگریس میں شرکت کرنیوالوں سے کچھ مشورہ کریں۔ لیکن جواباً مہاتما جی نے فوراً تار دیدیا کہ آپ وہاں ہی جائیے اور اسی پر اکتفا نہ کیا کہ لالہ جی کو ہدایت کریں کہ دہلی جاکر ہندو کے جوش و خروش کو روکیں بلکہ یہ بھی ہدایت کی کہ انکی خفگی کو بھی روکیں۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ مہاتما جی کو اسکی کس قدر امید تھی کہ ہندو اس موقعہ پر نہ صرف اپنے جوش و خروش کو بلکہ اپنی خفگی کو بھی ضبط کر سکیں گے تاہم یہ نوادر لوگ ہی کیا کرتے ہیں کہ کوشش سو فیصدی بلکہ کچھ اس سے بھی زیادہ کے لئے کرتے ہیں اور کامیابی اگر ۵۰ فیصدی بھی ہو جائے تو اسی کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ مہاتما جی کو یقیناً اندیشہ ہوگا کہیں ہندو کا جوش و خروش اسقدر نہ بڑھ جائے کہ دہلی میں پھر ہفتوں تک لٹھ بازی کا بازار گرم رہے اور چھریاں چلتی رہیں۔ اور میں کہوں گا کہ ان حالات کا ظہور پذیر نہ ہونا ان سب حضرات کے لئے لائق صد تبریک و تحسین ہے جنہوں نے پہلے ہی دن سے روک تھام شروع کر دی تھی۔

میں اس وقت یہاں نہ تھا اور آجکل کی فضا میں دوسروں کی شہادت کی بنا پر کسی امر کے متعلق خود فیصلہ صادر کرنیکی ذمہ داری لینے سے ہچکچاتا ہوں اور نہیں کہہ سکتا کہ جس قدر کامیابی بھی اس خاص مقصد میں حاصل ہوئی وہ سب کی سب لالہ لاجپت رائے اور سردار جیکر وغیرہ جیسے ہندو لیڈروں کی کوشش کا نتیجہ تھی، یا اس میں پولیس کے انتظامات اور بعض ان مسلم لیڈروں کی مصالحانہ کارروائیوں کو بھی دخل تھا جو پہلے دن کے ہفتہ سے پہلا نی اجتماعات

Marfat.com

کے لیے دہلی آئے ہوئے تھے۔

بہرحال یہ سہرا کسی ایک کے سر رہا ہو یا سب کے جس قدر کامیابی بھی حاصل ہوئی وہ بہت غنیمت تھی۔ مفتی محبوب علی صاحب کا قتل ہو جانا۔ اور چند اور مسلمانوں کا بھی زخمی ہونا یقیناً ایک اندوہناک امر ہے اور اس سے زیادہ تکلیف دہ یہ امر ہے کہ ہندو لیڈروں نے اسطرف مطلق اعتنا نہ کیا۔ اور اس پر اظہار افسوس کرنے سے یکسر غافل رہے۔ لیکن سوامی شردھانند کے بستر مرض پر قتل کیے جانے کے سخت وحشت انگیز واقعہ کے بعد اس قسم کا ہنگامہ برپا ہونا کچھ زیادہ تعجب خیز نہ تھا۔ بیشک اگر ہندو اسوقت اس نازیبا حرکت سے باز رہتے اور ناکردہ گناہ مسلمانوں پر ایک غلط جذبہ انتقام سے وارفتہ ہوکر اسطرح ہاتھ نہ اُٹھاتے تو وہ اہمسا پرمو دھرم کے ماننے کا دعوے کرنیوالوں کے زیادہ شایان شان ہوتا۔ اب تو ان میں اور ہٹ چھٹ مسلمانوں میں ہمیں کچھ زیادہ فرق نظر نہیں آتا۔ اور اگر کچھ نظر آتا ہے تو اس پر بھی شبہ ہو سکتا کہ کیا واقعی ان میں مسلمانوں سے ضبط و تحمل کا مادہ زیادہ ہے۔ یا سزا کے خوف کا خیال۔ بہرحال جو ہنگامہ ۲۳ دسمبر کی شام کو سوامی کے قتل کے بعد ہی برپا ہوا وہ ہندو کے دامن پر ایک داغ ہے۔ اور ہنود جس قدر زیادہ مسلمانوں کو خونخوار اور سفاک ثابت کرنیکی کوشش کریں گے۔ اسی قدر زیادہ یہ اور اس سے بھی کہیں زیادہ سیاہ تر داغ جو واقعات آرہ، شاہ آباد، گیا اور کرتارپور وغیرہ نے ان کے دامن پر لگائے تھے نمایاں ہوں گے۔

خونریزی کے ان واقعات سے جو فوری جوش کا نتیجہ کہے جاسکتے قطع نظر بھی کرلیں تب بھی ہمیں غور کرنا چاہیے کہ اسکے بعد جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے

Marfat.com

وہ کہاں تک مناسب اور روا ہے۔ مہاتما جی کا فرمانا کہ ہنود کی خفگی کو بھی روکا جائے۔ عوام کی کارروائیوں کے لئے ایک صحیح معیار اور موزوں کسوٹی نہ سہی تاہم برادرانِ وطن سے اتنی توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ فوراً نہیں دو چار دن دس بارہ دن بعد جبکہ فطرت کے مطابق رنج و غم اور غیظ و غضب میں ضرور کچھ نہ کچھ کمی واقع ہو جاتی ہے غور و خوض کرکے اپنی ملت کے لئے ایک صحیح طرزِ عمل قرار دیں گے اور سب ہنود کو اس پر چلانے کی کوشش کریں گے لیکن ہندو اخبارات کے مطالعہ نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ صاف صاف ظاہر کر دوں کہ ضبط و تحمل غور و فکر کسی شے کا بھی ثبوت نہیں دیا جا رہا ہے۔ بلکہ لیڈروں نے متبعین کو اگر خود گمراہ نہیں بھی کیا ہے، تب بھی انہیں شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دیا ہے اور نہ قانون کا ہی لحاظ کیا جا رہا ہے نہ ہیل منسیٰ کا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اخبارات نے تہیہ کر لیا ہے کہ سوامی جی کے قتل سے جس قدر ہو سکیگا فائدہ اٹھایا جائیگا۔ اور ہنود کو مسلمانوں کے خلاف اور اسلام کے خلاف مشتعل کیا جائیگا چاہے اس سے مسلمانوں کو کسی قدر بھی تکلیف کیوں نہ پہنچے۔ اور وہ کتنے ہی مشتعل کیوں نہ ہو جائیں یقیناً ان سے اُمید کی جا سکتی تھی کہ وہ مہاتما جی کے اس مشورہ پر عمل کریں گے، کہ ایک شخصِ واحد کے جرم کو ایک پوری ملت کی طرف منسوب نہ کرنا چاہئے۔ مہاتما جی کا تو ارشاد تھا کہ ہمیں جذبہ انتقام کو اپنے دلوں میں جگہ نہ دینا چاہئے ہمیں اس جرم کے متعلق یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ ایک مسلمان نے ایک ہندو کے خلاف کیا بلکہ ایک گم کردہ راہ بھائی نے ایک ویر کے خلاف کیا۔

لیکن ہوا کیا اور ہو کیا رہا ہے؟ واقعۂ قتل کے بعد سے مسلسل اس وقت تک جبکہ مقدمہ عدالت میں پیش ہوا۔ ایک شخص واحد کے جرم کو ایک پوری ملت

Marfat.com

کی طرف منسوب کیا گیا ہے" اور ہر طرف سے یہی آواز سنائی دیتی تھی کہ یہ جرم ایک گہری سازش کا نتیجہ ہے جس کی جڑیں دور دور پھیلی ہوئی ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایسا ہونا قطعی طور پر ناممکن نہیں کہا جا سکتا۔ اور برادران وطن کو حق ہے کہ وہ ایک بار پوری کوشش کر دیکھیں کہ اگر کوئی سازش تھی تو اس کا سراغ ہاتھ آجائے اور تمام سازشی اپنے کیفر کردار کو پہنچیں۔ جہاں تک میں نے عام حالات کا مطالعہ کیا ہے میری رائے ہے کہ مسلمانوں نے سوامی جی یا کسی ہندو لیڈر کے قتل کے لئے کوئی سازش نہیں کی ہے، لیکن مجھے اس پر اصرار نہیں کہ خواہ مخواہ میری رائے کو صحیح تسلیم کر لیا جائے لیکن جو لوگ اسے صحیح مانتے ہیں اور جنکو یقین ہے، بلکہ جنکو شبہ بھی ہے کہ میری رائے غلط ہے وہ حق رکھتے ہیں کہ پوری تحقیقات کریں لیکن جیسا کہ ہندو اخبارات کی سازش کے متعلق چیخ پکار سے مجبور ہو کر میں نے ۹ جنوری کے ہمدرد میں عرض کیا تھا، جرایم اور وہ بھی سازشی جرایم کی سراغرسانی کا یہ طریقہ نہیں کہ گھر کی چھت پر چڑھکر چیخا جائے کہ "سازش ہے سازش ہے"، بلکہ ایسی حالتوں میں یہ کیا جاتا ہے کہ پولیس کو خاموشی کے ساتھ وہ تمام شہادتیں بہم پہنچا دی جائیں اور پہنچائی جاتی رہیں جن سے سازش کا پتہ لگتا ہو، یا مجرم پکڑے جا سکیں۔ اور ان پر جرم ثابت کیا جا سکے۔ چیخ پکار سے تو الٹا مجرموں کو ارتکاب جرم سازش کی شہادت تلف کرنیکا موقع ملجاتا ہے۔

نہ معلوم ہندو اخبارات کے کتنے ایڈیٹروں مضمون نگاروں، اور نامہ نگاروں نے پولیس کو پتہ کی باتیں بتلائیں اور تحقیقات میں کتنی حقیقی مدد دی۔ خود سوامی جی کا اخبار "تیج" تو مدت سے ایک "جاسوس نامہ نگار" ہی رکھتا ہے۔ نہ معلوم اس نے بھی آج اپنے تئیں اسم بامسمی ثابت کیا یا نہیں"

مگر ہم نے یہ دیکھا کہ مجسٹریٹ ہی کی عدالت میں اس انسپکٹر پولیس نے جس کے پاس اس مقدمہ کا باضابطہ چارج تھا۔ ایک سوال کے جواب میں صاف صاف کہدیا کہ اب تک تو سازش کا کوئی ثبوت ملا نہیں اور سشن میں بھی اس کی تصدیق اس افسر کے افسر بالادست نے کردی۔ ممکن ہے کہ آگے چلکر کوئی ثبوت ملجائے اور جرایم کی سزا کے لئے کوئی تمادی عارض نہیں ہوا کرتی۔ اگر آج سے دس برس بعد بھی کسی پر سازش کا جرم ثابت ہوسکیگا تو وہ مواخذہ عدالت سے نہ بچ سکیگا۔ اور اس جرم کی پاداش میں سزا پائیگا۔ تاہم میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ آج تک جو کچھ سازش کے متعلق ہندو اخبارات میں لکھا جارہا ہے اس سے کیا حاصل ہوگا۔ میرا تو خیال ہے کہ جو حضرات اس طرح ہندو اخبارات میں لکھ رہے ہیں ان میں اکثر تو ذمہ دار افراد ہی نہ تھے جن سے تحقیقات مقدمہ میں کسی قسم کی مدد پہنچنے کی توقع کی جاسکتی۔ اور جو ذمہ دار تھے وہ بہت جلد اس سے مایوس ہو گئے کہ کسی سربرآوردہ مسلمان کو سازش کے جرم میں سزا دلواسکیں تاہم ان کی غرض صرف یہ نہ تھی کہ ایسے مسلمانوں کو سزا دلوائی جائے۔ بلکہ ان کا دوسرا حربہ، اور پہلے سے ہزار گنا زیادہ کارگر، یہ تھا کہ ہندو جاتی میں سربرآوردہ مسلمانوں کے خلاف جوش پھیلایا جائے۔ اور ہندو مسلم اتحاد کو دوبارہ ہرگز قایم نہونے دیا جائے۔ تاکہ انکی لیڈری کی گدی بنی رہے، چاہے ہندوستان کی گردن میں انگریزوں کی غلامی کا طوق ابھی نہیں چالیس برس اور پڑا رہے

یہ سلسلہ آجتک جاری ہے اور شہید نمبروں اور بسنت نمبروں میں مسلمانوں کے خلاف یہ پروپیگنڈا بڑے زور شور سے کیا جارہا ہے۔ چنانچہ پنڈت نارائن پرشاد صاحب بیتاب نے جو دہلی کے ایک پریس کے مالک

Marfat.com

ہیں سوامی جی کے اخبار "تیج" کے شہید نمبر میں ایک نظم شائع کرائی ہے جو بحیثیت
نظم کے اس خرافات سے بالکل مختلف ہے جو پنجاب کے اکثر ہندو اخبارات میں
آجکل اسی موضوع پر شائع کی جا رہی ہے۔ لیکن اسی باعث اور بھی مجھے یہ کہنے
پر مجبور کرتی ہے کہ کاش حضرت بیتاب نے اس بیتابی کے عالم میں یہ نظم نہ لکھی
ہوتی، یا کسی اور موضوع پر قلم اٹھایا ہوتا۔ جو آپ کی سخنوری کے اظہار کے لئے
زیادہ موزوں اور کم ضرر رساں ہوتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ

کماں کے زور سے وہ جانب نخچیر چلتا ہے ۔۔۔ اڑانے کو نشانہ خود بخود کیسا تیر چلتا ہے
کسی کا ہاتھ ہی گویا پئے تدبیر چلتا ہے ۔۔۔ قلم جو وقت کاغذ پر دم تحریر چلتا ہے

نہ قاتل اپنی ہمت سے سر بام شہید آیا
کسی تحریک پنہاں سے یہاں عبدالرشید آیا

میں اس امر کے متعلق آگے چلکر کچھ لکھوں گا کہ جب عدالت میں مقدمہ پیش ہو تو ملزم
کو مجرم قرار دیکر کچھ لکھنا قرین انصاف بھی ہے یا نہیں اور اس بارے میں قانون کیا
ہے اور شرعاً جائز نہ بھی ہو، تب بھی کیا عرفاً ہی یہ چیز جائز اور مناسب ہے
اسکے علاوہ اس نظم میں ملزم کے متعلق چند اور باتیں کہی گئی ہیں۔ ان کے بارے
میں آگے چلکر کچھ عرض کیا جائیگا، اور کچھ پوچھا جائیگا کہ کیا ایک شخص پر قتل کا
الزام لگایا جانا، یا یونہی تسلیم کر لیجیے کہ جرم کا ثابت ہوجانا اسکے تمام انسانی حقوق
کو سلب کر دیتا ہے۔ اور ہر شخص کو مجاز ہے کہ اب اُسے جو چاہے کہے، مسلمانوں کی
سازش اور ملزم کے بارے میں جو اظہار خیال اس نظم میں کیا گیا ہے اسکے علاوہ بھی چند
اور باتیں ہیں جو یقیناً دلخراش ہیں لیکن اس ساری بحث کو ملتوی کیا جاتا ہے آئندہ
تیج کے شہید نمبر کے مضامین پر تبصرہ کیا جا سکیگا۔ یہاں صرف سازش کے الزام

Marfat.com

سے بحث تھی۔

اس سلسلہ میں یہ بھی عرض کر دوں کہ سازش کے الزام کی شکایت کرنے سے یہ مدّعا نہیں ہے کہ مسلمانوں کو بحیثیت ایک ملّت کے کچھ کرنا نہ تھا۔ بس ایک عبدالرشید ماخوذ ہے۔ اگر کچھ کیا ہے تو اس نے ورنہ وہ بھی بری ہے، اور تمام مسلمان بھی ہر قسم کی غلطی سے مبرا ہیں۔

مہاتما گاندھی نے صحیح فرمایا تھا کہ ہندو مسلمان آج دونوں کا امتحان ہے اور مسلمانوں کی پوری جماعت کو صاف طریقے پر بلا کسی شک و ریب کے گنجائش کے اس بیدردی کی کارروائی پر اظہار ملامت کرنا چاہیے۔ اسکا خطرہ ہے کہ مسلمان دل میں اس دیوانگی کے فعل کی تائید کریں۔ مگر ایسا کرنا مسلمانوں کے لئے اور ساری دنیا کے لئے ایک عظیم مصیبت ہوگی۔

مسلمانوں نے اظہار ملامت کا حق پورا ادا کر دیا۔ اور جہانتک میں معلوم کر سکا ہوں، مسلمان دل میں بھی اس دیوانگی کے فعل کی تائید نہیں کر رہے ہیں تاہم میں نے ہمدرد میں تحریر کے ذریعے سے اور جامع مسجد میں تقریر کے ذریعے سے بھی علی الاعلان کہدیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان ایسا ہے جو سازش میں ملوث کئے جانے کے خوف سے یا بطور فیشن کی تقلید کے اس فعل پر ظاہراً تو ملامت کرتا ہے، اور دل میں اسکا موئد ہے تو اسکو چاہیے کہ وہ صاف صاف اسکا اعلان کر دے اور علمائے اسلام کو جنہوں نے اس فعل کو خلاف شرع بتایا ہے اس بات کا موقع دے کہ اسکے غلط اور خطرناک خیالات کی اصلاح فرمائیں۔ یہ مسلمانوں کے ہرگز شایان شان نہیں کہ قتل کے ایک جرم پر جھوٹ کے دوسرے جرم کا اضافہ کیا جائے میں چاہتا ہوں کہ جہاں مسلمانوں نے مہاتما گاندھی کے ارشادات پر

Marfat.com

توجہ کی ہے، یا میری معروضات پر کچھ غور فرمایا ہے، وہاں وہ دو اور محبان وطن کے خیالات پر بھی غور کریں۔

مسٹر جوزف بیپٹسٹا، ایک رومن کیتھولک عیسائی ہیں۔ مگر اپنے ہندوستان کی محبت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اور اسکی آزادی کے لئے وہ ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ایک عرصہ تک، وہ مہاتما گاندھی کے اصول نان کوآپریشن سے منحرف رہے اور جوابی تعاون والوں نے جب گزشتہ انتخاب میں انہیں، یوں تو صاف نہیں مگر عملاً جواب صاف دیدیا تو اب وہ ایک سبق سیکھ کر شاید سوراجی بنے ہیں، وہ تیج کے شہید نمبر میں سوامی جی کی حمایت خلافت اور جامع مسجد کے منبر سے تقریر کی اجازت کے اعزاز کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

"یہ سفاکانہ قتل عملی وحشیانہ جنون اور اس اعتقاد کی مکروہ سفاکی کو ظاہر کرتا ہے کہ ایک کافر کے قتل کرنے سے جنت نصیب ہوتی ہے، یہ ایک دیوانہ شخص کا اعتقاد نہیں ہے بلکہ ان تمام مسلمانوں کا جو کہ قرآن مجید کی دینی تعلیم و مسائل سے اچھی طرح واقف نہیں اعتقاد ہے۔ ہر دو ہندو مسلمان اس (مذہبی دیوانگی اور جنون) سے خالی نہیں ہیں۔ جب تک انگریزی حکومت کی صلاح نہ ہو اس دیوانگی کا خاتمہ نہیں ہوسکتا۔ اس بارے میں کوئی غلط فہمی نہ ہونا چاہئے مطلق العنانی کے دور سے جمہوریت کے دور میں منتقل ہونے کے عرصہ میں مذہب اور سیاسیات کی موجودہ مشترکہ قسم کی دیوانگی جاہ و مرتبہ کی جد و جہد کا لازمی نتیجہ ہے، اور

Marfat.com

یہ عرصہ جتنا طویل ہوگا اتنی ہی زیادہ خرابی ہوگی۔"

ایک دوسرے محبِ وطن سرحیت گڈ وانی پرنسپل پریم مہاودیالہ، برندرابن ہیں، جن کا دہلی کے ساتھ بھی ستیہ گرہ کے سخت آزمائش والے زمانے میں گہرا تعلق تھا اس لئے کہ وہ اسوقت انجس ہندو کالج کے پرنسپل تھے، یہ ہندو ضرور ہیں مگر اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جاکر ہرگز ناانصافی نہ کریں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ تیج کے شہید نمبر میں ان کا جو مضمون ہے اسکا حسب ذیل اقتباس مسلمان اور بالخصوص علماء نہایت غور سے پڑھیں، وہ فرماتے ہیں:۔

"اس بزدلانہ قتل کو فرد واحد کا غیر ذمہ دارانہ فعل قرار دینا اسمبھو (ناممکن) ہے مذہبی دیوانہ تو دور نہ حاضرہ کے خیالات کے پرچار کی پود ہے۔ قاتل کہتا ہے کہ میں نے بہشت میں جگہ حاصل کرنے کے لئے ایک کافر کی جانِ شیریں لی ہے، اب یہ دیکھنا ہے، کیا یہ اسلام کا پرچارت اصول (یعنی وہ اصول جس کا پرچار کیا گیا ہے) ہے یا نہیں۔ اگر ہندو مسلمانوں کا یہ عام خیال ہے، اور قرآن اسکی حمایت نہیں کرتا ہے تو اس وشواش کو ........ (پڑھا نہیں جاتا) کرنے کے لئے وسیع پیمانہ پر تعلیمی پرچار کرنے کی آوشکتا (ضرورت) ہے۔ وہ مسلم نیتا جنکا ہندو مسلم ایکتا میں وشواش ہے اور جو اسکے ستمنی ہیں انہیں لازم ہے کہ وہ اسلام کے نیک نام اور ہندو مسلم ایکتا کو ممکن بنانے کے لئے یہ پرچار کریں۔ قاتل کو اسی حالت میں مذہبی دیوانہ کہہ کر اس سوال سے آنکھیں موند

Marfat.com

لینا غلطی ہے جبکہ اس مذہبی دیوانہ کے عقیدہ پر اوسطاً ہر ایک مسلمان کا عام طور پر یقین ہو،،

ہمارے بھائی گِدوانی صاحب کا یہ فرمانا اس سازش کے الزام سے بالکل الگ ہے جو مسلمانوں پر لگایا جا رہا ہے، پیشتر اسکے کہ اسکے متعلق ہیں کچھ اور کہوں اتنا جتا دینا ضروری ہے کہ ان کا یہ فرمانا اس بیان کی بنا پر ہے جو اخبارات میں ملزم کے اقبال جرم، بلکہ اپنے جرم پر اظہار فخر و مباہات کے طور پر دیمبری میں شایع ہوا تھا۔ اسوقت تک نہ ملزم کے والد کی ہدایات کے مطابق وکیل صفائی نے اسکی عقل کے فتور کا عذر عدالت مجسٹریٹ میں پیش کیا تھا نہ خود ملزم نے عدالت سشن میں ارتکاب جرم سے انکار کیا تھا۔ اس عذر اور اس انکار کی وقعت کے متعلق ہم میں سے آج کوئی بھی کچھ کہنے کا مجاز نہیں ہے اور جو بیان ملزم کی طرف منسوب کر کے اخبارات ہیں شایع ہوا تھا جس میں اقبال جرم اور جرم پر اظہار فخر و مباہات کیا جانا بیان کیا گیا تھا۔ اسکی وقعت کے متعلق ہم اس سے بھی کم کہنے کے مجاز ہیں اس لئے کہ ابتک پولیس نے بھی اسکی تصدیق نہیں کی ہے۔ نہ استغاثہ کی شہادت میں وہ پیش ہوا ہے۔ نہ قانوناً پیش ہو سکتا تھا۔ ممکن ہے یہ بیان پولیس کے صیغہ راز کی کارروائی سے مطلع کر دیا ہو، یا کسی اور ذریعہ سے، یہ اس ایجنسی کو مل گیا ہو۔ لیکن اس کا بھی امکان ہے کہ یہ بیان اصلی روداد سے بالکل مختلف ہو، اور کسی کے واہمہ کی خلاق ہو۔

بہرحال سریت گِدوانی نے جو کچھ فرمایا ہے وہ اسی بنا پر فرمایا ہے، کہ وہ شایع شدہ بیان ملزم کا بیان ہے اور سچا ہے۔ ملزم نے جو بیان عدالت سشن میں دیا ہے اگر وہ صحیح ہے اور یہ پہلے کا شایع شدہ بیان غلط ہے تب تو یہ

Marfat.com

ہندو مسلم سوال اُٹھتا ہی نہیں، لیکن اگر یہ بیان صحیح نہیں، بلکہ حقیقت وہی ہے جو پہلے شایع ہو چکی ہے تو یقیناً ہندو مسلم سوال اُٹھتا ہے لیکن بحث کے لئے کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

اگر تھوڑی دیر کے لئے پہلے بیان کو صحیح تسلیم کر لیا جائے یا مقدمہ اور الزام اور ملزم کے بیان کی صحت و عدم صحت سے قطع نظر کر کے محض ایک مذہبی اور سیاسی مبحث کے طور پر اس موضوع کو زیر بحث لایا جائے تو مناسب نہیں ہے۔ یہ تو پہلے ہی کہے دیتا ہوں کہ اوسطاً ہر ایک مسلمان کا عام طور پر یہ عقیدہ نہیں ہے کہ سوامی شردھانند کو کسی مسلمان کا قتل کر دینا جایز فعل ہوتا ورنہ جیسا کہ مولینا مفتی کفایت اللہ صاحب نے اپنے اس بیش قیمت مضمون میں جو آپ نے ہمدرد میں شایع کرایا تھا فرمایا تھا، اس قسم کے ہزاروں قتل آج تک عمل میں آئے ہوتے، تاہم میرا خیال ہے کہ میرے نزدیک علمائے اسلام کو اس موقعہ پر ایک بار نہایت وضاحت، صراحت اور تفصیل کے ساتھ تمام ان احکام شریعت کو شایع کر دینا چاہیے۔ جو غیر مسلموں کے بارے میں صادر ہوئے تھے تاکہ جہانتک ممکن ہو کسی کو، خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم اس امر میں شبہہ کی گنجائش نہ رہے کہ سوامی جی جیسے غیر مسلموں کا قتل شریعت اسلام کی رو سے جایز ہے یا ناجائز۔

مجھے شک ہے کہ اسکے بعد بھی ہندو پریس کا ایک حصہ جس میں تیج، پرتاپ، بندے ماترم، پرکاش، ملاپ، اور بدقسمتی سے سوراجیہ تک شامل ہیں نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ خود نفس اسلام پر، قرآن کریم پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طرح حملہ کرتا رہیگا جیسے کہ آج نہایت دریدہ دہنی اور بیہودگی

Marfat.com

کئے جا رہے ہیں۔ لیکن کم از کم مسلمانوں کے خیالات میں انتشار کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ اسلام کی شریعت حقہ کسی ایک شخص کے قتل کے جواز و عدم جواز کے لئے نہیں بنی ہے لیکن ساری شریعت کا نزول بھی ایک بار نہیں ہو گیا تھا، بلکہ اہم واقعات ہی شریعت کے اکثر احکام کی شانِ نزول تھے۔ اور کسی ملّت کو قانون سمجھانے اور قانون پر عمل کرانیکا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں۔ دین اسلام تیرہ سو برس سے پیشتر ہی کامل ہو گیا تھا۔ اور آج اسکے احکام میں ایک حرف کی کمی یا زیادتی اور زیر و زبر تک کے تغیر کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ گو جیسا کہ مہاتما جی نے کہا ہے، میرا اعتقاد ہے کہ تا قیامت ہمیں ان کی تفسیر کا حق رہے گا۔ بشرطیکہ رسولِ اکرمؐ نے خود کسی حکم کی تفسیر نہ فرمادی ہو، لیکن یہاں تو سوال تغیر کا بھی نہیں ہے۔ بلکہ سوال محض اسی قدر ہے کہ ہر اہم موقعہ پر احکام متعلقہ کی نشر و تبلیغ کر دی جائے اور مسلمانوں سے آموختہ پھر وایا جائے تا کہ ہمکو استادِ ازل کا سکھایا ہوا سبق یاد رہے۔ یہ آج بھی میری علما سے التماس ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ شریعت اسلام کے ہر حکم کے لئے ہمارے پاس کافی عقلی دلائل ہیں جن سے انکی تائید ہو سکے۔ اور ہمیں کسی دعویدار تہذیب و شائستگی، عدل و انصاف، رحم و کرم، شرافت و انسانیت کے سامنے مجوب ہونا نہ پڑے گا۔

مگر اسکو کیا کیا جائے کہ وہ برادران وطن (اور ان میں بد قسمتی سے اب ایک نئی خواہر بھی شامل ہو گئی ہیں، جنہوں نے بظاہر مسلمانوں کو اشتعال دلانیکا بیڑا اُٹھایا ہے) جو ہماری شریعت سے پوری طرح واقف نہیں۔ ہم سے بہتر اسکی تفسیر و تشریح کرنے کی دعویدار ہیں۔ اور اس پر نہایت بیباکی، اور

Marfat.com

دریدہ دہنی سے لعن وطعن کر رہی ہیں۔ کیا اس طرح سوراج ملیگا؟ کیا اس طرح ہندو مسلم اتحاد ہو سکیگا؟ اسے بھی جانے دیجئے کیا اس طرح مسلمانوں کی شدہی ہو سکیگی؟

ایں خیال است و محال است و جنوں

اس سے یہی ہو سکیگا کہ مسلمانوں کو اور اشتعال ہو گا۔ اور اس کے تمام وہی نتائج ہوں گے جو آجتک اس قسم کے اشتعال کے ہوئے ہیں لیکن ان نتائج کی ذمہ داری مسلمانوں پر نہ ہو گی، بلکہ ان ہندو اخبارات پر ہو گی جو ان بیہودگیوں کو شایع کرتے رہتے ہیں اور ان سے بھی زیادہ اُن ہندو لیڈروں پر جو ان حرکات سے یا تو بالکل اغماض کرتے ہیں یا پھر ان کو دیکھتے ہیں اور ان کو روکنے کی کوئی کوشش نہیں کرتے۔ عنقریب انشاء اللہ ان میں سے بعض بیہودگیوں کو بالتفصیل ظاہر کیا جائیگا اور ہر ہندو لیڈروں سے پوچھا جائیگا کہ مسلمانوں کو تو نصیحت کرتے ہو مگر اپنی امت کو کچھ نہیں کہتے خود را فضیحت و دیگراں را نصیحت، کبتک؟ دیکھو کدھر جا رہے ہو؟

از خود نہیں، کہے سے تو سوچا کرو کبھی
کیا کر رہے ہو، چاہ رہا ہے زمانہ کیا

Marfat.com

# اے راہ رو پشت بمنزل ہشدار

(ہمدرد ۔ ۱۴ ۔ ۱۶ ۔ فروری ۱۹۲۷ء)

محمد علی کا دل اتحاد کے لئے کڑھتا رہتا تھا ۔ وہ چاہتے تھے ، ہندو مسلمان آپس میں نہ لڑیں بلکہ اپنے مشترک دشمن سے لڑنے کی تیاریاں کریں ۔ آزادی حاصل کریں اور غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہوں ۔

لیکن ، جہا سبھائی ذہنیت ، متعصبانہ فطرت ، ناروادارانہ صحافت ان کا دماغ ماؤف کئے دے رہی تھی ، وہ چاہتے تھے کچھ ، ہوتا تھا کچھ ۔ وہ چاہتے تھے اخبارات تبلیغ اتحاد کریں ۔ مگر ہوتا یہ تھا کہ ان سے نفرت ، عناد ، اور مخالفت کی پرورش ہوتی تھی ، یہ دیکھ دیکھ کر ان کا دل کڑھتا تھا ۔

ذیل کا مضمون انہی تاثرات کا آئینہ دار ہے ۔ اس قسم کے مضامین ہم اسلئے اشاعت کے لئے منتخب کر رہے ہیں کہ یہ اندازہ ہو جائے کہ کیسا اشتعال انگیز اور ہٹ دھرم ماحول تھا جس میں محمد علی نے اپنے صبر و تحمل کو قایم رکھا تھا اپنی دعوت و تبلیغ کو جاری رکھا ، اپنے پیام کی اشاعت اور اپنے اصول کی تبلیغ سے وہ منحرف نہیں ہوئے ، غلط کاروں کو ٹوکتے رہے مگر خود غلط روی پر آمادہ نہ ہوئے ، حالانکہ بڑے بڑے کانگریسی ہندو بھی جذبات کے طوفان میں بہے جا رہے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (مؤلف)



Marfat.com

سوامی شردھانند کے قتل کے بعد جو روش بعض ہندو جرائد نے اختیار کی تھی اس سے مجبور ہوکر میں نے اپنے ہندو بھائیوں کو یاد دلایا تھا کہ بقول مہاتما گاندھی کے اس واقعہ سے دونوں ملتوں کی آزمائش ہو رہی ہے، اور دو مضمون اس موضوع پر لکھے تھے کہ مسلمانوں کو اس موقع پر کیا کرنا چاہئے تھا اور انہوں نے کیا کیا۔ اور ہندوؤں کو کیا کرنا چاہئے تھا اور وہ کیا کر رہے ہیں؟ اس پر بھی ان اخبار نویسوں پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور شہید نمبر اور بسنت نمبروں میں وہی دلخراش بلکہ اس سے بدتر اور زیادہ اشتعال انگیز مضامین شایع ہوئے، ہمدرد میں میں نے پھر "کدھر جا رہے ہو" کی سرخی سے ایک مضمون شایع کیا، ۹۔جنوری کے مضمون میں بھی میں نے وعدہ کیا تھا کہ اس قسم کے دل آزار مضامین کا کچھ اقتباس دوں گا تاکہ ہندو صحیفہ نگار حضرات اگر از خود نہیں تو کم از کم کہنے سے ہی کچھ سوچیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور زمانہ کیا چاہ رہا ہے لیکن پھر اس اندیشہ سے کہ ایسے اقتباسات مسلمانوں کو کہیں اور مشتعل نہ کریں۔ میں نے وعدہ وفا نہ کیا۔

اس عرصہ میں معلوم ہوا کہ پنجاب گورنمنٹ نے چند ہندو جرائد کو تنبیہہ کی ہے چنانچہ اُمید بندھی کہ اگر خود اپنے ضمیر اپنی ہی عقل سے مجبور ہو کر اصلاح نہ کریں گے، نہ مجھ جیسے مسلمان کے کہنے سے جو مسلمانوں میں ہندو دوستی کی بنا پر بارہا مطعون کیا جا چکا ہے اور کیا جا رہا ہے تو کم از کم حکومت کی سرزنش کے خوف سے ہی ان ناز یبا حرکات سے باز آئیں گے۔ لیکن اسلہ کیا کیا جانے کہ خود سوامی شردھانند کا اخبار "تیج" سرکاری تنبیہہ کے بعد ایک شہید نمبر نکالتا ہے اور وہ پرکاش۔ ملاپ اور پرتاپ وغیرہ سب سے زیادہ زہریلا ہوتا ہے

Marfat.com

اگر پھلوں سے درخت پہچانا جاتا ہے تو اس دریدہ دہنی اور دلآزاری کی بد ترین مثال کا خود سوامی جی کی روش کے متعلق کیا لوگوں کے دلوں پر کوئی اچھا اثر پڑے گا؟ فوری جوش میں جو کچھ ہوگیا وہ میں دیکھ رہا ہوں اس سے کم ہے جو آج ہو رہا ہے۔ جبکہ اس جوش کو کم ہو جانا چاہئے تھا۔ قرائن سے پایا جاتا ہے کہ یہ چیزیں فوری جوش کا جو فطری تھا نتیجہ نہیں ہیں، بلکہ عمداً ہندو جاتی کو اور جوش دلایا جارہا ہے۔ اور اگر بعض ہندو نیتا اس تمام کارروائی کے سرغنہ نہ بھی ہوں تب بھی وہ اس فتنہ کے فرو کرنے کی کوئی کوشش نہیں کر رہے ہیں۔

آج میں مجبور ہو کر "مشتے نمونہ از خروارے" کچھ اقتباسات ہندوؤں کے اردو پریس، اور بالخصوص سوامی جی کی یادگار خود ان کے اخبار "تیج" سے دیتا ہوں، اور مہاتما گاندھی، پنڈت مدن موہن مالوی، اور لالہ لاجپت رائے سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ ان دلآزاریوں اور اشتعال انگیزیوں کو جائز رکھتے ہیں۔

پہلے تو اسی قدر کیا گیا تھا کہ سوامی جی کے قتل کو مسلمانوں کی ایک سازش کا نتیجہ بتایا گیا تھا، حالانکہ اسکا مطلق کوئی ثبوت نہیں دیا گیا۔ اور پولیس کو سراغ رسانی میں مدد دینے کی جگہ، اس چیخ پکار کو شورش خیزی اور اشتعال انگیزی کے لئے استعمال کیا گیا۔ لیکن جلد ہی یہ سازش ساری ملت اسلامی کے سر تھوپ دی گئی۔ حالانکہ مہاتما گاندھی نے اسی سے اپنے ہم مذہبوں کو منع کیا تھا۔ اور اب تو کھلم کھلا اس جرم کو نہ صرف تمام مسلمانوں کے بلکہ خود شریعت اسلام اور تعلیم قرآن کے سر تھوپا جارہا ہے، مہاتما جی نے

Marfat.com

فرمایا تھا کہ "ہندو کبیدہ خاطر ہونے سے ہندو دھرم کو ذلیل کردیں گے، وہ ضبط نفس سے اپنے تئیں اُپنشد کئے اور نیز اُس بدھ دھرم کے شایان ثابت کر دیں گے جو عفو و درگزر کا مجسمہ تھا"

عفو و درگزر کا تو آج اپنے ہندو بھائیوں پر کسی مسلمان کو گمان بھی نہ ہوگا۔ اسکا خیال تو اسیوقت آتا ہے، جب کٹار پور کے مجرموں کو سزا ملنے کا وقت آتا ہے، اور بہت جھٹ مسلمانوں اور "اہمسا پرمو دھرم" کے ماننے والوں میں ہمیں آج کچھ زیادہ فرق نظر نہیں آتا۔ آج تو ایک جان کے بدلے ایک جان بھی شاید ہمارے اہمسا شعار بھائیوں کے لئے کافی نہ ہو اور صرف ایک مسلمان کے خون سے ایک ہندو کے خون کے انتقام کی پیاس شاید آج نہ بجھ سکے۔ اسی لئے میں نے اس اندوہناک سانحہ کی خبر سنتے ہی اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ اگر خونی مجرم کا خون اس آتش اشتعال کو نہ بجھا سکے تو میرا خون بھی حاضر ہے۔ میں ہندو مسلم اتحاد کی قربانگاہ پر اپنی بھینٹ چڑھانے اور شہید حب وطن بننے کے لئے حاضر اور آمادہ ہوں۔ بجائے اس کے کہ یہ آتش اشتعال وانتقام کچھ سرد پڑتی، اُلٹی ابھی پر غیظ و غضب کی جوالا مکھی ہیں سے آگ برس رہی ہے۔ "عفو و درگزر" کی نہ کسی کو توقع تھی۔ نہ تمنا لیکن اُپنشد کی تعلیم اور بدھ مت کی مثال کچھ تو اثر دکھائی دیتا۔ مگر افسوس ہے کہ جو نمونہ ہمارے ہندو بھائی آج اپنے "ضبط نفس" کا پیش کر رہے ہیں اس سے وہ مسلمانوں کو شرمانے کا موقع نہیں دے رہے ہیں۔ بلکہ انہیں کو نادم کر رہے ہیں جو ضبط نفس کی تلقین کر رہے تھے۔

اب ذرا یہ ضبط نفس ملاحظ ہو۔ سری جت لیتا اڈیٹر تیج جنہوں نے

Marfat.com

اپنے تئیں "دیش بندھو" کا لقب عطا فرما لیا ہے۔ مقالۂ افتتاحیہ میں ان کی بھی بسم اللہ اس طرح غلط ہوئی کہ ارشاد ہے :-

"جو لوگ سوامی جی کا خون کر کے اسلام کو فروغ دینا چاہتے تھے، سوامی جی کے خون سے ان کی دلی تمناؤں کا خون ہو گا۔ اور اسی سے اسلام کے تنزل کی تاریخ لکھی جائیگی"

آپ نے اس کے بعد ایشور سے پرارتھنا کی ہے کہ :-

"وہ ہمارے دیش واسی مسلمانوں کو بھی سومتی دیں کہ وہ سوامی جی کی شہادت سے کوئی نیک سبق حاصل کریں"

میں اس پر صدق دل سے آمین کہتا ہوں۔ مگر مجھے اندیشہ ہے کہ ان بھائی کو ایشور سے پہلے اپنے ہی لئے یہ پرارتھنا کرنی چاہئے تھی، اس لئے کہ بظاہر انہوں نے ابتک سوامی جی کی شہادت سے کوئی نیک سبق حاصل نہیں کیا۔ اگر یہ قتل ایک مسلمان ہی کا فعل ہے تو کیا دیش بندھو صاحب کا یہ فرض نہیں ہے کہ اپنے دیش واسی مسلمانوں کے اشتعال میں کمی کرنے کی کوشش کریں اور ان کو سمجھائیں کہ آریہ مسلمانوں کے دشمن نہیں، ان کے درپے آزار نہیں ہیں، آریوں کا قتل ناکردہ گناہوں کا قتل ہو گا۔ اس سے نہ مسلمانوں کو کوئی فائدہ ہو گا نہ اسلام کو۔ اگر یہ قتل ایک مسلمان کا فعل ثابت ہو جائے تو غور اس پر کرنا چاہئے کہ کیا اسکی متحرک اسی قسم کی اشتعال انگیزیاں نہیں ہوئیں جو تیج اور اور اس جیسے ہندو اخبارات کا (میں قبول کرتا ہوں کہ بشمول بعض مسلمان اخبارات کے) طغرائے امتیاز ہیں۔؟

Marfat.com

اس مقالہ افتتاحیہ کے بعد جناب مجروح کی ایک نظم "بھارت کے سنیاسی کابلی دان" کی سرخی سے شائع کی گئی ہے۔ اس نظم میں ارشاد ہوتا ہے ؎

رکھی ہے صرف گنگا جل میں یہ تاثیر قدرت نے
کہ چھٹ سکتے نہیں ہیں داغ عصیاں آب جیحوں سے

مجروح صاحب کو نہ معلوم کس طرح یہ مغالطہ ہوا کہ کسی مسلمان کو جیحون کی کرامت کا اعتقاد ہے شعرائے فارسی اپنے سیلاب اشک کو جس طرح کبھی نہر دجلہ سے تشبیہ دی ہے اسی طرح آب جیحوں سے بھی تشبیہ دی ہے لہٰذا ہمارا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجروح کو اس سلسلہ میں جیحوں کا نام یاد رہ گیا۔ اور شاعر بچارا ملا ہوا قافیہ کہاں چھوڑتے ہیں۔ لیکن ہندوستان کے ہندو بھائیوں کی کرامات پر آپ کے عقیدے نے ذہن کو فوراً اس طرف منتقل کر دیا اور یہ ہاتھوں گنگا جی اور جیحوں کا بھی مقابلہ کر کے اسلام پر ہندو مذہب کو ترجیح دے دی جائے۔ حالانکہ دریائے جیحوں مسلمانوں کا کوئی مقدس دریا نہیں اور شاید حضرت مجروح کو اسکا نام ہی نام یاد ہے۔ اس کی جغرافیائی کیفیت سے بھی وہ آشنا نہیں۔ کیا میں حضرت مجروح کو اس سلسلہ میں ایک مثنوی سے چند اشعار یاد دلا سکتا ہوں؟

وہ فرماتے ہیں ؎

سادھو ہو کے بیٹھا [illegible] | [illegible]
[illegible] اور [illegible] | [illegible]
ہم [illegible] | [illegible]

Marfat.com

داغ عصیاں یقیناً آپ جیسوں سے نہیں چھوٹ سکتے۔ مگر میرا خیال ہے کہ قدرت نے یہ تاثیر فقط اشکِ ندامت اور عرقِ انفعال میں رکھی ہے اسی نظم کا حسن خاتمہ ہے ؎

گئے ہیں سوامی جی شدھی کیخاطر باغ جنت میں
یہ کارِ خیر تھا بعدِ فنا بھی ان کی قسمت میں

بہ ظاہر اس شعر میں کوئی اشتعال کی بات نہیں معلوم ہوتی۔ مگر جب بندے ماترم اور پرتاب کے شہید نمبر کی اس نظم کو دیکھا جائے جس کے چند اشعار میں ذیل میں نقل کرتا ہوں تو معلوم ہوگا کہ باوجود گنگاجل کی کرامت پر فخر کرنے کے حضرت مجروح کی پیشانی پر بھی وہی داغ عصیاں لگ گیا جو حضرت عاصی کی جبین مبارک پر "ستارۂ بلندی" کی طرح چمک رہا تھا اس متعدی مرض کی ابتدا اس طرح ہوئی تھی کہ حضرت عاصی نے فرمایا تھا:۔

کون کہتا ہے کہ سوامی مرگئے؟ ہرگز نہیں — موت کے پردے میں مرنا اک بہانہ ہوگیا
ورنہ کرنے کیلئے شدھی گئے افلاک پر — اہل جنت کی بھی شدھی کا زمانہ ہوگیا
جنت الفردوس میں شدھی کی لہریں دیکھیو — کھل گیا رستہ اُدھر کا آنا جانا ہوگیا
جنتِ مسلم پہ بھی آخر گڑ گئے شدھی کے کیمپ — واں بھی استادہ ہمارا شامیانا ہوگیا
حور و غلماں نے مچایا تھا اودھم بیطرح — ختم اب جنت کا دورِ معشوقانہ ہوگیا
ہوشیار اے امتِ خواجہ حسن ہاں ہوشیار — گھاگھرا پلٹن کے میجر کا زمانہ ہوگیا
جنت نئی ہو کر مرتب جائیگی شدھی کی فوج — قافلہ سالار پہلے ہی روانہ ہوگیا
حوضِ کوثر تک اٹھیگی دیکھنا شدھی کی موج — اب تو جنت کا بھی الٹا کارخانہ ہوگیا
عاصی جنت والے بھی ہندو بنائے جائینگے — سوامی شردھانند کا واں ہی گرانا ہوگیا

Marfat.com

پرتاب کو جو تنبیہہ حکومتِ پنجاب نے کی ہے اس کا اثر بظاہر "تیج" تک نہیں پہنچا ہے، حضرت مجروح بھی پرتاب کی نظم کے مصنف "ایک زخم خوردہ کی طرح مجروح ہونا چاہتے ہیں۔

اگلا مضمون ایک مختصر سا نوٹ ہے جسے سرجیت پرکاشم سوراجی، ایم ایل اے نے ارقام فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں کہ سوامی جی کو ہندو مسلم اتحاد پیارا تھا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت درکار ہے کہ انہوں نے بستر علالت سے اپنے سیوک کو حکم دیا کہ اس شخص کو جو ان کا قاتل ثابت ہوا ہے۔ باقی "پیارا" یہ تو ہندو مسلم اتحاد پیارا ہونے کا کوئی بڑا ثبوت نہیں لیکن جو کچھ اسی اخبار میں آگے چل کر نظر آتا ہے کیا اسی سوامی جی کے اخبار "تیج" کو بھی ہندو مسلم اتحاد پیارا ہونیکا ثبوت ملتا ہے؟

پنڈت مدن موہن مالوی کا "ضبطِ نفس" مشہور معروف ہے لیکن انہوں نے بھی ایک شخص کے جرم کو پوری ملت کی طرف منسوب کرنے کی خفیف سی کوشش کی ہے۔

پنڈت لیکھرام کے متعلق آج تک ثابت نہ ہو سکا کہ کس شخص نے ان کو قتل کیا۔ فقط اتنا معلوم ہے کہ ان کا ایک چیلا جو ہر وقت ان کے پاس رہتا تھا قتل ہی کے دن سے غائب ہو گیا۔ باوجود اس کے دیکھئے کہ مالوی جی کس خوبی سے پنڈت لیکھرام کے قتل کو سوامی جی کے قتل سے اور پھر دشمن اسلام حسن بن صباح کی شیطانی کارروائیوں سے ملاتے ہیں ارشاد ہوتا ہے۔

"آریہ سماج کے ابتدائی دنوں میں، آریہ دھرم کے دکھانا تو الگ میں مسلمانوں کے مذہب کے دوش دینے والوں میں پنڈت لیکھرام ایک نہایت پرجوش رسائی

پرش تھے۔ اسی وجہ سے ایک کمینہ مسلمان نے پنڈت لیکھرام کو ایک چھرے سے کاری زخم لگایا۔ پنڈت لیکھرام جی کا پران سوامی جی کے سامنے چھوٹا تھا۔ اسوقت کس کے دل میں یہ خیال ہوگا کہ سوامی شردھا نند کی مرتیو بھی اسی طریقہ سے کسی دوسرے کمینہ مسلمان کے ہاتھ سے ہوگی۔ سوامی شردھا نند نے پنڈت لیکھرام جی کا جیون چرتر لکھا، اور ان کے لکھے گرنتھوں کو "کلیات آریہ مسافر" کے نام سے پرکاشت کیا۔ تھوڑے دن ہوئے کہ سوامی جی نے "قاتلوں کے اتہاس" نامی گرنتھ کو دوبارہ شایع کیا اور اسکا دیباچہ لکھا۔ اس میں حسن بن صباح کا جس نے کئی سو برس ہوئے سیاسی قاتلوں کا نظام قائم کیا تھا جو اپنے مخالفوں کی اس پرکار سے ہتیا کراتا تھا جس طرح سوامی شردھا نند کی ہتیا کرائی گئی ہے حال لکھا تھا۔

کیا اسکے بعد کسی کو شک ہو سکتا ہے کہ تمام ہندو یقین کرنے لگیں گے کہ وہ حسن بن صباح جس نے اسلام کے بطل اعظم سلطان صلاح الدین تک کو قتل کرانا چاہا مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ چھوڑ گیا ہے جسکی تقلید مسلمان وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ پہلے پنڈت لیکھرام کو اسی طرح قتل کیا گیا تھا۔ اور اب سوامی جی کی باری آگئی۔؟

یقیناً ہندو مسلم اتحاد مالوی جی کو بہت پیارا ہے، اور ایسی تحریروں سے وہ اسکو ترقی دے رہے ہیں۔

اگلے صفحہ سے عبد السمیع صاحب سے ایک تصویر کھنچوائی گئی ہے جس کے متعلق میں بعد میں عرض کروں گا۔ اسکے اوپر یہ اشعار درج ہیں جو سوامی جی کے سورگباشی ہونے کی غایت وغرض کو اسی طرح بتاتے ہیں جس طرح حضرت عاصی، اور حضرت

Marfat.com

مجروح نے بیان فرمایا تھا۔ ؎

گئے ہیں شدھیاں کرنے کو شردھانند جنت میں
ملیگا اب فرشتوں کو بھی یہ آنند جنت میں
یہ تحریکِ مقدس خلد میں بھی بار ور ہو گی
ملائک اسکے تھے مدت سے حاجتمند جنت میں

دیوتا سروپ بھائی پرمانند وہ بزرگ ہیں جو جیل جانے سے پہلے ایک مسلمان لیڈر سے ملکر فرماتے تھے کہ ہندوستان کو غلامی سے چھڑانے کے لئے ہم کو ہندو مسلمانوں کی ایک جماعت تیار کرنی چاہئے اور داخلہ کی شرط یہ ہو کہ ہندو گائے کا گوشت کھائے اور مسلمان سور کا۔ بڑی مشکلوں اور ہزاروں سفارشوں اور احتجاجوں کے بعد وہ چھوڑے گئے۔ اور جیل سے ایسا نیا راگ الاپتے آئے جس کے سنتے ہی ناممکن ہے کہ ہر مسلمان کو یقین نہ ہو جائے کہ آپ کو ہندو مسلم اتحاد بہت پیارا ہے۔ وہ ایک مضمون میں فرماتے ہیں کہ "مسلمان ہمارے دشمن ہو گئے۔ ان سے دشمنی ہے ان سب مسلمانوں کے متعلق نہیں بلکہ بعض ہی کے متعلق ارشاد ہے کہ ان میں سے کئی ایسے بھی نکلے ہیں جو ہمارے خون کے پیاسے ہیں۔ اس لئے کہ ہماری شدھی جاری ہے۔ بلکہ صرف اسلئے کہ ہم نے یہ دروازہ ہی کیوں کھولا ہے۔ جو اس دروازہ کو کھلنے میں زور لگاتے ہیں ان کا وجود ہی مٹانا چاہتے ہیں۔ تاکہ دوسرے ڈر جائیں اور دروازے کے نزدیک نہ آئیں۔"

دیوتا سروپ کی منطق ہم جیسے منش سروپ لوگوں کی سی نہیں۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ ہندو دھرم عالمگیر مذہب بننے کا دعویدار ہو

Marfat.com

غیر ہندوؤں کی شدھی کیا کرے گا۔ جبکہ ان میں سے بھی جو اپنے کو ہندو کہتے ہیں ۔ مسلمانان ہندوستان کی تعداد کے قریب قریب ہی تعداد والوں کو باوجود ساری دنیا کے طعن و تشنیع کے ہندو آجتک چھونے کے روادار نہ ہوسکے۔ دنیا میں، آجتک کوئی قوم یا ملت ایسی نہیں ہوئی، نہ آج دنیا کے پردہ پر کوئی ایسی قوم یا ملت ہے۔ جو اور قوموں اور ملتوں اور مذہبوں کے افراد کو نہیں خود اپنی ہی قوم، ملت اور مذہب والوں کے ساتھ نہ شادی بیاہ کر سکتی ہے نہ کھا پی سکتی ہے نہ انکو چھو سکتی ہے، نہ انکو سڑکوں پر سے بلا قید کے گزرنے دے سکتی ہے، لیکن دعویٰ یہ ہے کہ ہم زمین آسمان جنت دوزخ سب کی شدھی کریں گے۔ اور مسلمانوں سے جن سے زیادہ آزاد ان معاملات میں کوئی ملت آجتک نہیں ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ تم ہندوستان کی قومیت کے دشمن ہو۔ یہ الٹی گنگا بہانا نہیں تو اور کیا ہے؟

مگر دیوتا سروپی منطق یہ ہے کہ ہندو دھرم اور جاتی کے لئے (پریم اور اخوت) کا جذبہ پیدا کرنا قدرتی اور آسان امر ہے کیونکہ اس جذبہ کا اس پوتر بھومی سے تعلق ہے اسلام کا پریم پیدا کرنا خلاف قدرت امر ہے کیونکہ اسلام کا مذہب باہر سے اس ملک میں آیا۔ اور ظلم کے سہارے پھیلایا گیا۔ عجیب بات ہے کہ ہمارے سامنے ایک خلاف قدرت چیز کے لئے اتنا جذبہ پایا جاتا ہو اور قدرتی بات کے لئے ہم کچھ احساس نہ رکھیں۔

حقیقت یہ ہے کہ دیوتا سروپ، جی ابھی فطرت اور خلاف فطرت ہی میں تمیز کرنے کے قابل نہیں ہوئے، یہ اندر اور باہر کا امتیاز ہی خلاف فطرت ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس پوتر بھومی کی تاریخ کے بھی سراسر خلاف ہے۔

Marfat.com

اس لئے کہ دیوتا سروپ جی بھی اس ملک میں باہر ہی سے آئے ہیں، خواہ ان کا اصل وطن وسط ایشیا ہو۔ یا بقول تلک مہاراج کے قطب شمالی۔ یہ "اندر" اور "باہر" کی ذہنیت ایک عالمگیر مذہب کے دعوے کے منافی ہے اور جب تک یہ باقی ہے (اور یہ باقی کیوں نہ رہے جبکہ اس وقت تک تو مسلمانوں کا اس قید سے آزاد ہونا ہی کسی ہندو کی سمجھ میں نہیں آتا) مہرچند نارائن سوامی پردھان بھارتیہ ہندو شدھی سبھا کا، اسکے بعد کے مضمون میں فرمانا مضحکہ انگیز ہے کہ

"سوامی جی کی اس ہیبت نے جو اسلامی دنیا میں چھائی ہوئی
تھی ان لوگوں کے قاتل اور انکے [illegible] کے ہوش
جو اس [illegible] رکھے تھے ......... یہ شدھی جی کا کام تھا
جس نے مسلمانوں کو بوکھلاہٹ میں ڈال رکھا تھا"

سوامی جی کی ہیبت "اسلامی دنیا" تو بڑی چیز ہے ابھی اس ایک ملک کی [illegible] ہندو دنیا پر بھی نہ چھائی تھی۔ اور جو حالت ہندو [illegible] اچھوتوں کی ہے اسے سوامی جی سے زیادہ کون جانتا تھا؟ افسوس ہے کہ اس [illegible] کی طرف اب بھی توجہ ہوتی ہوئی نہیں معلوم ہوتی۔ [illegible] مسلمانوں اور اسلام کے خلاف [illegible] بوکھلاہٹ نہیں تو کیا ہے [illegible] صاحب فرماتے ہیں

"سوامی جی کا بلیدان ایک شاندار [illegible]
[illegible]
[illegible] عقل کی دنیا میں [illegible]
[illegible]

Marfat.com

۱۵۔ فروری کے نتیج میں "حکومت انگریزی ہے یا مسلم؟" کے عنوان سے ایک مقالہ افتتاحیہ شایع ہوا ہے جس میں شکایت کی گئی ہے کہ مسلمان ریاستوں ہی میں نہیں، بلکہ برطانوی ہندوستان میں بھی جہاں مسلمانوں کا راج نہیں بلکہ انگریزوں کی حکومت ہے، ہندو اخبارات کا گلا گھونٹا جارہا ہے۔ اور ہندوؤں کے حقوق پامال کئے جارہے ہیں، اور ملک کے طول و عرض میں جو حالات پیدا ہو رہے ہیں انکو دیکھتے ہوئے ایک غیر جانبدار شخص اسی نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ یا تو انگریزوں نے اپنی حکومت میں مسلمانوں کو بھی شامل کرلیا ہے، یا برطانوی حکومت، فساد آمادہ مسلمانوں کی زبردستیوں اور چیرہ دستیوں کے آگے ہتھیار ڈال چکی ہے۔ اور مسلمانوں کے شر انگیز طبقہ کے ڈنڈے نے اس درجہ تخوف کردیا ہے کہ اب وہ ان کے جایز و ناجایز مطالبہ کے سامنے چون و چرا کرنے کی جرأت نہیں رکھتی۔

کاش ہندوستان میں بہت سے غیر جانبدار شخص ہوتے جو مختلف طبقوں کی کشمکش اور حکومت کے رویہ کے متعلق ایک صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتے۔ آج تو ہندوستان مختلف طبقوں کے لئے اکھاڑا بنا ہوا ہے، اور حکومت باری باری سے ان پہلوانوں کو شاباشی دے رہی ہے۔

بہرحال اگر کہیں ایک غیر جانبدار شخص کی تلاش ہوگی تو اُسے نتیج کے دفتر میں ہرگز ہرگز تلاش نہ کیا جائیگا۔ گو یہ بھی سچ ہے کہ بعض مسلمان اخبارات کے دفتروں میں ایسے شخص کی تلاش بے سود ہوگی۔ لیکن ایسا شخص اتفاق سے کہیں مل گیا تو وہ یقیناً اسی نتیجے پر پہونچے گا کہ حکومت نہ ہندوؤں کی ہے نہ مسلمانوں کی بلکہ بلاشرکت غیرے انگریزوں کی ہے اور اسوقت تک انہیں کی رہیگی جب تک کہ

Marfat.com

ہم ایک دوسرے کے ساتھ ناانصافی کرنے، لڑنے اور ایک دوسرے کیخلاف انگریزوں کا سہارا ڈھونڈنے کو نہ چھوڑیں گے،

"تیج" سے زیادہ کون جانتا ہے کہ حکومت آج کسی سے نہیں ڈرتی ایک زمانہ تھا کہ وہ مسلمانوں سے ڈرتی تھی کہ یہ صدیوں سے اس ملک میں تخت و تاج کے مالک رہے ہیں۔ پھر ایک بار یہ پھر بزی لے کر اٹھ کھڑے ہوں اور اپنی کھوئی ہوئی پونجی دوبارہ حاصل کر لیں، لیکن حکومت نے بہت جلد محسوس کر لیا کہ اگر ہندو جو مسلمانوں سے تعداد میں تگنے چوگنے ہیں انکے خلاف کھڑے کئے جا سکے تو مسلمانوں کو پھر اور کسی کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی فرصت ہی نہ ملیگی یہی فتنہ انکی پریشانی خاطر کے لیئے کافی ہوگا۔ اس نے جلد اپنے لیئے امن و عافیت کا سامان ہندو مسلمانوں کی بدامنی میں مہیا پایا۔

ایک زمانہ وہ بھی آیا جب کہ حکومت ہندو سے ڈرنے لگی اور اسے اندیشہ ہونے لگا کہ ہندو کانگریس تعلیم پا کر حکومت سے حقوق کا مطالبہ کرنے لگے گا اور اسکو ٹالنا مشکل ہو جائیگا۔ لیکن اسے یہ بھی جلد ہی محسوس ہونے لگا کہ اب مسلمان وہ مسلمان نہ رہے تھے جو اپنی فتوحات اور حکومت کے زمانہ میں تھے۔ اب انکو خدا کی وحدانیت اور وحدت اسلامیہ پر وہ بھروسہ نہ رہا تھا جو کبھی ہے تھا۔ بلکہ اب وہ ہندوؤں کی کثرت سے خائف ہونے لگے تھے۔ اور حکومت نے انہیں یہ کہہ کر اور بھی ڈرانا شروع کر دیا تھا۔ کہ جمہوریت کے معنے اکثریت کی حکومت کے ہیں۔ اگر تعلیم یافتہ ہندو کے مطالبات منظور کر لئے گئے تو پھر مسلم اقلیت کا ہندوستان میں کہیں ٹھکانا نہیں۔ اب ہندوؤں کے لئے بھی وہ دلچسپی بہت نہ رہی۔ اور گو مسلمانوں کی مخالفت ان کو اسقدر پریشان نہ کر سکتی تھی جسقدر

Marfat.com

کہ ہندوؤں کی مخالفت مسلمانوں کو پریشان کر رہی تھی۔ تاہم اب انکو بھی مسلمانوں کی طرف سے ہر وقت کھٹکا لگا رہنے لگا۔ اور حکومت نے کبھی ایک کا ساتھ دیا، اور کبھی دوسرے کا۔ اور نہ ہندوؤں کو اپنے حقوق ملی کی طرف سے اطمینان نصیب ہو سکا نہ مسلمانوں کو نہ سرکاری ملازمتوں اور انتخابات میں نہ مذہبی مناسک اور ملی رسم و رواج کی ادائیگی میں آجتک حکومت نے ایک معین غیر متغیر اور عام فہم اصول اور قاعدہ کی پابندی اپنے اوپر اور نیز ہندو مسلمانوں پر عاید کی بلکہ سب چیزوں کو انگریزی حکام کے اختیارات تمیزی کے ماتحت کر دیا، یا انہیں بجائے امور فیصل شدہ تسلیم کرنے اور کرانے کے تشنۂ انفصال چھوڑ دیا اور اسکا نتیجہ یہی ہوا کہ نہ مناصب و جمعیات مقننہ و ہیئات انتظامیہ میں حصص ملی کا آج تک فیصلہ ہوا نہ گاؤکشی اور مساجد کے آگے باجہ بجانیکا اور ہندو اور مسلمان آجتک ایک دوسرے کا سر پھوڑتے اور اخباروں کے کالموں کو دلآزار تحریروں سے بھرتے اور کونسلوں میں ایک دوسرے کے خلاف دلخراش دھواں دھار تقریریں کرتے رہتے ہیں "تیج" کی طرح کے "سادہ لوح" ہندو مسلم اخبارات میں اسی قسم کی سرخیوں کے مقالات افتتاحیہ نکلتے رہتے ہیں کہ "حکومت انگریزی ہے یا مسلم؟"، "حکومت انگریزی ہے یا ہندو؟"

آج تو وہ نہ مسلمانوں کے شر انگیز طبقے کے ڈنڈے سے ڈرتی ہے، نہ ڈاکٹر مونجے جیسے صلح کل بزرگ کے ڈنڈے سے جس کا ایک زمانہ میں اس قدر شہرہ سنا گیا تھا وہ البتہ مہاتما گاندھی، خلافت، اور کانگریس کے پر امن ترک تعاون سے ایسی ڈری تھی کہ نپولین اور قیصر جرمنی کی جنگی تیاریوں کے سوا آجتک کسی اور شے سے اتنی نہ ڈری ہوگی۔ لیکن جو تعلیم اس نے ہندو مسلمانوں کو

Marfat.com

دینا گوارا کی تھی، اس نے ایک طرف تو سب ملتوں کے تعلیم یافتوں کو مسحور کر دیا تھا کہ سب اپنے کو ہیچمداں نہیں تو کم از کم ہیچمیرز سمجھنے لگے تھے، اور اسی کے قائل تھے کہ ہندوستان کی ترقی اور بہبودگی کا تمامتر انحصار اور دار و مدار برطانوی حکومت پر ہے۔ اور ہم ہندوستانی اس غلامی سے نکلنا چاہیں بھی تو کسی طرح نہیں نکل سکتے۔ اور دوسری طرف خود غرضی، خود نمائی، اور نفس پروری کو اس درجہ ترقی دیدی تھی، کہ حبِّ وطن، ایثار اور قربانی کے لئے آمادگی اور مستعدی کا تو ہر ایک کو دعویٰ تھا لیکن اصل میں یہ چیزیں نایاب تو نہیں تو بیحد کمیاب ضرور تھیں۔ اور ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء کی پکڑ دھکڑ نے ہمارے لمبے چوڑے دعاوی کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ پر امن طریقہ پر ترک تعاون کے لئے جس قدر صبر اور ضبط درکار تھا وہ بھی ہمارے قومی و ملی خزانوں میں نہ نکلا۔ اور تشدد کے لئے جس دل گردے کی ضرورت تھی اسکا بھی ہم ثبوت نہ دے سکے۔ آج کونسلوں میں "تیغ زنداں" کا اور اخباروں کے کالموں میں "زورِ قلم" کا تو ثبوت دیا جاتا ہے لیکن حکومت اتنی احمق نہیں کہ ان چیزوں سے متاثر ہو کر ہمیں اپنے ساتھ حکمرانی میں شریک کر لے۔ آج ایسا احمق کون ہو گا جو "تیغ" کی طرح چلے۔ حکومت نے مسلمانوں کی بجائے تیغ چلانے کے مشفقانہ رویہ اختیار کر کے مسلمانوں کو یقین دلا دیا ہے کہ وہ ان کے اشاروں پر ناچ رہی ہے۔

بہر حال کسی قوم مسلمان کو اب ایسا یقین بھی ہو تو کم از کم وہ اتنی سادہ لوح نہیں ہیں۔ یہ میں نے اسلئے لکھا ہے کہ "تیغ" نے ہمارا نام بھی بعض اور مسلمان اخبارات کے ساتھ اس سلسلے میں لیا ہے اور وہ اندازی بولی بول کر حکومت پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ جلد سے "تیغ" کو قانونی شکنجہ میں

Marfat.com

کھنچوادیں یا حکومت سے استعانت "تیج" ہی کو مبارک ہو۔ یا ان ہندو مسلمان اخباروں کو جو حکومت کی پولیس اور حکومت کی عدالتوں سے نفع کی امید رکھتے ہیں اور ان سے نفع اُٹھانا چاہتے ہیں، لیکن یہ قصور میں نے ضرور کیا ہے کہ مہاتما گاندھی، پنڈت مدن موہن مالوی، لالہ لاجپت رائے اور دیگر ہندو نیتاؤں کی عدالت میں "ہمدرد" کے مضامین کے ذریعے سے "تیج" کے خلاف بھی استغاثہ پیش کیا ہے کہ وہ بھی "پرکاش" "پرتاپ" اور ملاپ وغیرہ کی طرح نہ صرف ایک شخص واحد کے جرم کو (جو ابھی اس پر بھی ثابت نہیں ہوا ہے۔ بلکہ ہسپتال میں زیر تحقیقات اور عدالت میں زیر بحث ہے) پوری ملت کی طرف منسوب کر رہا ہے، بلکہ پوری ملت سے بھی گزر کر خود نفس اسلام کی طرف منسوب کر رہا ہے۔

مجھے پنڈت مدن موہن مالوی اور لالہ لاجپت رائے سے مطلق توقع نہیں کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ اتنا بھی انصاف کریں گے جتنا کہ عدالتہائے حکومت ہم ہندوستانیوں کے ساتھ کرتی ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں، کہ مہاتما گاندھی اس طرف متوجہ ہوں اور ان دونوں "محبان وطن" سے پوچھیں کہ اگر انکی زیر ہدایت نہیں تو ان کے زیر سایہ یہ کیا ہو رہا ہے؟

میں نے ۱۴۔ فروری کے مضمون میں سر یجبت نارائن سوامی پردھان بھارتیہ ہندو شدھی سبھا کے مضمون میں سے حسب ذیل اقتباس پیش کیا تھا

"سوامی جی کا بلیدان ایک شاندار بینار کا کام دنیا کے اتہاس میں دے گا۔ اور زبان حال سے پکار پکار کر دنیا کے لوگوں سے کہتا رہے گا کہ "علم اور عقل کی دنیا میں اسلام دیوالیہ ہو گیا

Marfat.com

اور آریہ سماج فتحمند"

کیا دوبارہ توجہ دلانے پر بھی " تیج " کو اس جملہ میں کوئی چیز قابل اعتراض نہیں معلوم ہوتی ؟ مسلمانان گوجرانوالہ کے جلسہ میں جو تحریک اسکے خلاف منظور ہوئی اسمیں شکایت کی گئی تھی کہ تمام مسلمانان ہند کو " تیج " ایں باہمہ کہا گیا اور سوامی شردھانند کے درجہ کو مسلمانوں کے آقا و مولا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر بتایا گیا تھا۔ اس پر " تیج " لکھتا ہے کہ:۔

" مسلمانان گوجرانوالہ کو تلاش بسیار کے باوجود شہید نمبر میں صرف ایک لفظ قابل اعتراض ملا ،،

اس کے بعد الامان اور زمیندار کے ساتھ ساتھ ہمدرد پر بھی حملہ کیا گیا ہے اور ارشاد ہے کہ:۔

" اس قدر کھوج کے بعد بھی اسوقت تک انہیں کچھ بھی حاصل نہوا اور ان پر کوہ کندن اور کاہ برآوردن کی مثل صادق آتی ہے ،،

ہمدرد کو کوہ کنی کی ضرورت نہیں اسلئے کہ یہ اسقدر کوڑا کرکٹ پڑا ہوا ہے کہ کاہ برآوردن کے لئے کسی زحمت کشی کی حاجت نہیں۔ لیکن حقیقتاً کوڑا کرکٹ ہی نہیں پڑا ہے بلکہ ان میں اخف خفیف چیزوں سے زیادہ بھاری اور غلیظ چیزیں بھی صاف نظر آرہی ہیں یعنی وقت تو الزمت: امن کو بچانا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ پر وہمان جی کا اقتباس پیش کیا جا چکا ہے۔ اب کندن صاحب کی بار دیکھئے حیثیت کمنور چاند کرن شاردا صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی۔ فرماتے ہیں کہ

" اس صدی میں دنیا کا چمکدار جو ہر وکث بانہ طور پر دین اسلام کی وجہ سے گم ہو گیا۔ اور اس زمانہ کا روشن ستارہ قرآن بیا

Marfat.com

کی تعلیم کے باعث غروب ہوگیا...... دل میں یہ خیال موجزن ہوتا ہے کہ جو دین اسلام اس قسم کی بشواش گھات پورن (دغابازانہ) وردات کی تعلیم دیتا ہے اسکی اصلاح کرکے مسلمانوں کو پوتر ویدک دھرم کی جھنڈا چھایا میں لانے کی ضرور دل و جان سے کوشش کرنی چاہئے...... پوجیہ مہاتما گاندھی جیسے لیڈر شدھی اور سنگھٹن کے لئے چندہ جمع کررہے ہیں ہتیارے مسلمان مولویوں نے قتل کی عظیم سازش کرکے سمجھا ہوگا کہ سری سوامی جی کے بلیدان سے شدھی بند ہوجائیگی۔ لیکن لطف یہ ہے کہ بند ہوجانے کی بجائے ہر ایک ہندو شدھی کے لیے متوالا ہورہا ہے۔

پیارے ہندو آریہ ہیرو اگر آپ شہید رشی شردھانند کی پوتر یادگار سنسار میں قایم کرکے آریہ جاتی کا یش تمام دنیا میں چاہتے ہو تو مسلمانوں کی خونی تعلیم اور مذہبی جنون مٹانے کے لئے اٹھ کھڑے ہو۔ کرم ہیر بنو۔ باتیں کرنیوالے لکچرار دل وفارسی نگاروں سے کام نہیں چلے گا۔

عہد کرو کہ جب تک ہندو جاتی میں ایک ایک بچے میں ایک بھی خون کا قطرہ ہے اسوقت تک بشواش گھات پورن اسلامی سبھیتا کا برابر کھنڈن کرتا رہیگا،،

مہاتما گاندھی فرماتے ہیں کہ وہ شدھی اور سنگھٹن کے لئے چندہ نہیں جمع کرتے۔ گرتہ جھوٹے، جھوٹے ہی کیوں کہلاتے اگر مہاتما جی کی شرکت سے اس طرح فائدہ نہ اٹھاتے

Marfat.com

اور دلدار ادھار کا نام تک نہ لیکر جس کے بڑے مہاتما جی۔ سوامی جی کے لئے یادگار قایم کرنا چاہتے ہیں۔ شدھی اور سنگھٹن میں انکو بھی ملوث کرنا نہ چاہتے، تا کہ ان جھوٹے اشتہاروں سے مہاتما جی جیسے لوگ غیر متعصب ہندو کو بھی اپنے دام فریب میں لے آئیں۔ اس پر دعویٰ ہے کہ بشواش گھات پورن اسلامی سبھیتا کا کھنڈن فرمائیں گے، اگر خود ان لوگوں کی سبھیتا بشواش گھات پورن، نہ ہوتی تو یہ ملک مٹھی بھر مسلمانوں کے دست تصرف میں آتا ہی کیوں؟ صدیوں سے غیروں کی حکومت میں مبتلا ہیں۔ لیکن آج بھی آزادی کے خیال سے اس سبھیتا کو نہیں چھوڑتے جس کا لازمی نتیجہ دوسروں کی غلامی ہے۔

ابھی یہ سلسلہ ناتمام ہے۔ میں نام بنام گنوا چکا ہوں کہ کن کن بھائیوں (اور کس بدنصیب بہن) کی دلخراش تحریروں کی مجھے شکایت ہے اور اگر اب بھی صلاح کی طرف آمادگی ظاہر نہ ہوئی تو ان سب کی نظم و نثر کے اقتباسات شایع کروں گا۔ لیکن اسکے یہ معنے ہرگز نہیں کہ میں اعتراف نہ کروں کہ بعض مسلمان جرائد خود ہی نازیبا حرکات کر رہے ہیں۔ جان کا بدلا جان فطرت کا اصول ہے مگر گالی کے بدلے گالی صحیح اصول نہیں، مسلمانوں خدارا اس بیہودگی سے بچو ورنہ تم کس طرح توقع کرسکتے ہو کہ دوسروں کی اصلاح کرسکو گے؟ انصاف کا اقتضا ہے کہ جہاں میں نے ہندو شاعروں اور نثر نگاروں کی دلخراش تحریروں کا ذکر کیا ہے، وہاں ان نظم کو بھی درج کردوں جو اسی اخبار میں درج ہوئی ہے مگر ان بیہودگیوں اور اس دلآزاری سے بالکل بیزار و متنفر ہے۔ کاش سوامی جی کا سوگ اسی طریقہ پر کیا جاتا، یا ان افسانوں کے ذریعہ سے جو ملاپ کے "بسنت نمبر" میں پریم چند جی اور سدرشن صاحب نے شایع کرائے ہیں، اور نظم

تیج میں چھپی ہے وہ حسب ذیل ہے:-

عجب کرشمہ ہیں نیرنگیہائے قدرت کے
حقیقتاً سبق آموز ہیں جو عبرت کے

کسی کی آنکھ پہ پردے پڑے ہیں غفلت کے
کسی نگاہ میں جلوے ہیں نورِ وحدت کے

کوئی ہے جامِ ضلالت سے مستِ خود بینی
کسی کے قلب پہ روشن ہیں راز حکمت کے

کسی نے خلق کی رکھی روا دل آزاری
کسی نے رشتہ میں کھینچا اُسے محبت کے

کسی کا زشتیٔ اعمال سے ہے منہ کالا
ہے سرخرو کوئی تصدیق میں شہادت کے

سجے کسی کے ہیں لعنت کے طوق گردن میں
کسی کے فرق پہ سہرے بندھے ہیں عزت کے

غرض کہ دیکھ کے یہ حال عقل حیراں ہے
عجب طرح کے ہیں نیرنگ حسنِ فطرت کے

یہ بات سچ ہے مرکب خطا سے ہے انساں
جو شر نہ ہو تو ہیں بندے بشر محبت کے

عداوتوں سے محبت کا خون ہوتا ہے
محبتوں سے ہوئے بند لب عداوت کے

یہی اصول جو مدِنظر رہیں اے دل
طریقتیں بھی مطابق رہیں حقیقت کے

جو عقل و ہوش سے انساں کام لے سمجھ
کسی پہ در نہیں ہوتے ہیں بند رحمت کے

بہا کے خون میں اپنے شہید پاکِ نفس
اجارہ دار ہیں عیشِ دوامِ جنت کے

شردھانند ہیں اب سرگباش پرمانند
ہزار کیبد ہیں صدقے تری مشیت کے

جو کچھ پنڈت امرناتھ صاحب ساحر دہلوی کو کہنا تھا وہ کہہ گئے۔ مگر نہ اس طرح کہ خواہ مخواہ کسی کی دلآزاری ہو ۔ کاش ساحر صاحب کا سحر سارے ہندوستان پر چل جائے۔

Marfat.com

# روزنامہ ہمدرد

## فہرست مضامین

(۱) بعض نا آشنا آشنائے درد........
(۲) کشکول گدائی............ ... ...
(۳) ہمدرد کی عیدی..........
(۴) ہمدرد..................



Marfat.com

Marfat.com

# بعض نا آشنا آشنائے درد

(ہمدرد - ۱۸ - اگست ۲۵ء)

محمد علی کی زندگی مالی اعتبار سے ناکام زندگی تھی۔ وہ اپنے خونِ جگر سے چمنِ ملی کی آبیاری کر رہے تھے۔ لیکن انہیں نانِ جویں بھی میسر نہ تھی۔ یہ مضامین دل کے ٹکڑے ہیں جو انہوں نے قارئین ہمدرد کے لئے دسترخوان پر چنے ہیں۔

(مؤلف)

آج سے گیارہ برس پیشتر جب تک کہ کامریڈ کی اشاعت بند ہوئی تھی۔ ہمیں یاد ہے کہ ہمیں رنگون سے حاجی احمد ملا داؤد صاحب کا ایک نامہ گرامی بالکل غیر متوقع طریقہ پر وصول ہوا۔ اس خط کے ساتھ حاجی صاحب کی طرف سے کامریڈ کے لئے مبلغ ایک ہزار روپیہ کی رقم خطیر بھی شامل تھی اور یہ تحریر تھا کہ چونکہ کامریڈ نہایت دل پسند مضامین شائع کر رہا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اسکی اشاعت میں میں بھی آپ کا ہاتھ بٹاؤں۔

کامریڈ اس کے بعد بند ہو گیا۔ اور اسکے ایڈیٹر کو جو حالات پیش آئے اُن کے دہرانے کی نہ ضرورت نہ گنجایش۔ گزشتہ جون میں جبکہ کامریڈ



Marfat.com

اور" ہمدرد" دونوں شایع ہونا شروع ہو گئے۔ اور انکی اشاعت کا دہرا
صرف ایڈیٹر کی برداشت سے افزوں ہو گیا تو ہمیں فکر ہوئی کہ کہیں نہ
کہیں سے اس کے لئے امداد حاصل کریں۔ چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ
کر دیکھنے کے بعد ہمیں یکایک رنگون کے فیاض طبع حاجی صاحب اور ان کے
والد ماجد کا خیال آیا، جنہیں بالعموم مکی اور مدنی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا
اس طویل زمانہ کے دوران میں جو ۱۹۱۴ء سے آجتک گذرا، اگرچہ حاجی صاحب
سے کبھی خط وکتابت کی نوبت نہ آئی۔ مگر ہمیں ان تمام تکالیف و مصائب
کا پورا علم ہے جو محبت اسلام میں حاجی صاحب کو اٹھانا پڑیں۔ حاجی صاحب
اور ان کے رفقاء کا سوراج آشرم (زندان فرنگ) جانا اور ان کے کاروبار
کی تباہی و بربادی، یہ تمام باتیں وقتاً فوقتاً ہمیں معلوم ہوتی رہی ہیں
اور اس قدر تبدیل شدہ حالات میں ان سے طالب اعانت ہونا یقیناً بیدردی
تھی۔ کیونکہ اگر وہ ہماری درخواست پر ہماری مدد نہ کر سکتے تو ان کے لئے
اپنی تباہ حالی کا احساس اور بھی ناقابل برداشت ہو جاتا۔ اور اپنی امارت و
خوشحالی کی یاد تازہ ہو کر جراحت دل کے لئے نمکداں بنجاتی۔ مگر اس تمام
واقفیت کے ساتھ ساتھ ہمیں اس بات کا بھی علم تھا کہ اس فیاض طبیعت
میں ان حادثات نے کوئی تبدیلی نہیں کی ہے اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ ہمارے
مریضوں کی مصیبتوں نے کس طرح حاجی صاحب کو ان کی اعانت و خدمت
کے لئے کھڑا کر دیا تھا۔

بالآخر ہم نے یہی فیصلہ کیا کہ کامریڈ اور ہمدرد کی مالی حالت، اور
ان کے ایڈیٹر اور پروپرائٹر کی بے بضاعتی، غرضکہ بیتول جیل سے رہا ہونے

Marfat.com

کے بعد کے تمام پوست کندہ حالات حاجی صاحب کے سامنے رکھدئے جائیں۔ اپنے دو اخبارات کی پالیسی سے بھی حاجی صاحب کو خبردار کر دیا۔ اور اس امر سے بھی کہ کیوں ہمارے اخبارات کی پالیسی محض دیگر مسلم اخبارات سے مختلف ہے۔

حاجی صاحب کی جانب سے جواب ملا وہ بالکل وہی تھا کہ جسکی ان سے توقع تھی، ۱۸ جولائی تھی اور عید ضحیٰ کی شام کہ جب حاجی صاحب کا عید مبارک کا برقی پیغام ہمیں موصول ہوا۔ اور یہ مبارکباد بہت سی دیگر مبارکبادوں کی طرح خشک نہ تھی۔ بلکہ اس کے ساتھ مبلغ پانچسو روپیہ کا نقد عطیہ تھا اور ہفتۂ آیندہ کے لئے بہت کچھ امیدیں۔

موعودہ اگلے ہفتہ میں ہمیں مبلغ دو ہزار روپے کی رقم اور وصول ہوئی۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ پانچسو روپے کی پہلی رقم تو سیٹھ ہاشم قاسم پٹیل صاحب کا عطیہ تھی اور بعد کے دو ہزار میں سے پانچسو سیٹھ داؤد جی دادا بھائی کی عطا کردہ تھی اور پندرہ سو مسٹر احمد یوسف آبادوت کے۔ ہم بمصداق اسکے کہ

ازدست گدائے بے نوا نا بد ہیچ
جز آنکہ بہ صدق دل دعائے کند

اپنا ناچیز مگر دلی شکریہ ان سب معاونین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جن کی خدمت میں اس سے پیشتر ہمیں صرف اسی قدر نیاز حاصل تھا کہ ان میں سے دو اصحاب ہمارے پرچے کے خریدار تھے۔

سال گزشتہ کی ۱۹ مارچ اس لئے مقرر کی گئی تھی کہ راقم الحروف

Marfat.com

معہ اپنے برادر بزرگ کے برہما جائے۔ مگر افسوس کہ ایک طویل زمانۂ علالت کے بعد راقم الحروف کی نوجوان لڑکی آمنہ ۱۱۔ مارچ کو ہمیشہ کے لئے اس جہان فانی سے رخصت ہو گئی۔ اس صدمۂ جانکاہ کے باوجود بھی راقم الحروف نے اپنی زوجہ کو نہ صرف اسی بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ راقم الحروف کو برہما جانے دیں بلکہ اس پر بھی کہ خود ہمراہ چلیں مگرع

تدبیر کند بندہ و تقدیر کند خندہ

بی اماں کا سلسلۂ علالت شروع ہو گیا اور وہ بھی اپنی مرجانے والی پوتی کے بستر کے برابر لیٹ گئیں۔ مشکلات کا خاتمہ اب بھی نہ ہوا تھا اور مصیبتوں کا آخری پہاڑ جو گرا وہ برادر بزرگ کی سخت اور خطرناک علالت تھی برادر بزرگ کے متعلق جب یہ معلوم ہوا کہ وہ تپ محرقہ میں مبتلا ہیں تو راقم الحروف کلکتہ کی خلافت کانفرنس کی صدارت کے ارادہ سے بھی باز آچکا تھا۔ مگر برادر بزرگ اپنے چھوٹے بھائی کے لئے ایسے حلیم الطبع اور نرم دل نہیں ہیں کہ جیسے دوسروں کے لئے اور ایسے موقعوں پر انکی بیدردی بسا اوقات فارسی کی یہ ضرب المثل یاد دلاتی ہے کہ "دو سگ باش برادر خورد مباش"، چنانچہ راقم الحروف کی مرضی اور خواہش کے خلاف انھوں نے راقم الحروف کو مجبور کیا کہ وہ کلکتہ کی کانفرنس میں شرکت کرے اور بحالت خوردی راقم الحروف کے لئے چارۂ کار بھی کیا تھا لیکن بایںہمہ طاعت گزاری و فرمانبرداری کتے کے ضبط وتحمل کی بھی کبھی کبھی حد آجایا کرتی ہے اسی بنا پر جب برادر بزرگ نے برادر خورد کو اپنی اس علالت کی حالت میں یہ حکم دیا کہ وہ برہما بھی جائے تو اس کے ضبط وتحمل کی آخری حد آگئی اور اب اس نے انکار صاف کے دانت

Marfat.com

دکھانا شروع کئے،

ہندوستان کے اندر اندر تو خیر کہیں جائے تک تو کچھ بات نہ تھی لیکن بڑے بھائی کو ایک خطرناک مرض میں مبتلا چھوڑ کر بیرون ہند جانا کسی طرح گوارا نہ ہوسکتا تھا اور اس لیئے نہ برادر بزرگ دھمکیاں کام آئیں اور نہ منت و سماجت اگرچہ ان دونوں کے استعمال میں انہیں ید طولیٰ حاصل ہے۔

راقم الحروف کے برہما نہ پہنچ سکنے سے برہما کو تو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ مگر ہاں خود راقم الحروف کا اور جامعہ ملیہ کا سخت نقصان ہوگیا۔ راقم الحروف نے یہ سوچ لیا تھا کہ جامعہ کے لیئے برہما سے پانچ لاکھ روپیہ وصول کیا جائیگا۔ اور اسے اس رقم کی وصولیابی کی قوی اُمید تھی۔ اسی لیئے اس نے اور برادر بزرگ نے جامعہ کو دس ہزار روپیہ ماہانہ کے حساب سے ۲ سال کا پیشگی خرچ دینے کا وعدہ بھی کرلیا تھا۔ جامعہ کو علی برادران سے آج تک شکایت ہے اگرچہ یہ تو نہ معلوم ہوسکا کہ شکایت برادر بزرگ سے ہے کہ وہ کیوں ایسے وقت پر بیمار پڑ گئے، یا بیمار خورد سے ہے کہ اس نے بھائی کے ساتھ کیوں اسقدر الفت کا اظہار کیا اور اب اندیشہ یہ ہے کہ یہ شکایت کہیں الزام کی صورت نہ اختیار کرے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ برہما سے کمیٹی اور ہمدرد کی امداد تو ہم وصول کرچکے اور جامعہ ابھی تک محروم ہے۔ اسکے متعلق ہم صرف اسیقدر کہنا چاہتے ہیں کہ امداد کی ابتدا اگر کمیٹی اور ہمدرد کی اعانت سے ہو مگر یقیناً یہ برہما کی امداد کی انتہا نہیں ہے۔ ابھی تو کمیٹی اور ہمدرد ہی کا حصہ پورا نہیں ہوا ہے۔ چہ جائیکہ جامعہ ملیہ کا جامعہ ملیہ نے

Marfat.com

لئے ہمیں بہرحال ایک ایسی ہی رقم لینا ہے کہ جو اس کے شایان شان ہو اور ہمیں مایوسی کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

ہماری صدہا مشکلات میں سے ایک مستقل مصیبت یہ بھی ہے کہ مختلف انجمنوں، کتب خانوں اور دارالمطابعوں سے برابر اس قسم کی درخواستیں آتی رہتی ہیں کہ ان کے نام اخبار مفت جاری کر دیئے جائیں ایسے اصحاب کو اپنی مشکلات کا کسی قدر اندازہ کرانے کے لئے ہم اشاعت اخبارات کے متعلق بعض اعداد و شمار شائع کئے دیتے ہیں گزشتہ فروری میں کامریڈ کے ایک سو دس خریدار کم ہو گئے۔ اپریل کے ختم تک یہ کمی پوری سے بھی زیادہ ہو گئی۔ مگر دو ہی ہفتہ بعد پھر پورے ایک سو دس خریدار گھٹ گئے اور اب جا کر کہیں اتنا ہوا ہے کہ ۸۰ خریدار بڑھے ہوئے ہیں

یہ تو کامریڈ کا قصہ تھا ہمدرد کی داستان کچھ اس سے بھی زیادہ پر درد ہے اخبار جاری ہونے کے بعد پہلی ہی سہ ماہی پر معلوم ہوا کہ ۲۸۵ خریدار کم ہو گئے۔ اور گو ایک مہینے میں ایک سو دس سے زیادہ خریدار بڑھے۔ مگر پھر ڈیڑھ مہینہ میں تقریباً ۱۲۵ کم ہو گئے۔ اور ۲ مہینے گذرے تو یہ تعداد تین سو اسی تک پہنچ گئی مگر اب ۸۰ خریدار پھر بڑھے ہیں اور اسلئے گزشتہ ۶ مہینے میں تین سو خریدار کم ہوئے۔ ہمدرد کی نقد فروخت بھی کم ہو گئی ہے۔ ان اعداد و شمار کے ملاحظہ کے بعد اندازہ لگایا جا سکے گا کہ انجمنوں، کلبوں، کتب خانوں اور دارالمطالعوں کی درخواستیں کہاں تک مناسب اور قابل تعمیل ہیں یہ ممکن ہے کہ بعض خاص خاص صورتوں میں ہم طالب علموں وغیرہ سے قیمت اخبار میں کسی قدر رعایت کر دیں۔ مگر اس قسم کی انجمنوں کو تو ہم صاف جواب دینے پر

Marfat.com

مجبور ہیں، کیونکہ ہر ایک انجمن ایک ایک روپیہ یا آٹھ آٹھ آنہ فی ممبر چندہ لیکر ایسے ایسے کئی اخبارات خرید سکتی ہے ہم سے اکثر کہا جاتا ہے کہ ہمارا دل بہت سخت ہے مگر یہ انجمنیں کبھی صورت حالات پر ہمارے نقطۂ نگاہ سے نظر نہیں ڈالا کرتیں۔ سو یا پچاس آدمی ملکر بہت تھوڑا تھوڑا صرف کر کے ایک کمر بڈ اور ہمدردی نہیں بلکہ اسی قیمت کے کئی اخبار بہ آسانی خرید سکتی ہیں لیکن ہم اپنی موجودہ مالی مشکلات میں کسی طرح ایسا نہیں کر سکتے کہ دو چار دس بیس نہیں بلکہ صدہا اور ہزارہا انجمنوں کو مفت اخبار تقسیم کیا کریں۔ ایک اخبار کا وزن پچاس آدمیوں پر بالکل نامعلوم اور غیر محسوس رہ سکتا ہے لیکن پچاس یا سو انجمنوں کا وزن ایک اخبار کی کمر توڑ دینے کے لئے کافی ہے۔

یہ سب کچھ عرض کر دینے کے بعد ہمیں اس امر کا بھی اعتراف ہے کہ ہندوستان کی تمام انجمنیں اسی قسم کی نہیں ہیں۔ کم از کم صوبہ مدراس کے ضلع کرالہ میں قصبہ الوائی کی انجمن اشاعت المسلمین (ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن) کے متعلق تو ہم اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہندوستان کی دیگر انجمنوں سے بالکل مختلف ہے۔ ابھی پچھلے مہینے میں جب راقم الحروف بیمار تھا اور "برادر بزرگ" نے "دہلی بزرگ"، بنکر برادر خورد کے حالات کی تشہیر شروع کر دی تھی۔ اور لوگوں کو اعانت ہمدرد و کامریڈ کی جانب توجہ دلائی تھی۔ تو ان کے اس بزرگانہ اعلان کے بعد فوراً ہی الوائی سے بذریعہ تار مبلغ ایک سو روپے ہمارے پاس پہنچے چونکہ تفصیلات موجود نہ تھیں اس لئے رقم بد امانت جمع کر دی گئی۔ اس کے بعد سے محمد بلے

Marfat.com

صدر انجمن شباب المسلمین کا خط آیا۔ جس میں تحریر تھا کہ کمریڈ میں برادر بزرگ کا نوٹ دیکھ کر انجمن کا ایک جلسہ کیا گیا۔ اور گو انجمن ابھی تک جنینی حالت حالت میں ہے لیکن پھر بھی یہ طے ہوا کہ سو روپیہ ایڈیٹر کمریڈ کو بذریعہ تار بھیجا جائے۔

اسکے بعد خط میں بڑے مبالغہ کے ساتھ ہماری مدح و ثنا تھی۔ جس کے مستحق ہم ہی جانتے ہیں کہ ہم کہاں تک ہیں۔ ایک ریزولیوشن یہ بھی تھا کہ مدراس کی دیگر انجمنوں سے درخواست کی جائے کہ ایڈیٹر ہمدرد و کمریڈ کی جلد شفایابی کے لیئے دعا کریں

ہمارے ممالک متحدہ کے باون ضلعوں میں تو کم از کم فی ضلع دو دو تین تین مقامات ایسے ہوں گے جو قصبہ الوائی کا تعلیم و تمول میں کامیاب مقابلہ کر سکیں۔ راقم الحروف کو ایسے بہت سے اتفاقات ہوئے کہ جب کبھی وہ ایسے "الوائیہ" مقامات پر جا نکلا ہے تو اسکے کام و زبان کی شاہانہ تواضع کی گئی ہے۔ لیکن کسی کو اس امر کا خیال نہ آیا کہ بجائے دعوتوں پر صدہا روپیہ صرف کر دینے کے اگر اسی روپے سے اخبار کی مدد کی جاتی تو وہ یقیناً ایک بہت بہتر کام ہوتا۔ اور اخبار بہتر حالت میں اور پابندی وقت کے ساتھ نکلا کرتا۔ مگر ایک صوبۂ متحدہ ہی تو نہیں ہے کہ جسے الوائی سے سبق سیکھنا ہے۔ بقامت کہتر و بقیمت بہتر۔

صوبہ بہار، زندہ دل صوبۂ پنجاب، دارالسلطنت تجارت بمبئی اور کلکتہ کا دار التجار کو لوٹولہ سب ہی پیش قدمی کریں گے۔ برادر بزرگ بتا چکے ہیں کہ اخبار کی مدد ہر طرح سے ہو سکتی ہے بصورت نقد ہو، بصورت

Marfat.com

خریداران ہو، یا بصورت کارطباعت ہو، غرض جس طرح بھی ہو ہونا چاہئے طباعت میں لیتھو، ٹائپ، انگریزی اردو سب داخل ہے۔

امداد و اعانت اور گوشوں سے بھی ہو گی۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ برما کے تینوں " اجنبی صاحبان " اور الوائی کی " اجنبی انجمن " باوجود نا آشنائی بہترین آشنا ثابت ہوئے، اڈیٹر بھرتہ دل سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

Marfat.com

# کشکول گدائی

(ہمدرد - ۲۷ - اپریل ۲۶ء)

حجاز پر سلطان ابن سعود کا قبضہ ہو چکا ہے۔ قبضہ کے ساتھ بادشاہت کا اعلان بھی ہو چکا ہے۔ یہ اعلان سلطان کے سابقہ مواعید کے بالکل خلاف ہے۔ خلافت کمیٹی بار بار اعلان کر چکی ہے کہ وہ حجاز میں بادشاہت نہیں قبول کریگی۔

محمد علی اس سال حج کو جاتے ہیں تاکہ وہاں کی اسلامی کانفرنس میں (موتمر اسلامی) جسے سلطان ابن سعود نے مدعو کیا تھا شریک اور "افضل الجہاد کلمۃ الحق عند السلطان جائر" کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوں۔ ابتک انہوں نے سلطان کی مخالفت نہیں کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ وہ اور عالم اسلام کے نمایندے سلطان کو راہ راست پر لے آئیں گے۔

محمد علی حجاز جا تو رہے ہیں لیکن جیب میں ایک پیسہ بھی نہیں ہے لہذا وہ کشکول گدائی لیکر نکلتے ہیں۔ وہ قوم کے ہو رہے تھے۔ اور قوم ہی سے مانگ سکتے تھے۔ بیمار بھی تھے۔ لیکن کام کئے جا رہے تھے۔ انکی علالت کا ذکر پڑھ کر مخالفین ٹھٹے لگاتے تھے۔ اور اسے باور نہیں کرتے تھے اپنے مخالفانہ مضامین میں انکی علالت کا ذکر طنزیہ انداز میں کرتے تھے،



Marfat.com

محمد علی نے اس کا جواب بھی دیا ہے،
یہ مضمون نہیں قاش دل ہے۔

(مؤلف)

---

گو میرے ہزاروں دوستوں اور لاکھوں ہی خواہوں میں سے بہت تھوڑے ہمدرد کے خریدار ہیں تاہم میرا خیال ہے کہ اگر ہمدرد نہیں تو اور اخباروں ہی کے ذریعہ سے ان میں سے بہتوں کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں نے ہمت کرلی ہے کہ امسال حج بیت اللہ سے سعادت اندوز ہوں۔ میرے والد نے ۳۳ سال ہی کی عمر میں انتقال فرمایا تھا۔ میری عمر اب ۴۸ سال کی ہے اور ان سے میری عمر پندرہ سال زائد ہو چکی ہے اس لئے مجھے کوئی حق نہیں ہے کہ زمانہ سے زندگی کی کچھ بہت زیادہ توقع رکھوں وہ تندرست تھے۔ لیکن یکایک ہیضہ میں مبتلا ہوئے اور چند گھنٹوں میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مجھے اسی عمر میں جس عمر میں انہوں نے انتقال فرمایا تھا ملک الموت کی طرف سے نوٹس مل چکا ہے۔ یعنی آج سے پندرہ سال پہلے میں ذیابطیس میں مبتلا ہو چکا ہوں اور باوجود مسلسل علاج کے آجتک صحت یاب نہیں ہوا۔ کراچی کے مقدمہ کے زمانہ میں ذیابیطس سرطان نے موت کی دوسری گھنٹی بجائی تھی۔ اور گو قید نے تمام فکروں اور پریشان کن شغلوں سے نجات دلادی تھی۔ اور بدپرہیزیوں کا بالجبر خاتمہ کر دیا تھا جسکے باعث میری صحت بہت اچھی ہو گئی تھی۔ گو میں بظاہر بہت دبلا نظر آتا تھا مگر جیل سے چھوٹنے کے بعد افکار و اشغال کا پہلے سے بھی زیادہ ہجوم تھا

Marfat.com

اور قید کے زمانہ میں جو ملک کی کایا پلٹ ہو گئی وہ سخت جانکاہ تھی حالانکہ مجھے دو سال کی قید تنہائی کے باعث محبس کے باہر کی دنیا کا کچھ حال نہ معلوم ہوتا تھا تاہم قلب پر کچھ ایسے اثرات وقتاً فوقتاً وارد ہوتے رہتے تھے کہ بہت سے واقعات جن کا مجھے وہم و گمان بھی نہ تھا شعروں کی صورت میں ازخود میرے قلم سے نکلکر مجھ پر ظاہر ہو گئے۔

انہیں واقعات میں سے مصطفیٰ کمال پاشا کی کامیابی تھی جس کا پتہ میرے دل نے بیجاپور کی جیل کے باہر چند بچوں کے خوشی کے نعروں سے لگایا حالانکہ ان باتوں کی آواز مجھ تک نہ آتی تھی۔ اور ان کی خوشی کے نعرے غالباً اس فتح مبین سے بالکل غیر متعلق تھے اسوقت میری قلم سے یہ شعر نکل پڑا ؎

آئی نہ ہو زنداں میں خبر موسم گل کی
سننا تو ذرا، شور عنادل تو نہیں ہے

جہاں یہ دل خوش کن مگر نامعلوم فتح کا احساس تھا وہیں قلب پر وہ کیفیت بھی وارد ہوئی جس سے آزادی ہندوستان کی تحریک کے سست پڑجانے کا گمان ہوتا تھا۔ اور جو یوں ایک شعر کی شکل میں نمایاں ہوئی تھی ؎

یہ حالت ہو گئی ہے ایک ساقی کے نہ ہونے سے
کہ خم کے خم بھرے ہیں مے سے اور میخانہ خالی ہے

بہر کیف رہا ہونے سے پیشتر ہی یہ شعر جس سے آنے والے افکار کا پتہ چلتا تھا لکھا جاچکا تھا ؎

ہوا تھا قید فصل گل میں جو مرغ اسکو گلشن میں
قفس سے چھٹتے ہی صید غم جور خزاں پایا

Marfat.com

جب سے چھوٹا ہوں ہر سال ذیابیطس کی بدولت جس نے اب مستقل صورت اختیار کر لی ہے۔ ذیابیطس سرطان کے ذریعہ حضرت عزرائیل کی آمد آمد کا شور سنائی دیتا رہتا ہے۔

سال گزشتہ میں اس بیسی لس کولائی کا اضافہ ہو گیا اور آنتوں اور مثانہ میں خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ جس کا اظہار اور طریقوں کے علاوہ حرارت کی شکل میں بھی ہوتا رہتا ہے،

جس وقت یہ علامات پہلے نظر آئی تھیں صحیح تشخیص نہ ہو سکی تھی۔ لیکن گزشتہ جنوری میں پھر یہ علامات پہلے سے سخت تر تکلیف دہ صورت میں نمودار ہوئیں۔ اور اسوقت سے آج تک صاحب فراش ہوں۔ یا کم از کم صاحب فراش ہونا چاہئے۔ لوگ امیری جامع مسجد، اور دوسری جگہوں کی تقریروں، اور مختلف مجالس اور مشوروں کی شرکت کا حال سنتے ہیں یا مجھے جلسوں میں شریک ہونے اور تقریر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو انہیں یقین نہیں آتا کہ میں بیمار ہوں۔ اور اگر میری لاغری، چہرے کی زردی، یا آماس اور دنبلوں کے باعث میر النگڑا کر چلنا میری علالت کا پتہ دیتا ہے تب بھی وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کچھ یونہی سی ناسازی طبیعت ہو گی۔ غالب نے جہاں بہت سی اور نیم محسوس واردات قلبی کی تشریح اپنے اشعار میں کر دی تھی، وہاں اس غریب عاشق کے روگ کا بھی راز فاش کر دیا تھا جس کا چہرہ محبوب کو دیکھ کر دمک اٹھتا تھا ؎

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

Marfat.com

میری علالت پر میری دوڑ دھوپ نے جو پردہ ڈال رکھا ہے اسے غالب نے بھی نہیں الٹا۔ اور میری مسلسل علالت کا ان ورٹیڈ کاما کے بغیر ذکر نہیں کیا جاتا۔ بہر حال کمرنڈ کی بار بار کی بے قاعدہ اشاعتوں کے بعد تین مہینے سے اس کا بالکل نہ نکلنا میرے دعوے علالت پر شاہد عادل ہے۔ آنیوالی گھڑی کا حال تو خدا کے سوا کسیکو بھی معلوم نہیں۔ لیکن بظاہر وہ دور نہیں معلوم ہوتی۔ اس لیئے اب چاہتا ہوں کہ دربار حبیب سے دیر تک دوری نہ رہے۔ اور جلد وہ آرزو برآئے جس کا اظہار مجھ جیسا گنہگار صرف اپنی زبان سے اسطرح کرسکتا تھا ؎

بے مایہ سہی لیکن، شاید وہ بلا بھیجیں
بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

قید و بند کے زمانے میں جب کبھی موسم حج آتا تھا تو کعبۃ اللہ کی یہ حالت دیکھ کر کہ ؎

اسکا کعبہ جسکی جانب روز پڑھتے تھے نماز
کیا کہیں گے اس سے کیونکر قبضہ دشمن میں تھے

اپنے عازم حج نہ ہونے پر دل کو یوں بہلا لیا کرتا تھا کہ ؎

کیا جائیں کوئے یار میں یوں اذنِ غیر سے
ہے انتظار دیکھئے کب تک بلائے دوست

بظاہر اذنِ غیر کی اب ضرورت نہیں، دوست خود بلا رہا ہے، اب میرا ان میرے چچازاد بھائی اور خسر عظمت علی خان صاحب مرحوم (والد معظم علی صاحب)

Marfat.com

کے لگ بھگ پہنچا ہے۔ اور وہ اسی عمر میں ذیابیطس کے مرض میں اس دار فانی سے رحلت کر گئے تھے۔

اسوقت میری رانوں میں ایک سرطان اچھا نہ ہونے پایا تھا، کہ دوسرا رونما ہو گیا۔ کب تک صحت کا انتظار کروں اور کب تک اسکی راہ دیکھوں کہ وہاں کے لائق کسی ہدیہ عملی کا بندوبست ہو سکے، اپنے شعر ہی پر کیوں نہ عمل کروں ے

نذر جاں دیں چل کے طیبہ، اپنے پاس
ان کے لائق ایک ہی سوغات ہے

جانتا ہوں کہ زاد التقوی تو مفقود تھا ہی۔ یہاں کسی اور زاد راہ کا بھی کبھی انتظام نہ ہو سکا۔ اور اسکے انتظار میں رہوں تو یقین ہے کہ دربار حبیب میں پہنچنے سے پہلے سفر آخرت کا احرام باندھ چکوں گا۔ اس لئے روحانی کم مائگی اور مادی بے بضاعتی کے باوجود نیت کر لی ہے کہ ہندوستان سے چل پڑوں۔ اگر دوست خود بلاتا ہے تو زاد راہ کا بھی خود ہی انتظام فرما دے گا

جوہر وہ صبر آپ ہی دے گا اگر ہمیں
ہے امتحان وعدۂ صبر آزمائے دوست

بہرحال اب تو جی میں ٹھان لی ہے کہ ے

اے عازم بیت الحرم احرام سفر باندھ
اللہ کی رحمت کا یقیں ہے تو کمر باندھ

اگر اسکی رحمت کا یقین بھی نہ ہو تو پھر میرے پاس ہے کیا ے

لے چلے ہیں اسکی رحمت کا یقیں ——— ایک تو صاحب یہی اوقات ہے

Marfat.com

کیا نہ ہو گی میری حاجت روا ——— جس کا مولا قاضی الحاجات ہے

جو مجھے آج صاحب فراش دیکھتا ہے، وہ پوچھتا ہے کہ اتنا دور دراز کا سفر اور ایسی کٹھن منزلیں ایسی حالت میں کیسے طے کرو گے، میرا جواب ہے کہ سفر آخرت اس سے کہیں دور تر ہے اور مریضوں سے زیادہ آسانی کے ساتھ ایسی کٹھن منزل کون طے کر سکتا ہے اور اگر ایک دن مرنا ہے تو

میں موت مانگتا ہوں زمین حجاز میں

ہست شان رحمتت گیتی نواز
آرزو دارم کہ میرم در حجاز

مسلمے از ماسوا بیگانۂ
تا کجا زُنّاری بتخانۂ

حیف چوں او را سر آید روزگار
پیکرش را دیر گیرد در کنار

از درت خیزد اگر اجزائے من
وائے امروزم خوشا فردائے من

کوکبم را دیدۂ بیدار بخش
مرقدے در سایۂ دیوار بخش

یا بیا ساید دل بیتاب من
بستگی پیدا کند سیماب من

با فلک گویم کہ آرامم نگر
دیدہ آغازم انجامم نگر

Marfat.com

ممکن تھا کہ میں اس ارادہ کو ہندوستان کی مکدر فضا کے خیال سے جس سے چشم پوشی تو کبھی نہ کی گئی تھی مگر جس کے بہتر ہونیکا ابتک بمصلحت انتظار کیا جارہا تھا۔ اگلے موسم حج کے لئے ملتوی کر دیتا لیکن تطہیر حجاز ہو چکی ہے۔ اگر اس تطہیر کے بعد حکومت غلط طریقہ پر تشکیل ہوئی تو نہ معلوم کتنے عرصہ دراز تک مسلمان ایک آفت سے نکلکر دوسری آفت میں مبتلا رہیں۔ افسوس کہ مسلمانوں نے واقعہ کربلا کی اہمیت کو نہ سمجھا۔ ہمیں اس واقعہ پر صرف سبط رسول اور جگر گوشہ بتول کی جانکاہ موت کا ماتم کرنا نہیں ہے بلکہ نظام خلافت راشدہ کی موت پر بھی سینہ کوبی کرنا ہے۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وسلم پہلے ہی مسلمانوں کو متنبہ فرما چکے تھے کہ تیس برس تک خلافت راشدہ ہے پھر اسکے بعد کٹکھنی ملوکیت کا دور دورہ ہوگا۔ مسلمان بادشاہوں نے بھی کفار سے لڑائیاں لڑیں اور حدود مملکت اسلام کی توسیع کی۔ لیکن اسلام کی صحیح تفسیر آدھی دنیا کو فتح کرنا نہیں تھی بلکہ ساری دنیا کو مسلمان کرنا تھی آدھی دنیا کو فتح کرنے پر قناعت کرنا انہیں ذاتی اور خاندانی اغراض و مقاصد کا پتہ دیتا ہے جو ان فتوحات کے محرک تھے۔ ملوکیت ہم کو تیرہ سو برس تک بھٹکاتی رہی۔ تا آنکہ ارض پاک حجاز بھی کفار کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکا اور بلد الامین جسکی خداوند کریم نے خود قسم کھائی تھی قریب تھا بلد الامین نہ رہ سکے اور ومن دخلہ کان آمنا کے دعوے کے متعلق ضعیف قلوب میں تذبذب پیدا ہونے لگا۔ ترکی کی فتح اور وہاں ملوکیت کے خاتمہ سے امید بندھی تھی کہ خلافت کی اب اصلاح ہوگی۔ مگر مذہب سے ناواقف ارباب حل وعقد ترکی نے سرے سے خلافت کا خاتمہ ہی

Marfat.com

کرنا چاہا۔ اور الغائے خلافت ہی کا اعلان کر دیا۔ وہ مسئلہ جس قدر اہم ہے اتنا ہی اس کا حل مشکل ہے اور بظاہر اسوقت موقعہ نہیں کہ اسکے آخری حل کے لیے کوئی موتمر منعقد کی جائے۔ لیکن تطہیر حجاز نے ایک اور موتمر کے انعقاد کا موقعہ بہم پہنچا دیا۔ اور امیدیں بندھیں کہ اس موتمر کے ذریعے سے خلافت راشدہ کے منہاج پر ایک صحیح جمہوری حکومت کی تشکیل ہو سکیگی جو ملوکیت کی مطلق العنانی اور ایک خاندان سے وابستگی اور سلسلہ وراثت سے مبرا او معرا ہو گی۔ افسوس کہ یہ امید بھی بر نہ آئی تاہم ابھی وقت نہیں گیا ہے۔ اور توقع کی جا سکتی ہے کہ اگر سلطان ابن سعود کی نمایندگان مسلمانان ہند سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے یہ معلوم کر لیا کہ اہل ہند کے مسلک کی تہہ میں کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔ بلکہ سود و بہبودِ اسلام اس کا محرک ہے اور اس میں نہ صرف عام مسلمانوں، اور حجازیوں کا فائدہ مضمر ہے۔ بلکہ خود اہل نجد اور سلطان کا بھی اسی میں فائدہ ہے کہ وہ عالم اسلامی کی رائے کے مطابق تشکیل حکومت حجاز ہونے دیں تو مجھے یقین واثق ہے کہ ان جیسا با ہوش مدبر اپنی ملوکیت پر ایک لمحہ کے لئے بھی مصر نہ ہو گا۔ آج ان کے کیئے ہوئے انتظامات بہتر سے بہتر ہی۔ لیکن ملوکیت میں جو نقایص مضمر ہیں وہ اصلاحات کے مسئلہ سے تھوڑی دیر کے لئے قطع نظر کر کے بھی ہم کو ملوکیت کے فساد عظیم سے مرکز اسلام کو بچانے کی صلح جویانہ کوشش کرنی چاہیئے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج — تا ثریا میرود دیوار کج

Marfat.com

حضرت معاویہؓ کی غلطی کے باعث مسلمان تیرہ سو برس تک خراب اور پریشان حال رہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسی قسم کی ایک غلطی آج ہم سے ہو جائے اور پھر تیرہ سو برس تک ہم ذاتی و خاندانی اغراض کے چکر میں گھومتے رہتے ہیں۔

اب بنو امیہ کا دور ہو سکتا ہے نہ بنو عباس کا نہ خاندان عثمان کا اب حکومت اسلام ابن اسلام کی ہوگی۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ ہندوستان کے مسلمان خواہ مخواہ سلطان ابن سعود کی مخالفت کریں۔ اور ان سے بیفائدہ زبردستی کا جھگڑا مول لیں، یہ کام صرف خلوص و محبت سے ہو سکتا ہے نہ اسکے یہ معنے ہیں کہ سلطان ابن سعود اور ان کے رفقاء کار اور ان کے سپاہی ارض پاکِ حجاز سے نکال دئے جائیں۔ اور اہل حجاز کی حکومت بنا کر ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے۔ ہم کو سلطان ابن سعود کی مدد ضرور درکار ہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ وہ امداد بغیر ایک خاندانی ملوکیت قایم کئے ہوئے بھی وہ حصول مرضات اللہ کے لئے مرکز اسلام کو پہونچائیں گے۔ اور علاوہ اجر آخرت کے اس دنیا میں بھی اس کا صلہ اپنے اثر اور مقبولیت عام کی شکل میں حاصل کریں گے۔

توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا

میں اس سے پہلے بھی جمعیتِ خلافت کی طرف سے ایک وفد میں جا چکا ہوں اور جب لائڈ جارج جیسے شخص سے ملاقات اور گفتگو کرنے میں میں نے نہ صاف گوئی کو ہاتھ سے دیا۔ نہ تحمل و بردباری کو تو آج

Marfat.com

ایک باخدا مسلمان کو صلاح نیک دینے اور اسکو عمل خیر پر آمادہ کرنے میں میں کیوں درشتی اور بے صبری سے کام لوں گا۔ یہ معاملہ کچھ اسطرح میرے جی سے لگا ہوا تھا کہ میں نے خود اس وفد کے لئے اپنا اور بھائی کا نام پیش کیا۔ اور اپنے پہلے وفد کے دو رفقا سید سلیمان ندوی، اور شعیب قریشی صاحب کی معیت پر اصرار کیا۔ بحمد اللہ کہ سب کا انتخاب ہو گیا اور انشاء اللہ ہم ۱۰۔ ۱۲۔ مئی تک ہندوستان سے رخصت ہو سکیں گے۔

یہ سب کچھ ہے لیکن سوچتا ہوں کہ نہ خود اپنے سفر کے اخراجات کے لئے پیسہ پاس ہے نہ کمریڈ اور ہمدرد چلانے کے لئے کوئی سرمایہ ہے یہی نہیں بلکہ ان کے اجراء سے اسوقت تک بیس پچیس ہزار کے قریب خسارہ اٹھا چکا ہوں جسکے اکثر حصے کے لئے دو تین بھائیوں کی مدد سے انتظام ہو چکا ہے۔ تاہم اسوقت سات آٹھ ہزار کا قرض ہے۔ اور کم از کم تین چار ہزار مدت سفر کے لئے اور درکار ہوگا اپنے اور اپنے متعلقین کے زادراہ کے لئے دوستوں کے آگے ہاتھ پھیلایا ہے۔ اور اس عرض حال کے ذریعے سے پھیلاتا ہوں۔ وہ جانتے ہیں کہ اب نہ میری کوئی جائداد ہے نہ کوئی اور ذریعہ آمدنی۔ جب تک نظر بند رہا میرے قید کرنے والے میرے کفیل تھے۔ جب سے قید سے آزاد ہوا ہوں، قوم کے چند افراد میرے اور میرے متعلقین کے کفیل ہو گئے ہیں۔ آج قوت لایموت سے بھی بڑھکر ایک ضرورت پیش آئی ہے تو اس کے لئے روپیہ کہاں سے فراہم کروں "ملّاں کی دوڑ مسیت"، دوستوں کے آگے کشکول گدائی پیش کرتا ہوں۔ کوئی جو کچھ دیسکتا ہو دیدے۔ جو کوئی قرض حسنہ

Marfat.com

دے سکتا ہو وہ قرض حسنہ دے۔ لیکن اخباروں کی اگر کوئی ضرورت ہے اور وہ کوئی خدمت انجام دے رہے ہیں تو پھر ان کے قرضے کی ادائگی اور آیندہ چلانے کے لیے روپے کی فراہمی کا بار میرے کندھوں سے ان لوگوں کو اُٹھا لینا چاہیئے جو انکی حیات و بقا کو قوم و ملک کے لئے مفید سمجھتے ہیں ورنہ صاف صاف کہدیں ؎

غالب حسنہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
روئیے زار زار کیا، کیجئے ہائے ہائے کیوں

ایک دوست نے ابھی ایک ہزار پیش کر دیا ہے ایک نے دو ہزار بھیجا ہے۔ چھوٹی رقمیں بھی آ رہی ہیں۔ پچاس ایک بھائی نے سو ایک نے امید ہے کہ بڑی اور چھوٹی رقموں سے اللہ "میرا تو نبا بھر دے"، "میرا چینل بھر دے"،

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

حقیقتاً ؎

ایک ہی در کا بھکاری ہوں مجھے
اک فقط تیرا سہارا چاہیئے

کسی بزرگ نے حج کے موقعے پر کسی محتاج کو مزدلفہ میں لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے دیکھا تو فرمایا کہ اس بے وقوف کو دیکھو! اللہ کے گھر کے اسقدر قریب ہے، اور آج بھی اس سے نہیں مانگتا۔ اوروں سے مانگتا ہے۔ میرا سوال اسی سے ہے، اور

Marfat.com

وہ فرما چکا ہے۔

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ
فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُم
يَرْشُدُونَ۔

Marfat.com

# ہمدرد کی عیدی

(ہمدرد ۱۵۔ اپریل ۱۹۲۷ء)

اب حالات کی نزاکت حد سے بڑھ چکی ہے۔ ہمدرد نکل رہا ہے لیکن خسارہ سے۔ محمد علی قوم کے سامنے اپنا کیس،، رکھتے ہیں۔ (مؤلف)

افسوس ہے کہ ہم مسلمان بھی آج اس نظام کی حقیقت سے جو اسلام کے ارکانِ دین کی روح ہے بہت کچھ ناآشنا نظر آتے ہیں جس چیز کی ضرورت ہے وہ ان ارکانِ دین کی حقیقت سے آگاہی ہے۔ اور اس نظام کے احیاء کی اور ہمدرد کا اڈیٹر ساری دنیا سے اسی آگاہی اور اسی احیا کے لئے لڑ رہا ہے حقیقتاً عید الفطر اسی نظام کے احیا کی، اور ہمدرد کا اڈیٹر ساری دنیا سے اسی آگاہی اور اسی احیا کے لئے لڑ رہا ہے حقیقتاً عید الفطر اسی نظام کے نزول کی ابتدا کی خوشی ہے۔ ہمدرد کا اڈیٹر اسے صرف اسی لئے نکالتا ہے اور کم سے کم یہ کوشش ہے کہ بہت جلد بھی اسی لئے نکالے کہ زندگی کے لئے جو آخری نظام شب قدر میں آیا اسکو ہندوستان اور ساری دنیا میں قایم کرائے، خلافت راشدہ کا دوبارہ احیا ہو سکے اور جو تنظیم خلفائے راشدین کرتے تھے



Marfat.com

اور جس تبلیغ کو وہ اپنی زندگی کا مقصدِ وحید سمجھتے تھے اور جو تبلیغ سب سے بہتر طریقے پر اسی طرح ہو سکتی ہے کہ ہماری زندگی بھی انہیں کی زندگی کی طرح ہو جائے۔ اُسی تنظیم اور اُسی تبلیغ کا اڈیٹر ہمدرد بھی دلدادہ ہے اور ہمدرد اور کامریڈ کی اشاعت سے ان کو اس تنظیم اور اس تبلیغ کا آلہ اور اُرگن بنانے کے سوا اسکی مطلق کوئی غرض نہیں۔ آج وہ اپنے بھائیوں کے سامنے دست سوال دراز کئے ہوئے آتا ہے کیا تم چاہتے ہو کہ ہمدرد نکلنا شروع ہو؟ کیا تم کو اسکی اور اس کے قلم کی ضرورت ہے، اور تم سمجھتے ہو کہ اس سے اور اسکے قلم سے مسلمانوں کو اور ہندوستان کو کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ اگر تم ایسا سمجھتے ہو تو اس عید کی خوشی مناتے وقت جو نزول قرآن اور قرآنی نظام کے ابتدا کی خوشی منانے کا تہوار ہے اس نظام کے احیا کے خواہشمند کو یاد رکھو گے، اور ہمدرد کی عیدی اس تک پہنچا کر اسے اسکا موقعہ دو گے کہ وہ اس نظام کی حقیقت کو ظاہر کرتا رہے۔ اور اسکے احیا اور اجرا کی کوشش کرتا رہے؟ اگر ہمدرد اور کامریڈ اور ان کے اڈیٹر کے متعلق تمہارا وہ خیال نہیں ہے جو اوپر ظاہر کیا گیا ہے تو بہتر ہے کہ ہمدرد بھی بند کر دیا جائے اور اسکا اڈیٹر اس وقت تک کے لئے ایک گوشۂ تنہائی تلاش کرنے جب تک خدا کے ہاں سے اسکے لئے بلاوا آئے ؎

غالبِ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
روئیے زار زار کیا، کیجئے ہائے ہائے کیوں

ہمدرد کی عیدی ساری دنیا سے نہیں مانگی گئی تھی بلکہ دنیا کے محض اس نہایت ہی محدود حصہ سے جو ہمدرد پڑھا کرتا ہے، اور میں نے

Marfat.com

عرض کیا تھا کہ میں سمجھتا ہوں کہ میں حق رکھتا ہوں کہ کم سے کم اُن سے جو ہمدرد کے خریدار ہیں اور اُسے پسند کرتے ہیں اور جو میں احیائے خلافت راشدہ اور اجرائے نظام اسلام کے متعلق کہنا چاہتا ہوں اُسے سننا چاہتے ہیں، اسکی توقع رکھوں کہ ہمدرد کے قرضہ کی ادائیگی کے لئے ایک رقم عیدی کی ارسال کریں۔ اور میرے خیالات کے مبلغ اور ہمدرد کے بلا کمیشن ایجنٹ بنکر شوال کے مہینے سے لیکر ذی الحجہ تک ہر ماہ میں دو خریدار نئے مہیا کر دیں۔

ہمدرد کے کشکول گدائی میں عیدی کی چند رقمیں پڑ چکی ہیں جنکی ایک فہرست پہلے شایع ہو چکی ہے اور دوسری جلد شایع کی جائیگی اب تک حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جیسے اصحاب ثروت کی رقمیں موصول نہیں ہوئی ہیں۔ لیکن کئی رقمیں اُن ہمدردان ہمدرد سے وصول ہو چکی ہیں جن کی مالی حالت اُن صحابہ کرامؓ کی سی ہے جنہوں نے تنگی کے سال میں ساری ساری رات اہل مدینہ کے باغات کو پانی دیکر کچھ کھجوریں مزدوری میں حاصل کی تھیں اور اس پر بھی اپنا پیٹ کاٹکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ تبوک کے لئے ان کھجوروں میں سے نصف کا چندہ دیا تھا۔ اور اس کا صلہ اسی دنیا میں اس طرح پایا تھا کہ وہ کھجوریں، درہموں اور دیناروں کے اس ڈھیر کے اوپر جو آنحضرت کے سامنے لگا ہوا تھا بکھیر دی گئی تھیں کفار اور منافقین نے حضرت عثمانؓ غنی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جیسے اغنیا کو اس پر یہ کہکر چڑانے کی کوشش کی تھی کہ ان کے سونے

Marfat.com

چاندی پر ایک سڑی سی بڑھیا کی کھجوروں کو ترجیح دی گئی، یہ پیغمبر اسلام کی انوکھی قدر دانی ہے۔ اور کھجوریں دینے والی بڑھیا کی ہنسی اُڑائی تھی۔ اس انوکھی قدر دانی کی یادگار قرآن کریم کے ذریعہ سے ہمیشہ کے لئے قایم کر دی گئی اور ارشاد ربانی ہوا کہ الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقٰت والذین لا یجدون الا جهدهم فیسخرون منهم سخر الله منهم ولهم عذاب الیم ۝ (وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں ان مسلمانوں پر جو دل کھولکر خیرات کرتے ہیں اور ان پر جو اپنی محنت کی مزدوری کے سوا کچھ نہیں رکھتے پھر اُن پر ٹھٹھے کرتے ہیں۔ خود اللہ نے اُن سے ٹھٹھا کیا ہے اور ان کے لیے عذاب دردناک ہے)

اپنی بھائیوں سے جن کی مالی حالت جنگ تبوک کے لئے چندہ میں رات بھر ایک شخص کے باغ کو پانی دینے کی مزدوری پانے والی اور اسی مزدوری میں سے جنگ تبوک کے لئے رسولؐ اکرم کو چند کھجوروں کا چندہ دینے والی کی سی ہے۔ ہمدرد کے اڈیٹر کو عیدی ہی نہیں ملی بلکہ چند ایسے سرٹیفکٹ بھی ملے ہیں جن کے متعلق اسی قدر کہہ سکتا ہوں کہ کاش وہ ان کا مستحق ہوتا۔ لاہور سے سید محمد داؤد صاحب نے جو نقد عیدی کے علاوہ تحریری عیدی ارسال فرمائی ہے اور جو میری اطلاع کے بغیر ہی ۸۔ اپریل کے ہمدرد میں چھپنے کے لئے جا چکی تھی۔ اسکے متعلق اڈیٹر ہمدرد کا نوٹ نکل چکا ہے۔ جو اسکی ندامت کا ایک خفیف سا اظہار کر چکا ہے۔

اسکے بعد ۱۲ کے ہمدرد کے لئے سید سعید الحسن صاحب کی تحریری عیدی جو نقد عیدی کے ساتھ آئی تھی اسکی کاپی بھی تقریباً اسی طرح تیار

Marfat.com

ہو کر بتھر پر جا دی گئی میں اسی دن میرٹھ سے دہلی آیا تھا۔ اور ڈاکٹر کچلو کے اخراج کی حیرت انگیز اطلاع ان سے پا کر اسکے متعلق اپنے خیالات کے تحریر کرنے اور ان کو اسی دن کے ہمدرد میں چھپوانے میں بالکل منہمک تھا۔ دو تین نقد عیدیوں کے ساتھ تحریری عیدیاں بھی بپاس خاطر ہمدرد طوعمرہٗ موصول ہوئیں۔ اور گو یہ بھی میرے لئے ایسے سرٹیفکٹوں کا درجہ رکھتی ہیں جن کا شایع ہونا مجھے اور شرمندہ کریگا۔ تاہم جس مجبوری کے باعث میں انہیں شایع کرتا ہوں وہ اس مضمون سے واضح ہو جائیگی

میں میرٹھ جا ہی رہا تھا کہ میرے محترم مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کا ذیل کا عنایت نامہ ملا اور عیدی کی دو رقمیں موصول ہوئیں۔

"ہمدرد کی مالی حالت ہمدرد سے معلوم ہوئی، مولانا قوم و ملت کے خادموں کے لئے یہ پہلا موقعہ نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو واقعی بہت کوفت ہوتی۔ مگر مرگ انبوہ جشنے دارد ہمدرد کی عیدی کے سلسلے میں خاکسار کی جانب سے ۲۵ روپے کی ناچیز رقم اور مولانا احمد سعید صاحب کی طرف سے ۲۰ روپے قبول فرما کر ممنونیت کا موقع عطا فرمائیے۔ مولانا احمد سعید صاحب ہمدرد کی توسیع اشاعت کے لئے کامل ایک ماہ جناب کی معیت میں دینے کو تیار ہیں۔ اس سلسلے میں وہ آج شام کو بعد مغرب گفتگو کرنے کے لئے دولتخانے پر حاضر ہونگے خاکسار بھی حاضر ہوگا۔

محمد کفایت اللہ غفرلہٗ

Marfat.com

میں نے مولانائے محترم سے اسی وقت اجازت چاہی کہ دونوں عیدیوں میں سے ایک ایک روپیہ برکت کے لئے مجھے عطا فرما دیا جائے اور باقی رقمیں واپس لے لی جائیں اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ صدر وناظم جمعیت العلماء کی مالی حالت کیا ہے۔ ہمدرد کا اڈیٹر اگر ان بزرگوں کی طرح وہ زندگی بسر کرتا ہوتا جس میں اسراف اور نفس پروری کا ذرا سا شائبہ بھی نہیں تو اسے ان عیدیوں کی پوری کی پوری رقمیں لینے میں بھی تامل نہ ہوتا۔ گو وہ یہ جانتا ہے کہ یہ کس محنت وعرق ریزی کی کمائی میں سے دی گئی ہیں لیکن اسکی زندگی اب تک اسراف اور نفس پروری سے پاک نہیں۔ وہ یہ عیدیاں لیکر خدا کو کس طرح منہ دکھا سکیگا۔؟ ان عیدیوں کی واپسی کے متعلق کسی غلط فہمی کا احتمال نہ تھا۔ اس لئے واپس کر دی گئیں، لیکن تقریباً سبھی عیدیاں ایسے ہمدردان ہمدرد کے پاس سے وصول ہوئی ہیں جن کی ضروریات میری ضروریات سے کسی طرح کم تکلیف دہ نہیں۔ واپس انکو بھی کرنا چاہتا ہوں مگر ڈرتا ہوں کہ انکی واپسی کے متعلق کوئی غلط فہمی نہ ہو جائے۔

مولانائے محترم نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ "قوم اور ملت کے خادموں کے لئے یہ پہلا موقع نہیں ہے۔ اور اگر ایسا ہوتا تو واقعی بہت کوفت ہوتی۔ مگر مرگ انبوہ جشنے دارد،، خدا ان بزرگوں کا بھلا کرے جو تمام خادمان ملت کی ساکھیں بگاڑنے میں سرگرم رہے۔ آج ہندوستان میں نہ کوئی ملی نظام ہی مستحکم نظر آتا ہے نہ کوئی قومی نظام مالی حیثیت سے مضبوط اور جمعیتہائے ملی کی جو مالی حالت ہے اسکا تو پوچھنا ہی کیا؟ مسلمانوں نے

Marfat.com

ایک عالم کے خلاف اعلان جنگ کر رکھا ہے، مگر جنگ کی تیاری یہی ہے کہ ملی خزانہ خالی ہے اور ملی فوج منتشر ہو چکی ہے، نہ سپاہی ہیں نہ اسلحہ ہیں نہ راشن ہے۔ مگر روز نئے نئے اعلاناتِ جنگ کئے جا رہے ہیں اور فتح کی پوری اُمید ہے ؎

تصورِ عرش پر ہے، اور سر ہے پائے ساقی پر
غرض کچھ روز دھن میں اندنوں میخوار بیٹھے ہیں

میں نے برکت کے لئے دونوں عیدیوں میں سے ایک ایک روپیہ لیا ہے اور مجھے اُمید ہے کہ میرا رزاق اور ہمدرد کے تمام عملہ کا رزاق، جو مسبب الاسباب ہے ہم سب کے لئے رزق اتارتا رہے گا۔ اور اس میں کشایش فرمائے گا۔

میں مولانا احمد سعید صاحب کا بیحد مشکور ہوں کہ وہ باوجود کثرتِ مشاغل اور جمعیت العلماء کے کام میں سخت مصروف ہونے کے، ہمدرد کی توسیع اشاعت کے لئے کامل ایک ماہ میری معیت میں دینے کو تیار ہیں۔ مگر اسکو کیا کیا جائے کہ خود میری معیت کا امکان اسوقت مجھے نظر نہیں آتا۔ ہمدرد کا غریب سب اڈیٹر جو اسکی ابتدا سے آجتک اسکے ساتھ ہے علیل ہو گیا ہے اسکے ایک دوسرے سب اڈیٹر جواب اپنا پورا وقت "ہمدرد" کو نہیں دے سکتے اس مصیبت میں میرا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ ورنہ میرے لئے ہمدرد کا نکالنا باوجود اسکے ناممکن ہو گیا ہوتا کہ تقریباً روزانہ اسکے لئے مقالہ افتتاحیہ خود ہی لکھتا ہوں اور تقریباً سارا دن اسی کی نذر کرتا ہوں۔ اِلّا یہ کہ بعض اشد ضروری خدمات

Marfat.com

ملک و ملت کے لئے، جن سے چھٹکارا ممکن نہیں کبھی نہ کسی طرح وقت نکالنا ہی پڑتا ہے۔ اگر میں مولانا احمد سعید صاحب کی معیت میں ایک ماہ ہمدرد کی توسیع اشاعت کے لئے صرف کر دوں تو مجھے پوری امید ہے کہ اس کی اشاعت دگنی ہو جائے۔ مگر اسکی جس قدر بھی اشاعت آج ہے وہ خود میرے پاؤں کے لئے زنجیر ہے۔ اور اسکی قلت کے باعث سفر خرچ عنقا کا حکم رکھتا ہے۔ مجبور ہوں کہ خریداران ہمدرد ہی کو اس کا بلا کمیشن ایجنٹ بناؤں اور ایک بار پھر اُن سے عرض کر دوں کہ شوال سے لے کر ذی الحجہ تک ہر خریدار ہر ماہ دو خریدار بہم پہنچا دے۔

ایک اور اسی طرح کی عیدی نقد بھی اور تحریری بھی محمد عبد الغفار صاحب در بھنگہ سے ارسال فرماتے ہیں:۔

"میں نے ہمدرد میں آپ کا مضمون "ہمدرد کی عیدی" پڑھا ہمدرد کی مشکلات سے آگاہ ہو کر سخت پریشان ہوا خدا وند تعالےٰ جلد آپ کی اور ہمدرد کی مشکلات دور کرے آمین ثم آمین، میں نے بھی مصر کی ایک بوڑھی عورت کی طرح جو سوت لے کر حضرت یوسفؑ کی خریداری کو چلی تھی دو روپیہ کی حقیر رقم "ہمدرد" کی عیدی کے لئے مینجر صاحب کو آج روانہ کر دی ہے، یہ حقیر رقم بھیجتے ہوئے میں خود بھی شرماتا تھا۔ مگر مجھے بھی اس ضعیفہ کی طرح خبط سوار ہوا کہ کسی طرح یوسف کے خریداروں میں میرا نام بھی درج ہو جائے امید ہے کہ قبول فرما کر میری عزت افزائی فرمائیں گے۔ میں ایک معمولی آدمی ہوں اور اس وقت

Marfat.com

مصائب میں مبتلا۔ اگر خداوند تعالے نے کشایش عطا فرمائی تو انشاءاللہ
پھر عید اضحیٰ کی عیدی بھی حاضر کروں گا۔

آپ کی اور ہمدرد کی مشکلات کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اگرچہ آپ جیسے عالم و فاضل کے نزدیک کچھ عرض کرنیکی جرأت کرنا داخل گستاخی ہے۔ لیکن آپ سے جو عقیدت اور ہمدرد سے جو محبت ہے اس نے اس گستاخی پر مجبور کیا۔ آج سے نہیں ہمیشہ سے نیکی کی طرف بلانیوالوں کو مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے ایسی سخت آزمائشیں ہوتی ہیں کہ اگر فضل ایزدی شامل حال نہ ہو تو جانچ میں پورا اترنا محال ہوتا ہے۔ لیکن انجام کار نیکی کی طرف بلانے والوں کی ہی فتح ہوتی ہے۔ مثال کے لئے ہمارے آقا و سردار دو جہاں صلعم کی ذات کافی ہے آپ کو کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور آپ کے لئے کیسی سخت آزمائشیں ہوئیں اس سے بہت زیادہ آپ خود واقف ہیں مگر انجام پر غور فرمائیے کہ جس امی کا کلام مکہ کے قریش سننا نہیں چاہتے تھے اور جسکو انہوں نے ہجرت کرنے تک مجبور کر دیا اسکا کلمہ آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں پڑھا جاتا ہے آپ نے بھی اپنی زندگی کا مقصد نظام اسلام کے احیا کو قرار دیا ہے۔ تو مشکلات و مصائب کا سامنا یقینی ہے۔ مگر تعریف یہ ہے کہ مصائب و مشکلات آپ کی ہمت کو پست نہ کر سکیں اور آپ ان پر غالب آئیں اگر آپ صدق دلی سے اپنے مقصد زندگی پر قایم ہیں تو انشاءاللہ تعالے ایک روز آپ کی کوششیں ضرور

Marfat.com

بار آور ہونگی ۔ اور آپ کا رب آپکو اس کا اجر عطا فرمائیگا لیکن اگر یہ دعوے زبانی ہیں اور مقصد آپ کا دنیا حاصل کرنا ہے تو یقین مانیئے کہ آپ کبھی کامیاب نہ ہوں گے ۔ اگر کامیابی ہوئی بھی تو عارضی ہوگی ۔ اور خداوند تعالےٰ کے یہاں سخت عذاب ہوگا ۔ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو آپ کو مصائب و مشکلات سے بالکل نہ گھبرانا چاہیئے ۔ انشاءاللہ آپ یقیناً کامیاب ہونگے

یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور

کلبۂ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور

اس روز کے مضمون سے معلوم ہوا ہے کہ پھر کمر بڈ جاری ہونیوالا ہے خدا کرے جاری ہو اور خوب ترقی کرے ۔ مگر گذارش یہ ہے کہ کمر بڈ کے بعد ہمدرد پر نظر عنایت کم نہ ہو جائے ۔ زیادہ حق ہمدرد ہی کا ہے کیونکہ اسی کے ذریعے سے آپ عوام تک اپنی آواز پہنچائیں گے ۔

آخر میں معافی چاہتا ہوں کہ میں نے بلا نیاز حاصل ہوئے اسقدر آپ کا وقت ضایع کیا امید ہے کہ گستاخی کو معاف فرمائیں گے ۔ جواب چاہنے کی جرأت نہیں کر سکتا ہوں لیکن اگر عنایت ہو جائے تو ذرہ نوازی ہوگی فقط

احقر محمد عبد الغفار عفی عنہ

میں عبد الغفار صاحب کا بھی اسی قدر مشکور ہوں جتنا کہ ان اور بھائیوں اور بزرگوں کا جنکی تحریری ہدیاں انکی نقد ہدیوں کے ساتھ موصول ہو کر ہمدرد میں شایع ہو چکی ہیں ۔ اور انکی خدمت میں بھی وہی عرض ہے جو سید محمد داؤد صاحب کی خدمت میں عرض کیا گیا تھا ۔ کہ دست دعا بلند کریں اور خدا سے دعا مانگیں کہ جیسا میں محمد علی کو سمجھتا ہوں ویسا ہو بھی جائے جس سوت کو لیکر وہ اس یوسف

Marfat.com

کی خریداری کو چلے ہیں اسکی قدر مہاتما گاندھی کے اس چیلے سے زیادہ کون کر سکتا ہے جو سمجھتا ہے کہ ہندوستان کی بکی ہوئی آزادی کا یوسف پھر کنعاں کو اسیوقت آئیگا جب سب سوت لیکر اسکی خریداری کو نکلیں گے۔ بہرحال قصۂ یوسفؑ کی حقیقت کو میں سمجھتا ہوں کہ میں کسی قدر سمجھتا ہوں۔ خداوند کریم نے قرآن پاک کو اساطیر الاولین ہرگز نہیں بتایا۔ لیکن انبیائے کرام کے قصے اس میں بار بار دہرائے گئے ہیں۔ اور سورۂ یوسفؑ تو ایک پوری سوانح عمری ہے۔ بعض سورتوں میں ان قصوں کو بار بار پڑھکر مجھے تعجب ہوا کہ خداوند کریم نے ان قصوں کو اتنی بار کیوں دہرایا۔ اور میں اقبال جرم کرتا ہوں کہ مجھے یہ سورتیں اتنی دلچسپ نہ معلوم ہوئیں جتنی کہ اکثر مدنی سورتیں جن میں جہاد کا ذکر تھا۔ اور جنکو پڑھتے ہوئے۔ دوران خون اور نبض کی حرکت میں تیزی محسوس ہونے لگتی تھی لیکن جب مجھے ان (نعوذ باللہ من ذلک) غیر دلچسپ سورتوں کی شان نزول معلوم ہوئی اور میں نے پہلی بار اسے سمجھا کہ یہ ایک ایسے نبی پر جسے اسوقت کی دنیا بے نام سمجھ رہی تھی، ٹھیک اس زمانہ میں بتدریج نازل ہوئی تھیں جبکہ بظاہر اسکی ناکامی اور نامرادی سب سے زیادہ یقینی معلوم ہوتی تھی۔ اس سے تین سال تک اسکا سخت مقاطعہ خود اسکی قوم کی طرف سے ہوا تھا جسکی مثال ملنی مشکل ہے۔ اسکی تسکین دینے والی بیوی اور اسکی حمایت کرنے والے چچا کا عام الحزن (اسی رنج والے برس) میں انتقال ہوا تھا۔ وہ اپنے شہر کو چھوڑ کر طائف گیا تھا۔ اور وہاں کے رؤسا نے اسکی تحقیر کی تھی۔ ان کے غلاموں نے اسے مارا اور پیٹا تک تھا۔ ان کے بچوں نے اسکی ہنسی اڑائی تھی۔ حج کے موسم میں جبکہ عرب کے مشرک وحشی بھی جنگ وجدال کو بند کر دیتے تھے، اور وہ بھی اس امن کے زمانہ میں خود

Marfat.com

حاجیوں کے قافلے میں جا کر، صراطِ مستقیم کی طرف انکی ہدایت کر سکتا تھا۔ پھر بھی جب
ان کے پاس وہ جاتا تھا تو کسی سے وہ کہتا تھا۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کلام سناؤں
اور اس کا ذکر کروں تو سنو گے؟ وہ یہ کہتے ہوئے نہ شرماتا تھا کہ بس جاؤ
کسی اور کو سناؤ، ہم کو تمہاری بات سننا منظور نہیں ہے، اور اگر کوئی سننا بھی
چاہتا تھا تو خود اسکا چچا ان سے کہتا تھا کہ میرا یہ بھتیجا ساحر ہے یا کاہن ہے
یا بیچارہ مجنوں ہو گیا ہے۔ اسکی باتوں کی طرف توجہ نہ کرو، اور وہ لوگ بھی
اسکی طرف اعتنا نہ کرتے تھے۔

اس تمام زمانے میں یہی سورتیں خدا کی ساری خدائی میں خدا کے سب سے
زیادہ برگزیدہ بندے کے تسکینِ دل کا سبب ہوتی تھیں جسکو اسی خدا نے کہدیا
تھا لولاک لما خلقت الافلاک، اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو یہ زمین
و آسمان کچھ بھی نہ پیدا کئے گئے ہوتے۔ تب جاکر کہیں میں سمجھا کہ اس خدا کے
برگزیدہ بندے کے لئے یہ بظاہر غیر دلچسپ تھیں، اور تب جاکر مجھے سمجھ
پڑی کہ سورۂ ہود کی ان آخری آیتوں کا کیا مطلب ہے۔ وکلا نقص علیک
من انباء الرسل ما نثبت به فؤادک وجاءک فی هذه الحق وموعظة و
ذکری للمومنین ہ قل للذین لا یومنون اعملوا علی مکانتکم انا عاملون وانتظروا
انا منتظرون ہ وللہ غیب السموات والارض والیہ یرجع الامر کله فاعبده وتوکل
علیه وما ربک بغافل عما تعملون ہ (اور ہم رسولوں کے احوال سے
سب چیزیں تجھ سے بیان کرتے ہیں جس سے تیرے دل کو تسلی دیں اور تیرے
پاس اس سورۃ میں تحقیق بات اور نصیحت اور ایمان والوں کے لئے یاد داشت
آئی۔ اور جو ایمان نہیں لاتے انکو کہدے کہ تم بھی اپنی جگہ پر کام کئے جاؤ، ہم بھی کام کرتے

Marfat.com

حاجیوں کے قافلے میں جاکر، صراطِ مستقیم کی طرف انکی ہدایت کرسکتا تھا۔ پھر بھی جب ان کے پاس وہ جاتا تھا تو کسی سے وہ کہتا تھا۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کلام سناؤں اور اس کا ذکر کروں تو سنو گے؟ وہ یہ کہتے ہوئے نہ شرماتا تھا کہ بس جاؤ کسی اور کو سناؤ، ہم کو تمہاری بات سننا منظور نہیں ہے، اور اگر کوئی سننا بھی چاہتا تھا تو خود اسکا چچا ان سے کہتا تھا کہ میرا یہ بھتیجا ساحر ہے یا کاہن ہے یا بیچارہ مجنوں ہوگیا ہے۔ اسکی باتوں کی طرف توجہ نہ کرو، اور وہ لوگ بھی اسکی طرف اعتنا نہ کرتے تھے۔

اس تمام زمانے میں یہی سورتیں خدا کی ساری خدائی میں خدا کے سب سے زیادہ برگزیدہ بندے کے تسکینِ دل کا سبب ہوتی تھیں جسکو اسی خدا نے کہدیا تھا لولاک لماخلقت الافلاک اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو یہ زمین و آسمان کچھ بھی نہ پیدا کیئے گئے ہوتے۔ تب جاکر کہیں میں سمجھا کہ اس خدا کے برگزیدہ بندے کے لئے یہ بظاہر غیر دلچسپ نہیں، اور تب جاکر مجھے سمجھہ پڑی کہ سورۂ ہود کی ان آخری آیتوں کا کیا مطلب ہے، وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت بہ فؤادک وجاءک فی ھذہ الحق وموعظۃ و ذکریٰ للمومنین ہ وقل للذین لا یومنون اعملوا علیٰ مکانتکم انا عاملون وانتظروا انا منتظرون ہ وللہ غیب السموٰت والارض والیہ یرجع الامر کلہ فاعبدہ وتوکل علیہ وما ربک بغافل عما تعملون ہ (اور ہم رسولوں کے احوال سے سب چیزیں تجھہ سے بیان کرتے ہیں جس سے تیرے دلکو تسلی دیں اور تیرے پاس اس سورۃ میں تحقیق بات اور نصیحت اور ایمان والوں کے لیئے یاد داشت آئی۔ اور جو ایمان نہیں لاتے انکو کہدے کہ تم بھی اپنی جگہ پر کام کیئے جاؤ۔ ہم بھی کام کرتے

Marfat.com

ہیں، تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں اور اللہ ہی کے پاس آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی بات ہے۔ اور اسی کی طرف سب کام کا رجوع ہے۔ سو اے پیغمبر اسی کی بندگی کر۔ اور اسی پر بھروسہ رکھ، اور میرا رب اس کام سے جو تم کرتے ہو بے خبر نہیں ہے۔)

قرآن کریم میں اسی کے بعد سورۂ یوسفؑ ہے اور اس قصہ سے زیادہ دلچسپ قصہ ایک ایسے نبیؐ کے لئے کیا ہو سکتا تھا جس کے شہر والے اور عزیز و اقارب خود جھکے دشمن بنے ہوئے تھے اور اسکو دیس نکالا دے رہے تھے۔ یہ اس نبی سے پوچھتے تھے کہ جب خود تمہارے شہر، تمہاری قوم اور تمہارے کنبے میں تمہاری یہ حالت ہے تو پھر بتاؤ کہ سارے عالم سے اپنا نظام حیات کس طرح منوا سکو گے۔؟

اس پریشان کن سوال کے جواب میں عرش سے سورۂ یوسفؑ نازل ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ نحن نقص علیک احسن القصص۔ ہم سب سے زیادہ دلچسپ قصہ سن، اور سوال کرنیوالوں کو بھی جواب مل گیا۔ لقد کان فی یوسف واخوتہ ایٰت للسائلین، واقعی یوسف اور اسکے بھائیوں کی حیرت انگیز داستان میں ان ظاہر پرستوں کے لئے بھی وہ کھلی اور روشن دلیلیں موجود ہیں جن سے بڑے سے بڑا شکی بھی قائل ہوئے بن نہیں رہ سکتا۔ حضرت یوسفؑ کو خود ان کے بھائی کنوئیں میں ڈال دیتے ہیں لیکن خدا انہیں بچا لیتا ہے۔ وہ چند کھوٹے درہموں کو غلام بنا کر بیچ دئے جاتے ہیں۔ مگر وہاں بھی وہی خدا ان کا نگراں ہے۔ ان کا خریدار خود اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ "اکرمی مثوٰہ عسیٰ ان ینفعنا او نتخذہ ولداً"۔ اسکو اچھی طرح اور عزت د

Marfat.com

اکرام سے رکھو، عجب نہیں ہمکو فائدہ پہنچائے، یا ہم اسے بیٹا ہی بنا لیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ کذلک مکنا لیوسف فے الارض، اسی طرح ہم نے یوسف کو اس سرزمین میں جگہ دی، زلیخا نے جس "عزت و اکرام" سے آپ کو رکھنا چاہا وہ ایک عالم کو معلوم ہے۔ مگر ایک حسین سے حسین عورت کی محبت اور ایک با اثر سے با اثر اور مالدار سے مالدار عورت کے اثر اور اسکی دولت کی خاطر بھی اللہ کا ایک سچا بندہ یہ نہیں بھول سکتا تھا کہ وہ غلام خدا ہی کا ہے زلیخا کا غلام نہیں ہے۔ جہاں بہتوں کی قمیصیں آگے سے پھٹتی ہیں انکی قمیص پیچھے سے شکستہ ہوئی۔ اور ان کو اور پریشان کیا گیا تو انہوں نے صاف فرما دیا کہ رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ (خداوندا مجھے اس چیز سے جس کی طرف یہ بلاتی ہیں جیلخانہ بھی زیادہ محبوب ہے) چنانچہ جیلخانہ چلے جاتے ہیں پھر دیکھو کہ کس طرح جب فرعون کے آبدار کو جسکے اچھے خواب کی آپ نے جیل خانے میں صحیح تعبیر سنادی تھی یاد نہ رہا کہ آپ کا ذکر اپنے آقا سے کرے خدا نے خود اس کا سامان کر دیا۔ کہ وہ آپکو اپنے دربار میں بلائے، پھر آپ کو اس عزت و اکرام سے بھی زیادہ عزت و آرام اور صحیح عزت و اکرام کی جگہ اسی مصر ہی میں مل گئی۔ یعنے آپ کے اخلاق حسنہ پر جو شبہ کیا گیا تھا وہ بھی رفع ہو گیا اور زلیخا کے ساتھیوں ہی نے جب اسکے خلاف گواہی دے دی تو وہ خود بھی بول اٹھی کہ اب سچی بات کھل گئی، اور جس عہدہ کو خود آپ نے طلب فرمایا وہ فرعون نے اسی وقت دیدیا اور دوبارہ ارشاد ربانی ہوا وکذلک مکنا لیوسف فے الارض اور جب یہ بھی فرما دیا "اور ہم نے یوسف کو اس سرزمین میں یوں جگہ دی، جہاں چاہتا تھا اس میں جگہ پکڑ لیتا تھا

Marfat.com

اکرام سے رکھو، عجب نہیں ہمکو فائدہ پہنچائے، یا ہم اسے بیٹا ہی بنالیں، اور خدا فرماتا ہے کہ کذٰلک مکنا لیوسف فی الارض، اسی طرح ہم نے یوسف کو اس سرزمین میں جگہ دی، زلیخا نے جس "عزت و اکرام" سے آپ کو رکھا تھا وہ ایک عالم کو معلوم ہے۔ مگر ایک حسین سے حسین عورت کی محبت اور ایک با اثر سے با اثر اور مالدار سے مالدار عورت کے اثر اور اسکی دولت کی خاطر بھی اللہ کا ایک سچا بندہ یہ نہیں بھول سکتا تھا کہ وہ غلام خدا ہی کا ہے زلیخا کا غلام نہیں ہے۔ جہاں بہتوں کی قمیصیں آگے سے پھٹتی ہیں انکی قمیص پیچھے سے شکستہ ہوئی۔ اور ان کو اور پریشان کیا گیا تو انہوں نے صاف فرمادیا کہ رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ (خداوندا مجھے اس چیز سے جس کی طرف یہ بلاتی ہیں جیلخانہ بھی زیادہ محبوب ہے) چنانچہ جیلخانے چلے جاتے ہیں پھر دیکھو کہ کس طرح جب فرعون کے آبدار کو جسکے اچھے خواب کی آپ نے جیل خانے میں صحیح تعبیر سنادی تھی یاد نہ رہا کہ آپ کا ذکر اپنے آقا سے کرے خدا نے خود اس کا سامان کردیا۔ کہ وہ آپکو اپنے دربار میں بلائے، پھر آپ کو اس عزت و اکرام سے بھی زیادہ عزت و آرام اور صحیح عزت و اکرام کی جگہ اسی مصر ہی میں مل گئی۔ لیجئے آپ کے اخلاق حسنہ پر جو شبہ کیا گیا تھا وہ بھی رفع ہوگیا اور زلیخا کے ساتھیوں ہی نے جب اسکے خلاف گواہی دے دی تو وہ خود بھی بول اٹھی کہ اب سچی بات کھل گئی، اور جس عہدہ کو خود آپ نے طلب فرمایا وہ فرعون نے اسی وقت دیدیا اور دوبارہ ارشاد ربانی ہوا وکذٰلک مکنا لیوسف فی الارض اور جب یہ بھی فرمادیا " اور ہم نے یوسف کو اس سرزمین میں یوں جگہ دی، جہاں چاہتا تھا اس میں جگہ پکڑ لیتا تھا

Marfat.com

اور ہم اپنی رحمت سے جسکو چاہیں پہنچا دیتے ہیں اور نیکوکاروں کا بدلہ ہم ضایع نہیں کیا کرتے ،، پھر وہی بھائی حضرت یوسفؑ کے قبضے میں آ پھنسے اور انہیں کے رحم وکرم پر اب ان کا دارومدار تھا۔ اب اسی اللہ نے انتقام سے زیادہ عظیم الشان عفو کے جذبہ سے انکے دل کو بھر دیا اور انہوں نے تثریب علیکم الیوم (آج تم پر کچھ الزام نہیں) کہہ کر عفو کی وہ لذت چکھی جو انتقام میں نہیں مل سکتی تھی۔ اور جب بھائیوں کے ساتھ ان کے باپ بھی آئے اور سب نے اس مصر کے حکمران کو رسمی تعظیم دی تو آپ نے فرمایا یہ میری خواب کی تاویل ہے کہ چاند اور گیارہ ستارہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں اور پھر اسی رب سے جسکی یہ شان ہے ،، میرا رب جو چاہتا ہے تدبیر سے کرتا ہے۔ بیشک وہی خبردار ہے اور حکمت والا ،، دعا فرمائی اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے تو ہی میرا کارساز ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ مجھے اسلام پر موت دیجیو، اور صالحین سے مجھے ملا دیجیو،،

اس سوانح عمری والے حصہ کے قرآن کریم میں شامل کرنے کی کیا وجہ تھی؟ یہی نا کہ ہم ان نشانیوں پر دھیان کئے بغیر نہ گذریں جو زمین و آسمان میں اولی الابصار کو ہر جگہ نظر آتی ہیں، مگر جنہیں وہ نہیں دیکھتے جو آنکھوں کے اندھے ہیں گو نام میں سکھ ہی کیوں نہ ہو۔

یہی نا کہ ہم جان لیں کہ مایوسی کفر ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ خدا کی مدد اس وقت بھی آجاتی ہے جبکہ بڑے بڑے مایوسی کے کنارے تک آجاتے ہیں۔ یہ وہ ہدایت تھی جسے ہم کو دینے کے لئے یہ کہانی کہی گئی۔

واقعی خداوندان خسرو کے لئے اس قصہ میں عجیب عبرت ہے۔ یہ کونی

Marfat.com

گھڑی ہوئی کہانی نہیں ہے۔ بلکہ خود ہمارے تجربات زندگی اور فطرت انسانی کی تصدیق ہے۔ اور زندگی کے تمام رازوں کی کلید ہے۔ اور یقین رکھنے والی قوم کے لیے ہدایت و رحمت ہے۔ رسول اکرمؐ کو اس پر ایمان تھا۔ مکہ کے تمام مصائب پر آپ نے اسی صبر کو اپنا شعار بنایا جسکی طرف حضرت یوسفؑ نے اشارہ کیا تھا اور جو حکمرانی حضرت یوسفؑ کو مصر میں نصیب نہ ہوئی تھی وہ آپ کو حجاز میں مل گئی۔ اور آپ کے خونخوار بھائی فتح مکہ کے دن جب آپ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور ان کا دارومدار آپ کے رحم و کرم پر تھا آپ نے وہی الفاظ دہرائے۔ جن الفاظ سے حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے خطاب کیا تھا لاتثریب علیکم الیوم آج کوئی جھڑکی کچھ نہیں۔ جو رحمۃ للعلمین ہے وہ بھلا اپنے گم کردہ راہ بھائیوں سے انتقام لیگا؟

عبدالغفار صاحب نے مجھے یوسف کہہ کر وہ تکالیف و مصائب اور صبر و شکر کی تمام داستانیں یاد دلادیں جن کو دہرا کر خداوند کریم اپنے سب سے زیادہ رنج رسیدہ لیکن سب سے زیادہ صابر و شاکر نبیؐ کے دلکو تسلی دیا کرتا تھا۔ پھر کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ میں مایوس ہو جاؤں گا؟ انشاء اللہ کبھی نہیں، لیکن صبر و شکر ایک چیز ہے، ہمدرد کے چلانے کے لئے روپیہ دوسری چیز ہے۔ اگر وہ مسبب الاسباب خریداران ہمدرد کے ذریعہ سے یہ فراہم کرادے گا تو "ہمدرد" نکل سکیگا اور ممکن ہے کہ کریڈ بھی (گو ہمدرد ہمیشہ سے میرے نزدیک کمریڈ سے زیادہ ضروری ہے) یہ اور بات ہے کہ کمریڈ کے لئے لکھنے والا کوئی نہ مل سکے اور اسلئے میں اپنے قلم سے زیادہ اسی کے لئے لکھنے پر مجبور ہو جاؤں اور ہمدرد کے سب اڈیٹروں پر انحصار کرنا پڑے کہ وہ کمریڈ کی ترجمانی کرتے رہینگے)

Marfat.com

اگر یہ روپیہ فراہم نہ ہوسکا تو بتائیے ہمدرد کیسے نکل سکیگا؟ البتہ یہ یہ ہوگا کہ میں کہیں اعلیٰ ملازمت تلاش کروں یا تجارت کے ذریعے سے ہزاروں روپیہ بٹورنا چاہوں۔ قوت لایموت کے لئے ۴۰۰ ہ کی آمدنی کسی جائز طریقہ سے حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ اور بال بچوں کو بھی شرعی کسب معاش پر لگادوں گا۔ آجتک میں نے اپنے بچوں کی تعلیم کی طرف سے غفلت برتی ہے۔ اب ان کو تعلیم دوں گا۔ اور خود بھی اسلام کے متعلق کچھ سیکھوں گا۔ جو وقت بچ رہے گا کسی مسجد کے گوشہ میں گذار دوں گا۔ جو بھائی مجھ سے کچھ سننا چاہیں گے انہیں سناؤں گا۔ اور وہی سناؤں گا جسے میں حق سمجھتا ہوں لیکن اسوقت ہمدرد زبانی نکلا کرے گا نہ کہ تحریری۔ اور جو دورے پہلے سارے ہندوستان میں کئے جاتے تھے سفر خرچ نہ ہونے کے باعث وہ تو بند ہوں گے مگر جو بھائی خود دورہ کرکے مجھ تک آسکیں گے انکے ساتھ کوئی بخل نہ کیا جائیگا یہ میری "ہجرت" ہوگی نہ کہ ترک تبلیغ۔

آج بظاہر مکہ والے مجھ سے بیزار ہیں خدا مجھے بھی اپنے ہم نام کے طفیل میں وہ "مدینہ والے" عطا فرمائے جو میری بات سننا پسند کریں اسی ہم نام پاک کی ذات پاک میں میری زندگی کے لئے اسوۂ حسنہ ہے خدا سے دعا ہے کہ اسکی تقلید کی توفیق عطا فرمائے۔ میری اصلاح فرمائے اور مجھے توفیق دے کہ نظام اسلام کے احیا سے اپنے بھائیوں کی بھی اصلاح کرسکوں۔ وما توفیقی الا باللہ

Marfat.com

# ہمدرد

(ہمدرد ۲۴-جون ۱۹۲۶ء)

یہ مضمون اسلئے دیا جارہا ہے کہ محمد علی کی مالی حالت کا اندازہ ہوسکے مسلمان قوم کی بے حسی کا اندازہ ہوسکے، اہل دل، لیکن گم نام، اور کم مایہ مسلمانوں کی حمیت کا اندازہ ہوسکے۔

(مؤلف)

ہمدرد کی عیدی کے لئے جو اپیل کیا گیا تھا اسکو اب ڈھائی مہینے سے زیادہ ہوگئے۔ اسوقت تک گیارہ سو روپے کے قریب وصول ہوئے ہیں جو "ہمدرد" کے ایک ماہ کے خسارہ کی برابر بھی نہیں۔ چہ جائیکہ اس سے "ہمدرد" کا پورا قرضہ ادا ہوجائے۔ مستقل خریدار بڑھنے کی جگہ تقریباً ایک سو اور گھٹ ہی گئے۔ ایجنسیوں کا تو کچھ ٹھیک ہی نہیں ہے۔ ایجنٹ صاحبان کی پیشگی رقومات جب ختم ہوجاتی ہیں تو اخبار کی روانگی بند کردی جاتی ہے تب جاکر ان حضرات کو ہوش آتا ہے اور یہی وہ تقاضہ ہوتا ہے جو مؤثر ثابت ہوتا ہے، دو چار دن بعد پھر پیشگی رقوم بھیجدی جاتی ہیں۔ اور اخبارات کے بلندے پھر ایسے ایجنٹ صاحبان کے نام جانے لگتے ہیں۔ ابتدائے مئی تک تو نہ کمی ہوئی تھی نہ بیشی



Marfat.com

مگر گزشتہ ماہ میں یقیناً ایجنسیوں میں بھی سوا سو پرچوں کی کمی ہو گئی ہے۔ اسکے معنے یہ ہیں کہ تین سو روپیہ ماہوار کا اور خسارہ ہو رہا ہے۔ غرضکہ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

یہ اپیل صرف ذی الحجہ کے اختتام تک کے لئے تھی اور میرا مصمم ارادہ تھا کہ محرم ۱۳۴۶ھ سے جبکہ میری عمر بھی نصف صدی سے چند دن زیادہ ہی ہو جانے والی تھی، ہمدرد کو بند کر کے اسوقت تک کے لئے ایک دوسری زندگی شروع کروں جب تک کہ عوام میں انتشار ہے۔ اور خواص کو بالعموم اپنی ہی ضروریات پورا کرنے سے فرصت نہیں۔ جب ہمارے گم کردہ راہ بھائی اپنے نئے رہبروں کو آزما چکیں گے۔ اور ان مریضوں کو جو دوا اور پرہیز سے بھی چراتے ہیں عطائیوں کے علاج سے افاقہ نہ ہوگا اور یہ تنگ آکر پھر اطبائے حاذق کے پاس آئیں گے تب پھر غور کیا جا سکیگا کہ ہمدرد دوبارہ جاری کیا جائے یا نہیں؟

جب سے میں ۱۳۱۲ھ میں ولایت سے تعلیم پا کر ہندوستان واپس آیا ہوں برادران ملت اسکے عادی ہو گئے ہیں کہ محمد علی انکی خدمت کرتا ہے۔ اسوقت صرف تعلیم ہی کے متعلق بحث و مباحثہ ہوا کرتا تھا اور علی گڑھ کالج ہی مسلمانوں کی دوڑ دھوپ کا وہ صلہ تھا جو انہیں ملا تھا۔ میں نے اسیوقت سے مادر کالج کی خدمت شروع کر دی تھی، اور گو برسوں ارباب حل وعقد کی گالیاں کھاتا رہا لیکن ٹرسٹیوں کے نظام کی غلطیاں ظاہر کر کے اصلاح کے لئے کوشش کرتا رہا۔

شوکت صاحب نے ایک عظیم الشان علمی کام کیا اور طلبائے سابق

Marfat.com

سے انکی ماہوار آمدنی کا ایک فیصدی وصول کر کے اولڈ بوائز ایسوسی ایشن ایک باکار جماعت بنا دی۔ ۱۹۱۱ و ۱۹۱۲ء میں، انہوں نے دو سال کی فرلوپ کر مجوزہ مسلم یونیورسٹی کے لئے سارے ہندوستان کا دورہ کیا اور یقیناً ۳۰ لاکھ کے کل سرمایہ میں سے بیس پچیس لاکھ خود ان کا مسلمانوں کی جیب سے نکلوایا ہوا چندہ ہے۔

لمرپڈ نے جس طرح مسلم یونیورسٹی کی تشہیر کی اسکو بھی جاننے والے جانتے ہیں، لیکن اس سے کہیں زیادہ ضروری کام اسکے قانون اساسی کا مسودہ تیار کرنا تھا۔ اور جبکہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کی ضیا پاشی سے صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب بھی نالاں ہیں۔ شاید ان کی پارٹی اس دلسوز محنت اور عاقبت اندیشی کی کچھ قدر کرے جس کا ثبوت ہم لوگوں نے اس قانون اساسی کے تیار کرتے وقت دیا تھا جسے ہماری نظر بندی کے بعد پرزے پرزے کر دیا گیا

بہر حال اب تقریباً سات سال سے ہم علی گڑھ سے نکالے ہوئے باہر پڑے ہیں اور امسال ماربیون کرکٹ کلب کی ٹیم سے کالج کی میچ دیکھنے گئے تھے تو شاید علی گڑھ کے طلباء کو معلوم ہوا ہو کہ ؎

گو واں نہیں، پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں
کعبہ سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

لیکن اب ہر طرف سے یہی صدا سننے میں آتی ہے کہ خدارا علی گڑھ کو اپنے ہاتھ میں لو اور تعلیم ملی کو اس دوزخ سے نکالو جس میں ڈاکٹر ضیاء الدین نے اسے گھسیٹ لیا ہے۔

سنہ ۱۹۰۶ء سے جبکہ مسلمانوں کا وفد لارڈ منٹو کے پاس شملہ گیا تھا میں نے

Marfat.com

برادرانِ ملت کے ساتھ انکی سیاست میں بھی حصہ لینا شروع کیا۔ مسلم لیگ کی بنیاد ڈالی اور جب مورلے منٹو اصلاحات میں مسلمانوں کو بھی من حیث الملت حقوق ملے تو بڑودہ کی ملازمت چھوڑ کر، اور جاورہ کی وزارت اور بھوپال کی چیف سکریٹری شپ کو نہ قبول کر کے دنیائے صحافت میں قدم رکھا اور رفتہ رفتہ مسلم لیگ اور کانگریس کو ایک دوسرے سے ملایا۔ یہاں تک کہ کانگریس نے مسلم لیگ سے ذرہ بھی پیچھے نہ رہ کر خلافت اور جزیرۃ العرب کے متعلق ملت اسلامیہ کے مطالبات حکومت سے پورا کرانے کی کوشش کی۔ جس سیاسی راہ پر میں نے مسلمانوں کو چلانا چاہا تھا وہ برابر اس وقت تک چلتے رہے جب تک میں ۱۹۲۱ء میں قید نہ کر دیا گیا۔ اسکے بعد مسلمانوں نے میرے ساتھ جس ہمدردی اور محبت کا ثبوت دیا اسکا اعتراف نہ کرنا گناہ ہے ہزاروں میری طرح جیل میں چلے گئے۔ لاکھوں نے خلافت فنڈ کو تیرہ لاکھ سے جس حد تک ہم اسکو چھوڑ کر گئے تھے تقریباً ۶ لاکھ تک پہنچا دیا۔ مگر تیس ہزار ہندو مسلم کارگزاران ملک و ملت کا جیلخانوں میں ٹھونس دیا جانا کس طرح اپنا اثر کئے بغیر رہ سکتا تھا خصوصاً جبکہ باردولی کے فیصلے نے کانگریس والوں کو، اور ۱۶ لاکھ روپے کے برباد کر دئے جانے نے خلافت والوں کو ایک بلا کا دھچکا لگایا۔ ہندو مسلمانوں کے اکثر بہترین رہنما جیلخانوں میں تھے دونوں ملتوں کو ایک دوسرے سے اور کانگریس اور خلافت کے ایک جگہ اپنی لیڈری پر قایم اور حکومت کے سنگ آستاں پر دونوں ملتوں کو سجدہ کرانیوالوں کو موقع مل گیا کہ عوام کو کانگریس اور خلافت دونوں سے بددل کر دیں۔ اور ہماری مسالحہ کے توڑنے کی پوری کوشش کر چکیں۔ ہم قید سے چھوٹے تو کوئی نیا نسخہ غلامی کے مرض کے لئے نہیں لائے۔ بلکہ وہی کرڈی

Marfat.com

دوا۔ اور وہی سخت پرہیز اب بھی تجویز کئے گئے۔ اس لئے کہ اس مرض کا عطائی وید کے نسخوں سے علاج نہیں ہو سکتا۔ مگر ہندو مسلمان سب حکومت کے مقابلہ سے تھک گئے تھے لیکن سور یا کھلانیکا اب بھی شوق تھا۔ آپس ہی میں لڑنے لگے۔ بالخصوص جبکہ جانتے تھے کہ اس جنگ کے جنرلوں کو کوئی مہینہ بھر کی قید محض بھی نہ دیگا۔ بلکہ وہ تو سرکار کے دربار میں اور مقبول ہو جائیں گے چنانچہ دیکھ لو مالوی جی قانون شکنی کر کے کلکتہ گئے تو کسی نے کیا کر لیا۔ اور اب ڈنڈے باز ڈاکٹر مونجے سورت میں قانون شکنی کرنے آئے تو کون پوچھتا ہے۔

بہرحال میرے نزدیک تو عوام کا انتشار اسی طرح دور ہو سکتا ہے کہ اگر انہیں گمراہ کن رہنماؤں پر بھی وہی اعتماد ہے جو ہم پر تھا یا اس سے کچھ زیادہ ہی ہے تو سال دو سال ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ انکو آزما دیکھیں ہر کابی نذہبوں اور جھوٹی تبلیغ والوں کے پیٹ میں سال دو سال کچھ اور پڑ جائیگا۔ لیکن جب اس طرح نہ حکومت کے ظلم سے نجات ملیگی نہ سنگٹھنیوں کی کینہ روری سے نہ سلطان ابن سعود کی ملکیت اور نجدیوں کی دل آزار بدعات سے تو خود یہ گم کردہ راہ قافلہ اپنے گمراہ کن راہنماؤں کو چھوڑ کر ہمارے پاس آئیگا۔ مگر اسکو کیا جائے کہ باوجود مہاتما گاندھی کے عملاً سیاست سے الگ ہو جانے کے اور سوراجیوں اور سنگٹھنیوں کے ہاتھ میں ملک اور ہندو جاتی کو چھوڑ دینے کے اُن مسلمانوں کو جو اب تک ہمیں پر اعتماد کرتے ہیں اور صرف ہمارے ساتھ ہی عقیدت رکھتے ہیں یقین نہیں آتا کہ محمد علی ہمدرد کو بھی کامریڈ کی طرح بند کر دے گا۔ اور ایک تیس پچیس روپے کا مکان کرایہ پر لے کر اپنی لڑکیوں کو پڑھایا کرے گا اور خود پڑھا کریگا اور ایک دو گھنٹہ روزانہ کام کر کے اتنا کما لیا کرے گا کہ جیل خانہ کی خوراک اور

کھدر سے تن ڈھانکنے کے لیے سامان ہو سکے۔ اور باقی وقت مسجد کے ایک گوشہ میں گذارے گا۔ کہ جسکو کچھ پوچھنا ہو آجائے۔ خود نہ اب تقریر کرنے کہیں جائیگا نہ کچھ تحریر کیا کرے گا۔

اسمبلی کے ایک ممبر اور اخبار کے ایک اڈیٹر ان دو صاحبان کو بالآخر بمبئی میں بظاہر اسکا یقین آیا تھا۔ اور انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم ہمدرد کو خود چلائینگے تم صرف مضمون لکھ دیا کرو۔ اور اپنی تنخواہ لے لیا کرو۔ لیکن یہ ارشاد ۲۰ مئی کو ہوا تھا اور آج ۲۲ جون ہے یعنی اس عرصہ میں بارہ پندرہ سو کا اور خسارہ ہو چکا ہے۔ اور مئی کی تنخواہ تو درکنار، ابھی اپریل کی تنخواہ کا بھی کچھ حصہ دفتر پر سے وصول ہونا باقی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اب بھی مسلمانوں کو اسکا یقین نہیں آتا کہ محمد علی اسطرح "گوشہ نشین" ہو جائیگا۔ اسی لیے ہمدرد کی جیبی کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ مگر خود دہلی میں بعض احباب اور ہمدردان ہمدرد کو اسکا یقین ہو چلا ہے کہ "شوفر" اب ضرور موٹر سے اتر پڑے گا۔ موٹر کی کوئی کل نہیں بگڑی ہے، کوئی پرزہ نہیں ٹوٹا ہے۔ مگر غریب کیا کرے "پٹرول" کی اب ایک بوند نہیں۔ پانی ڈالکر وہ موٹر کو نہیں چلا سکتا۔ اسلیے انہوں نے ایک ماہ کی مہلت طلب کی ہے اور ان میں سے ہر ایک کوشاں ہے کہ اپنے ذاتی دوستوں کو ہمدرد کے ساتھ ہمدردی کرنے پر آمادہ کرے اور ان میں سے ہر ایک کوشش کرانے کہ وہ بھی اپنے دوستوں کو ہمدرد کے ساتھ ہمدردی پر آمادہ کریں۔ اور اس طرح اس زنجیر میں نئی نئی کڑیوں کا اضافہ ہوتا رہے۔ وہ ہمدرد کے دس ہزار کے قرضہ کی ادائیگی کے لئے عیدی وصول کرنا چاہتے ہیں۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ ایک مہینے میں بارہ پندرہ

Marfat.com

سو روپیہ کا اور خسارہ ہو جائیگا۔ جو رقم قرض ہو گئی ہے وہ اسی وقت کونسی کم ہے۔ بہتر ہوتا کہ میں بجائے ہمدرد کی عیدی مانگنے کے اسے رمضان المبارک ہی میں دفن کر دیتا۔ اسلئے کہ ڈھائی مہینہ سے کچھ زیادہ ہی عرصہ گذر چکا۔ اور گیارہ بارہ سو سے زیادہ عیدی نہ ملی۔ اور اس عرصہ میں خسارہ تین ساڑھے تین ہزار اور ہو گیا۔ یعنی ہم تو جتنے بڑھتے جاتے ہیں اور گھٹتے ہی جاتے ہیں۔ ان کا اصرار ہے کہ ایک ماہ اور صبر کیجئے۔ اب سوائے اسکے اور کیا چارہ ہے کہ فاقہ مستی کی ایک ماہ اور بڑھ جائے۔ گو غالب کی طرح یہ بھی یاد ہے کہ

قرض کی پیتے تھے مے، لیکن سمجھتے تھے کہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

اس عرصہ میں بعض خطوط تو ایسے موصول ہوئے ہیں جن سے امید بندھتی ہے کہ شاید یہ احباب کامیاب ہو جائیں۔ اور ہمدرد کو بند نہ کرنا پڑے دو خط عدم گنجایش کی وجہ سے کل شایع کروں گا۔ تیسرا خط مولانا احمد سعید صاحب کا محبت نامہ ہے جس میں دس روپے کا نوٹ ملفوف تھا۔ اسکی نوعیت ان محبت بھرے فقروں سے ظاہر ہوئی۔

"مبلغ عہ روپے ہمدرد کی عیدی ارسال خدمت ہے، یہ روپے گھر میں سے دئے ہیں خانہ داری کے اخراجات میں سے شاید بچا کر جمع کئے ہیں۔ بہر حال اس عیدی میں میری حیثیت صرف ایک قاصد کی ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ ایک غریب عورت کے ہدیہ کو واپس نہ کریں گے۔ روپیوں کے ساتھ اس نے جو الفاظ کہے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:-

Marfat.com

"خدا کے واسطے مولانا اخبار بند نہ کیجئے، ابھی لاکھوں انسان ایسے موجود ہیں جو واقعی ایمانداری کے ساتھ آپ کو اپنا سچا رہنما سمجھتے ہیں جب تک ہمدرد نقصان سے نہ نکل جائے گا میں کچھ نہ کچھ تھوڑی بہت خدمت کرتی رہونگی چاہے مجھے کتنی ہی تنگی ترشی اُٹھانی پڑے۔"

قارئین ہمدرد کو معلوم ہے کہ مولانا احمد سعید صاحب نے اس سے دگنی رقم ارسال کی تھی تو میں نے برکت کیلئے صرف ایک روپیہ لیکر باقی واپس کر دی تھی۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ مولانا کی سرمایہ داری اتنی بھی نہیں ہے جتنی میری۔ اور اگر انکی عطا کردہ رقم قبول کر لیتا تو اپنی اس مہینے کی تنخواہ دفتر سے مجھ سے وصول نہ کیجا سکتی لیکن اس رقم کو کس طرح واپس کر دوں۔ ہمدرد مولانا کی خدمت میں جاتا ہے اور بیگم صاحبہ بھی میری معروضات کو ملاحظہ فرمایا کرتی ہیں، سنا ہے کہ پڑھکر ضبط نہ ہوا۔ اور مولانا کو قاصد بنایا اور یہ رقم ارسال کرائی۔

اب جب اپنی تنخواہ دفتر سے وصول کر کے اسراف کیا کرونگا تو نوالہ گلے میں اٹکا کریگا۔ اور نفس لوامہ کہا کرے گا کہ جانتا ہے یہ لذیذ غذا کن پیسوں سے تیار ہوئی ہے؟ ان پیسوں سے تیار کی گئی ہے جنہیں تیری ایک کفایت شعار بہن نے ہمدرد کی خاطر اپنی روٹی کاٹ کر تیرے پاس بھجوایا تھا۔ اور تنگی ترشی اُٹھائی تھی۔ اب نگل سکتا ہو تو اس لذیذ اور قیمتی غذا کو نگل!

ایک اور خط منوں سے آیا ہے جامعہ ملیہ اسلامیہ کے ان طلبائے سابق میں سے جو ۱۹۲۰ء میں میرے ساتھ علیگڈھ کالج سے نکالے گئے تھے۔ ہر ایک کو وہ فرشتہ نما پٹھان یاد ہوگا۔ جو ایک لاٹھی یا بیساکھی کے بغیر چل بھی نہیں سکتا تھا۔ مگر منزل مقصود کی طرف چلنے میں سب سے زیادہ تیز گام تھا۔ وہ خوب صورت، خوب سیرت

Marfat.com

محمد جان بیرسٹر کا بھائی فیض اللہ تھا۔ فیض اللہ کا کارڈ آیا ہے نام کے نیچے کس مزے سے cloth merchant (بزاز) لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی ہے۔ اور شاید کہیں سن لیا ہے کہ استاد روٹیوں کو محتاج ہے۔ چنانچہ بیس روپیہ کا منی آرڈر بھیجا ہے اور لکھا ہے

روپیہ مالی امداد کی پہلی قسط ہے۔ میں اور بھائی جان محمد بیرسٹر آپ کی مالی حالت کے متعلق بحد متردد ہیں۔ ہم اسے اپنا پہلا فرض سمجھتے ہیں کہ کم از کم آپ کی مشکلاتِ خانگی کو رفع کریں تاکہ آپ ہیں موجودہ ذلت سے پھر نکالکر ہماری رہنمائی کریں جن مسلمانوں کی عقل میں فتور نہیں ہے۔ وہ تو آج بھی آپ ہی کی طرف بطور اپنے رہنما کے آنکھیں لگائے ہیں۔ دوسری قسطیں بھی وقتاً فوقتاً ارسال ہوتی رہینگی۔ تمام رقمیں صرف آپ کے ذاتی مصارف کے لئے ہیں"

اچھا بھائی، ذاتی مصارف ہی کے لئے سہی۔ دفتر میں تو ہمدرد کی عیدی کی مد میں اندراج ہوگا۔ مگر میرے اپریل کی تنخواہ کا جو حصہ باقی ہے وہ ایک حد تک تیری ہی ارسال کردہ رقم سے ادا کیا جائیگا۔ خدا میرے فیض اللہ کلاتھ مرچنٹ پر اپنا فیض رکھتا ہے اور محمد جان پر بھی اپنا فضل کرے۔

نیم نانے گر خورد مردِ خدا
بذلِ درویشاں کند نیمے دگر

اب یہ پوسٹ کارڈ ملاحظہ ہو:۔

(از کھمبات) عالیجاہ محترم جناب مولانا محمد علی صاحب دہلی

Marfat.com

السلام علیکم۔ اخبار ہمدرد کو قایم رکھنے کی امداد کے لئے اپنی طاقت کے بموجب روپیہ دس پوسٹ سے روانہ کیا ہوں وہ ملا ہوگا مگر اب سے ہمدرد کا سالانہ چندہ جو روپیہ اٹھارہ مقرر ہے اسکے عوض پچیس روپے جہانتک اخبار کو نقصان ہے وہانتک دیتا رہوں گا۔
اس سال کے اخبار کا چارج روانہ کر چکا تھا اسلئے دس روپیہ روانہ کردیا ہے۔ اب جس وقت میرے پر آنیوالے اخبار کا سال ختم ہوا سوقت پچیس روپیہ کا وی پی کرنا اور مجھے ہمدرد کا قائمی خریدار سمجھنا فقط

راقم خاکسار خادم اسلام

سید واصل میاں ترمذی ہانگرولی کھمبات نمبر ۶۷

کھمبات والا یہ بھائی دہلی اور لکھنؤ کی سی اردو نہیں لکھ سکتا جیسی میری گجراتی ہے ویسی ہی اسکی اردو ہے۔ مگر ہمدرد کی ہمدردی جو اس ٹوٹی پھوٹی اردو سے ظاہر ہوتی ہے وہ دہلی کی اردوئے معلی، اور لکھنؤ کی بیگمات کی زبان سے مجھے تو کم از کم زیادہ شیریں معلوم ہوتی ہے۔
اسکے بعد جو خط شایع کرتا ہوں وہ ہندوستان سے باہر کا ہے، نہ اسکی اردو ٹکسالی ہے نہ اسکا رسم الخط۔ مگر جس شخص نے اسے تحریر کیا ہے اسکا دل عرش کرسی والے خدا کی دار الضرب سے نکل کر آیا ہے۔ کھنکا کر دیکھو کسوٹی پر کس دو، کھری چاندی اور کھرا سونا ہے۔ یہ سید محمد شاہ صاحب جیلانی کا ارسال کردہ ہے، اور جو ہلال احمر وفد ڈاکٹر انصاری صاحب کی صدارت میں کمر بندی نے جنگ بلقان کے زمانہ میں روانہ کیا تھا اسکا رکن فرد جیلانی صاحب کے جوش اسلامی، انکی دستوری

Marfat.com

اور انکی محنت اور محبّت کو بھول سکتا ہے کبھی سنگاپور رہتے ہیں، کبھی مصر میں
اور وہ تجارت ان کا پیشہ ہے جسنے قرآن کریم ابتغاء فضل کے نام سے بار بار
یاد کرتا ہے۔ خط ملاحظہ ہو جس طرح آیا تھا اسی طرح نقل کرا دیا گیا ہے۔ مگر کا تبوں کو
وہ کشش کہاں نصیب ہے جو ہمارے اس ہندی جوان ہمت اور جوان دل
بوڑھے کے خط میں نظر آتی ہے۔ بہر حال جس طرح نقل کی جا سکی کی گئی ہے۔

۲۸- اپریل ۲۷ء الی دہلی- ۱۰۳ روچیور روڈ سنگاپور-
جناب مولانا صاحب اسلام علیکم-
عرض یہ ہے کہ ہمدرد پڑ کر معلوم ہوا کہ ہمدرد کی مالی حالت
بہت نازک ہے یہہ پڑ کر دلکو نہایت رنج ہوا اور افسو(س)
ہوا ہماری قوم کی غفلت پر-
مولانا صاحب اگر ہماری قوم نے ہمدرد کی زندگی کا خیال
نہ کیا تو ضرور خدا نہ کرے ہماری قوم کی بربادی بہت قریب ہے
مگر بندیکو معبود کی درگاہ پوری امید ہے کہ ہماری قوم اگرچہ
ابی آپ مدت نہیں کرتی مگر خدا اپنے حبیب بنی ہاشمی کہ طفیل
ضرور ہماری قوم رستہ ہدائت پر لائیگا-
اور ہماری قوم کو معلوم ہو جائیگا کہ مذہب اور ملک کا سچا
خیر خوا (خیرخواہ) کون اخبار ہے وہ ہمدرد ہے-
اسلئے بندہ نے آج مبلغ بیست روپیہ کہ دو نوٹ
خط (خط) کہ اندر رجسٹر کرکے روانہ کیے ہیں جناب کو ملنے سی
ضرور پہونچ تحریر کیجیسگا- اور دس روپیہ ہمدرد کی عیدی کہ

Marfat.com

لیے ہے اور دس روپے جامع ملیہ کے لیے ہے آپ جامع ملیہ کیو
ہو پہنچا دینا فقط۔
جناب ڈاکٹر انصاری صاحب سلام عرض کیجیگا۔
آپ کا خادم قدیمی
محمد شاہ جیلانی

ابھی حیدر آباد سے آیا ہوں، وہاں جامعہ کے بہت سے وہ طلبار جو علیگڈھ کالج میں پڑھتے تھے اور پہلے دن سے ہمارے ساتھ تھے ملے۔ حیدر آباد کے طلبار کا جوش فرنٹر سے نئے آئے ہوئے طلبار سے بھی جنمیں فیض اللہ بھی تھے کسی طرح کم نہ تھا۔ انہیں میں ہمارے "رزاق عبدالرزاق" یعنی ڈائمنگ ہال کمیٹی کے صدر مقبول بھی تھے ان کے گھروں میں جو فاتحہ، چھٹی، یا گیارہویں شریف ہوتی تھی اس میں جامعہ کا حصہ ضرور ہوتا تھا۔ اور اگر ملیدہ بھی تقسیم ہوتا تھا تو جامعہ کو حیدر آباد ہی سے اس میں ضرور شریک کیا جاتا تھا۔ جب میں جامعہ کو چھوڑ کر اس دورہ کے لئے نکلا جس میں بالآخر پکڑا گیا اور کراچی میں قید ہوا تو انہیں طلبار میں سے ایک نے ایک حیدر آبادی کمبل مجھے دیا۔ اور ایک نے اپنے خاندان کا ایک نہایت قیمتی بھاری چاندی کا نہایت خوبصورت پیالہ کا سٹ معہ چاندی کی چا، کی پیالیوں اور پرچوں کے پیش کیا۔ مگر جسکو اب جام سفال نے اپنا گرویدہ بنا لیا ہو وہ چاندی کے برتنوں میں چا کس طرح پی سکتا تھا؟ اسلئے وہ خلافت کو دیدیا گیا۔ اب جو حیدر آباد گیا تو ان طلبار نے متعدد دعوتیں کیں اور ہمدرد کے لئے خریدار فراہم کرنیکا وعدہ کیا۔ مقبول ولایت تھے، بہت یاد آئے۔ دہلی واپس آیا تو ولایتی ڈاک میں مقبول صاحب نے رضی الدین صاحب سے کیمبرج سے لیکر بھجوایا ہے

Marfat.com

حیدر آباد میں نواب محسن الملک مرحوم کے ایک عزیز بدر الحسن کھدر پوش اور کھدر فروش کی دکان پر گیا تھا وہاں یاد علی صاحب اوجینی مل گئے۔ دیکھتے ہی لپٹ گئے میرے ساتھ میرے ایک نہایت نازک مزاج دوست بھی تھے جنہیں تقریباً ایک اجنبی کا مجھ سے اس طرح لپٹ جانا شاید کسی قدر ناگوار بھی ہوا ہو گا۔ مگر ان کا دل بھی پسیج گیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ایک نہایت ہی معمولی حیثیت کے مسلمان نے دس روپے کا نوٹ جیب سے نکالا اور رو رو کر اصرار کیا کہ اسے قبول کریجئے۔ جی نہیں چاہتا تھا کہ ان پر اتنا بھاری ٹیکس لگایا جائے مگر انکی دلآزاری بھی گوارا نہ تھی۔ شام کو چائے کی دعوت ایک اور جگہ تھی مگر اس پر بھی ان کے ہاں جاکر پہلے کچھ کھانا پینا پڑا۔ اسوقت آپ کی دو چھوٹی بچیوں نے پانچ روپے اور لاکر دئے ہزار انکار کرتا رہا لیکن بے قبول کئے نہ جا سکا۔ ان کے دئے ہوئے پندرہ روپے تو شاید ادا بھی کرسکوں مگر ان کی آنکھوں کے آنسوؤں کی قیمت کہاں سے لاؤں

واپسی کے وقت بمبئی سے شوکت صاحب کا خط آیا کہ واپسی بھوپال سے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ بھوپال سے گذرتے ہوئے بھی اب ڈر لگتا ہے مگر کیا کروں اہتمام بہن کا حکم کس طرح ٹالا جا سکتا ہے آپ سید الطاف احمد صاحب کی اہلیہ ہیں جن کا حکم شوکت صاحب کی معرفت مجھے ملا۔ اور ہم میں سے کوئی بھوپال سے نہیں گذر سکتا جبتک کہ ناشتہ، مٹھائی، گرمی کا موسم ہے تو چار پانچ سیر برف لڑکیوں کے لئے بٹویاں، یا رومال اور کچھ نہ کچھ زر نقد مع ایک نہایت عمدہ عبارت اور عمدہ خط کے رقعہ کے اہتمام بہن کی طرف سے سید الطاف صاحب پیش نہ فرمائیں چنانچہ اس مرتبہ بھی دس روپیہ کا ایک نوٹ ناشتہ، مٹھائی بٹوے اور رومال کے ساتھ اسی دلکش خط کے اندر ملفوف ملا۔

Marfat.com

اگر عبدالستار ولی صاحب معاف کریں تو میں "ستاری" کو اب ختم کر دوں اور ظاہر کر دوں کہ بمبئی سے چلتے وقت ۲۵۰ روپیہ کی رقم وہ عطا فرما گئے تھے ان کی مہمان نوازی کا کون قائل نہیں ؟ آپ ایک نوجوان کاٹھیاواڑی میمن بیرسٹر ہیں جنہوں نے بمبئی میں کاٹھیاواڑی میمن نوجوانوں کو ایک باقاعدہ بیورو میں بطور والنیٹروں کے کام کرنے پر آمادہ کیا ہے اور اپنی برادری کی تعلیم کا بندوبست کر رہے ہیں جس کے لئے آپ کے والد نے لاکھ روپیہ سالانہ اپنے پاس سے دینا منظور کیا ہے۔

یہ ہیں وہ علامات "، جن سے شبہہ سا ہوتا ہے کہ میں گوشہ عافیت سے شاید محروم ہی رہوں اور ہمدردانہ نکلتا رہے۔ اور اگر شعیب صاحب کو خدانخواستہ کہیں چین کا پاسپورٹ نہ مل سکے تو کمر بڈ بھی نکل آئے۔

آخر میں قارئین کرام سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو بیگم صاحبہ مولانا احمد سعید نے کیا ہے جو فیض اللہ بزاز نے کیا ہے جو کھمبایت کے بھائی نے کیا ہے، جو سنگاپور کے جیلانی صاحب نے کیا ہے۔ جو مقبول صاحب نے کیا ہے۔ جو یاد علی صاحب نے کیا ہے جو اہتمام بہن نے کیا ہے۔ جو عبدالستار ولی صاحب نے کیا ہے کیا یہی اور نہیں کر سکتے ؟

اگر سارے ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں میں ان میں سے ہر ایک کی طرح صرف دس دس اور کھڑے ہو جاتے تو بجائے گیارہ سو کے گیارہ ہزار جمع ہو گیا ہوتا۔ اور اگر سو کھڑے ہو جائیں تو کمر بڈ اور ہمدرد کے لئے وہ سرمایہ جمع ہو جائے کہ پھر کبھی چندہ مانگنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

Marfat.com

خبر یہ زمانہ بھی نہایت دلچسپ زمانہ ہے۔ جب اسلام کا پھر بول بالا ہوگا۔ اور ہندوستان آزاد ہوگا یہ زمانہ یاد آئیگا۔ اور دل ان بھائی بہنوں کے شکریہ سے لبریز ہوگا جنہوں نے اسوقت مدد کی تھی۔

ان میں ایک چھوٹی سی بیٹیا بھی یاد آئیگی جسکی بسم اللہ میں نے گزشتہ رمضان المبارک میں بابو عبداللطیف صاحب کے گھر پڑھائی تھی اور جو عید کے دن اپنی عیدی لاکر ہمدرد کو دے گئی۔ خدا عمر دراز کرے اور علم و عمل سے اسے مزین فرمائے آمین!

یہ اس دوسری عیدی کی فال نیک تھی۔ دل توقعات سے لبریز ہے پورا کرنا خداوند کریم کے ہاتھ میں ہے۔

ذخیرہ محمد ... مجید لاہور

Marfat.com